سوانح حیات

إمَام الزّاهدين، قُدوة العَارفين، حَضرة مولَانا شيخ

عبد الحفیظ مکی نور اللہ مرقدہ

خلیفہ مجاز

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریّا مُہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ

جمع و ترتیب

مولانا خلیل اللہ

www.islaminsight.org

سوانح حیات

امام الزاہدین قدوۃ العارفین

فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا

شیخ عبدالحفیظ مکیؒ

نور اللہ مرقدہ واعلی اللہ مراتبہ

خلیفہ مجاز

حضرت مولانا محمد زکریا

جمع وترتیب

یکے از خدام

شیخ عبدالحفیظ مکیؒ

مولانا خلیل اللہ حفظہ اللہ

مکہ مکرمہ

ناشر

مکتبۃ الحرمین

دوبئی

سوانح حیات

امام الزاہدین قدوۃ العارفین

حضرت مولانا فضیلۃ الشیخ **شیخ عبدالحفیظ مکی** نوّر اللہ مرقدہٗ وأعلی اللہ مراتبہٗ

خلیفۂ مجاز

حضرت مولانا برکۃ العصر شیخ الحدیث قطب الاقطاب **محمد زکریا** المہاجر المدنی نوّر اللہ مرقدہٗ وأعلی اللہ مراتبہٗ

جمع و ترتیب

یکے از خدام حضرت مولانا فضیلۃ الشیخ شیخ عبدالحفیظ مکی نوّر اللہ مرقدہٗ وأعلی اللہ مراتبہٗ

مولانا خلیل اللہ حفظہ اللہ

مکہ مکرمہ

ناشر

مکتبۃ الحرمین

دبئی

سوانح حیات

امام الزاہدین قدوۃ العارفین

نام کتاب: حضرت مولانا شیخ **عبدالحفیظ مکی** [illegible]

کے از خدام حضرت شیخ عبدالحفیظ مکی [illegible]

جمع و ترتیب: مولانا خلیل اللہ حفظہ اللہ مکہ مکرمہ

اشاعت: مارچ 2022

پروف ریڈنگ: مفتی شاہد محمود حفظہ اللہ

ڈیزائننگ: حافظ ناصر محمود
0307-4037113

ناشر: مکتبة الحرمین دبئی

اجمالی فہرست

سوانح جامع شریعت وطریقت

حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی نوراللہ مرقدہ

حصہ اول	صفحہ نمبر
حضرت کے بارے میں اکابرین ومعاصرین کے ارشادات و تاثرات	19
حصہ ثانی حضرت کی آپ بیتی حضرت کے اپنے قلم سے حضرت کے سن پیدائش سنہ 1946 عیسوی غالباً مطابق سن 1365 ہجری سے سن 1430 ہجری مطابق غالباً سن 2008 یا 2009 عیسوی تک میں	38
حصہ ثالث حضرت کے بعض یادگار اعمال اور حضرت کی اہم اہم دینی خدمات	85

فہرست مضامین

موضوع	صفحہ نمبر
مقدمہ	17
حصہ اول حضرت کے بارے میں اکابرین ومعاصرین کے ارشادات وتاثرات	19
ارشادات گرامی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ	22
ارشادات: حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ	24
تاثرات: جانشین حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب حفظہ اللہ	26
تاثرات: حضرت مولانا زرولی خان صاحب رحمہ اللہ	27
تاثرات: حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مظاہری حفظہ اللہ العین، متحدہ عرب امارات	30
تاثرات: اجل خلیفہ شیخ الحدیث رحمہ اللہ حضرت مولانا محمد عزیز الرحمن ہزاروی صاحب	32
حصہ ثانی: حضرت کی آپ بیتی حضرت کے اپنے قلم سے	38
نام ونسب	40
ولادت وتعلیم	40
اعلیٰ تعلیم کے لئے یورپ جانے کی تجویز اور تنسیخ	42
سفر ہندو پاک	43
حضرت شیخ سے التماس دعاء	44
تنبیہ از خلیل اللہ اور ہمارے حضرت کی پہلی بیعت حضرت رائے پوری سے	45
(حضرت رائے پوری کے وصال کے بعد حضرت شیخ الحدیث سے) بیعت کی درخواست	47
(حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ سے) بیعت کے بعد پہلی حاضری	51
خلافت واجازت	52
نکاح کے بعد حجاز واپسی	52

مظاہر میں تعلیم	53
تبلیغی اسفار	54
تدریس اور حضرت کی کتب کی طباعت	54
اولاد	55
''سعودیہ'' کے متعلق ایک افواہ کی تحقیق	56
حضرت (شیخ الحدیث) رحمہ اللہ کی پہلی زیارت	62
حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ سے بیعت ہونے سے چار سال قبل حضرت عبد القادر رائے پوری سے بیعت ہونے کا قصہ	64
حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کی شفقتیں	65
خلافت	67
خانقاہی نظام کی تاکید	67
اشاعت کتب کی خدمت	68
فرق باطلہ کی تردید	69
تبلیغ تو حضرت کا ہی کام ہے	70
مکہ مکرمہ میں مدرسہ کی بنیاد	70
حضرت کی ایک اور آپ بیتی اپنے قلم سے	71
بالکل شروع بچپنے سے بعد والا زمانہ اور اس وقت جس معاشرے میں نشو ونما پائی	72
وہ رجال کار جن کے سایہ اثر سے علمی اور سلوکی لائن مہیا ہوئی	73
دعوت و تبلیغ اور فکر اسلامی، تبلیغی جماعت میں نکلنا	76
انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کا قیام	77
کتابت و تالیف	79
بعض تالیفات کا ذکر	80

بندہ کی (یعنی حضرت مکی رحمۃ اللہ علیہ) اہم کتابوں کی اسانید	81
حصہ ثالث	85
حضرت کے بعض یادگار اعمال اور حضرت کی اہم اہم دینی خدمات	85
اتباع سنت بھی اور مزاح بھی اور اصلاح بھی	87
حضرت اپنا محاسبہ کر کے بیعت فرماتے تھے	88
حضرت مجمع میں دعاء کرانے سے قبل پہلے اپنا محاسبہ کرتے پھر دعاء کراتے تھے	88
میری شدت غم کے وقت بھی حضرت کی ٹھیک دینی رہنمائی	89
حضرت کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی بات پوری ہوئی	89
حضرت کا ''اعدلوا'' پر عمل کرنا	91
سادات سے محبت	91
غیر مقلدین کے ساتھ جتنی دیر بحث کرو اتنی دیر ان کے لئے دعاء بھی کرو	92
ہمارے حضرت رحمہ اللہ پر ''من تواضع للہ رفعہ اللہ'' خوب صادق آیا	92
ظاہراً فاسق و فاجر کا اکرام اور باطناً اہل اللہ کا اکرام یا کم از کم اپنے سے اعلیٰ کا اکرام	93
غالباً یہی تواضع ہی وجہ تھی کہ حضرت خود نہیں جماعت کراتے تھے	94
اسی تواضع ہی کی وجہ سے حضرت کی دوسروں سے دعاء کرانے کی کوشش	94
خانقاہ کی تحفیظ میں کسی بچے کے ختم قرآن پر بھی دوسروں سے ہی دعاء کرانے کی کوشش	95
حضرت کی تواضعا یہ کوشش کہ میں کسی دوسرے کی دعاء میں طفیلی بن جاؤں	95
حضرت کا کوڑا اٹھانے والے آدمی پر ہاتھ رکھ کر اس کے ساتھ چلنے میں عار نہ کرنا	96
حضرت کا تحفیظ کی ضرورت کی بناء پر چھوٹے چھوٹے بچوں کو پڑھانے کے لئے تیار ہونا	96
گالی یا غلط بول تو دور کی بات ہے حضرت نے بے فائدہ بات کبھی نہیں کی	96

کسی کی طرف پاؤں پھیلانا تو درکنار کسی کی طرف چوکڑی میں بھی ننگے پاؤں نہیں کئے	97
مجھ جیسے فقیر سے حضرت کا (توبہ توبہ اللہ مجھے معاف فرمائے) معذرت ومعافی چاہنا	97
حضرت والا نے غالباً جب سے خانقاہ بنائی میں نے حضرت کو فقیر ہی دیکھا	98
جب حضرت نے اللہ کے لئے تواضع اختیار فرمائی تو اللہ نے آپ کو باوجود فقیر ہونے کے اونچا کردیا حتی کہ حضرت کی عظمت کی وجہ سے حضرت کے ایک مجاز کو غشی آگئی	99
مجھ جیسے فقیر سے (اللہ اسے ٹھیک کردے اور راضی ہوجائے) حضرت کا خانقاہ میں کام لینا پھر محبت بھی کرنا اور یاد رکھنا	100
قاری صاحب آپ تو اونچے دربار میں کھڑے تھے	101
حضرت کو مجلس ذکر کی اہمیت بہت تھی	102
حضرت کو مجالس ذکر ودرود کی اہمیت بہت تھی مگر ان میں غلو پسند نہیں تھا	102
بزرگوں کا روک ٹوک نہ کرنا بہت بڑی خیر کا سبب ہوجایا کرتا ہے	103
مکہ مکرمہ میں حضرت والا کی خانقاہ میں ہونے والے اساسی اعمال پر ایک نظر	104
(الف) خانقاہ کی مجالس	104
(ب) خانقاہ میں تحفیظ یعنی بچوں کو حفظ کرانا	105
(ج) خانقاہ میں دار التصنیف	105
(1) حضرت کا لاکھوں بلکہ کروڑوں ریالوں پر حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کی رفاقت کو ترجیح دینا	105
(2) حضرت جی ہر کسی کو اس کے کاروبار کے ساتھ اس کے مناسب حال دین کا کام کرنے کو کہتے تھے	107
(3) ہمارے حضرت کے والد ماجد کی فیاضی اور حضرت کا ان کی خدمت کرنا اور ان کی ناراضگی پر ان کے پاؤں سے چمٹ کر راضی کرنے تک زار وقطار رونا	108
(4) حضرت کا نماز تہجد کی نماز اوابین اور مسواک پر پابندی کرنا	109

(5) حضرت کی سفر میں نوافل وغیرہ پڑھنے کی عادت شریفہ	111
(6) حضرت کی کچھ مزید صفات عالیہ کا ذکر	112
(7) صوفی سائیں نہیں ہوتا بلکہ اس کی چھ آنکھیں ہوتی ہیں	113
(8) بنگلہ دیش میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں ایک عالم حضرت مولانا شہید الاسلام حفظہ اللہ کے ذریعہ کئی عظیم کام	113
حضرت والا ہر ایک کو اس کے مناسب حال ذمہ داری اور انفع امر پر لگاتے تھے	117
حضرت کو اس بات کی فکر کہ میرا سارا وقت قیمتی بنے اور کچھ بھی ضائع نہ جائے	118
حضرت والا اپنے پر دوسروں کو ترجیح دیتے تھے اس کی ایک مثال	118
ایثار وتواضع کی ایک اور مثال	119
ہمدردی کی ایک مثال	119
ہمدردی کی ایک دوسری مثال	120
مظاہر علوم میں پڑھنے کے وقت سے ہی اپنے کو نیچے کرکے ساتھیوں کے ساتھ ہمدردی	120
پاکستان ہندوستان بنگلادیش کے مدارس کی فکر	121
اگر دس فیصد بچے اچھے ہوں تو اعلیٰ معیار ہے	122
ھذا اسلوب الحکیم (یہ تو اسلوب حکیم ہے)	122
حضرت والا اپنے شیخ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی باتوں کو ہی اکثر دہرایا کرتے تھے	122
حضرت والا کا چیزوں کے وجود میں اسباب کی طرف دھیان کی بجائے ہر وقت مسبب الاسباب کی طرف دھیان وفکر	123
سیرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اجتماع کرانے میں حضرت کی بڑی حکمت ودانائی کا ظہور	123
ہمارے حضرت اپنی حیات میں بھی خوب نیکیاں کمانے والے بنے اور بعد الوفات بھی	124

حدیث کی رو سے بندہ کی وفات کے بعد اس کے کام آنے والی اشیاء میں سے ایک ایسا علم بھی ہے جسکے ذریعہ لوگ فائدہ اٹھائیں اس کا حضرت کے حق میں پورا ہونا	124
مذکورہ حدیث کی رو سے بندہ کی وفات کے بعد اس کے کام آنے والی اشیاء میں سے ایک ایسی اولاد بھی ہے جو نیک صالح ہو اور اس کے لئے دعائے خیر کرے اس کا حضرت کے حق میں پورا ہونا	127
ہمارے حضرت والا کو اپنے شیخ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے ان کے ذمہ لگائے ہوئے شرح ترمذی والے کام کی فکر	128
اس شرح میں حضرت کا حوصلہ افزائی کرنا اور تسلی دینا	130
اسی شرح میں حضرت کی ایک خاص عادت	130
اسی شرح میں حضرت کا یہ بھی طرز رہا	131
اسی شرح میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے آخری ترمیم مشائخ صوفیہ کے سلاسل اربعہ کے راوی حضرت حسن بصریؒ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ بنا	131
حضرت کی تین ہجرتیں اور حضرت کا پاکستان و سعودی عرب کی حفاظت کرنے میں کوشش کرنا از مفتی شاہد محمود صاحب	133
حضرت کی پہلی ہجرت ملک پاکستان میں اور حضرت کا پاکستان کی حفاظت کے لئے جدوجہد کرنا	133
حضرت کی دوسری ہجرت سعودیہ میں اور حضرت کا سعودیہ کی حفاظت کے لئے جدو جہد کرنا	134
حضرت کی تیسری ہجرت، وفات کے بعد افریقہ کے شہر پیٹر میرز برگ سے مدینہ منورہ میں	137
حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی سعوی عرب اور پاکستان کے لئے قابل قدر مساعی از ڈاکٹر سعید احمد عنایت اللہ	138

حضرت کا اسلام کی وجہ سے ''پاکستان'' اور ''سعودی عرب'' سے خاص تعلق و محبت از بندہ فقیر خلیل اللہ	141
حضرت کے ہاں تبلیغی کام کی اہمیت	142
حضرت کا تبلیغی جماعت میں چلّے اور سال لگانا	142
حضرت کا حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کی تبلیغی جماعت کے حق میں وصیت نقل کرنا	143
حضرت کا سنہ 1425 ہجری میں عربی میں تبلیغی جماعت کے دفاع میں کتاب ''جماعة التبليغ أكبر حركة إصلاحية. لکھنا	143
حضرت کا تبلیغی جماعت کے لئے شاہ عبداللہ کو خط لکھنا	145
فضائل اعمال کے دفاع میں حضرت کا ''تحقیق المقال فی تخریج احادیث فضائل اعمال'' کا اپنے خرچہ پر لکھوا کر تقسیم کروانا	147
حضرت کو تبلیغی کام کی اہمیت کے ساتھ ساتھ اس کو اکابر کے منہج پر چلنے کی بہت زیادہ فکر	148
تبلیغی جماعت میں اختلافات پر حضرت کا کڑھنا اور رو کر فرمانا ماعنیاي في راسي یعنی یہ دونوں (طرفین یا دونوں فرد) بمنزلہ میرے جسم میں میری دو آنکھوں کے ہیں	152
حضرت کا طرفین کو محبت و درد کی نگاہ سے دیکھنے سے طرفین کا اپنے مسئلے کے حل کیلئے حضرت کی طرف متوجہ ہونا	154
حضرت کا شعبہ جہاد میں بھرپور حصہ لینا	154
قضیہ کشمیر میں حضرت رحمہ اللہ کی خدمات	160
فرق باطلہ کی تردید	163
قادیانیت کی تردید	164
''انٹرنیشنل ختم نبوت مشن'' کی بنیاد	166
''انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ'' کی بنیاد	167

فتح مباہلہ کانفرنس	168
7 ستمبر چناب کانفرنس	168
قادیانیوں کے خلاف سرگرمیوں کی وجہ سے حضرت پر برطانیہ میں داخلے پر پابندی	169
حضرت کا عقیدہ ختم نبوت پر مجھ فقیر سے چالیس احادیث کی تخریج کروانا اور اس کی برکت کا ظہور	169
جرمنی سے پرتگال کا سفر	171
ہانگ کانگ میں ایک اہم کانفرنس	171
انڈونیشیا میں قادیانیوں کی سرکوبی	172
ختم نبوت کانفرنس کیپ ٹاؤن ساؤتھ افریقہ سنہ 2009 عیسوی	172
ختم کانفرنس کیپ ٹاؤن میں 2013 میں جس میں (1) رد رافضیت (2) قادیانیوں کے خلاف غیر مسلم عدالت کے فیصلے کی تشہیر (3) دوسری جگہوں میں کام کی آسانی کو بھی مدنظر رکھا گیا	173
ختم نبوت کانفرنس سرگودھا	174
ختم نبوت کانفرنس ایوان اقبال لاہور سنہ 2008 عیسوی	174
ختم نبوت کانفرنس نشتر ہال پشاور خیبر پختونخواہ اور ختم نبوت کے متعدد کورسز کا قیام	176
انٹرنیشنل ختم نبوت اکیڈمی (فیصل آباد)	178
ختم نبوت کانفرنس (اونچہ کلاں ظفروال)	178
ختم نبوت میں کام کرنے والے حضرت کے (11) خلفاء کرام اور انکی خدمات	180
فتنہ مودودیت کی سرکوبی	183
غیر مقلدیت کی تردید	185

حضرت کے بعض غیر مقلدین رشتہ داروں کا حد سے تجاوز کرنا اور حضرت کی ان کے ساتھ میانہ روی	187
متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن امیر ''عالمی اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ'' کا ''غیر مقلدیت'' پر حضرت کے بارے میں مضمون	187
حضرت کا رافضیت اور شیعیت کے خلاف حصہ لینا	190
حضرت کا کتاب ''بطلان عقائد الشیعہ'' لکھنا	193
حضرت کی سیاسی جدوجہد	193
ہمارے حضرت کا جمعیت میں صلح کی کوشش	194
ہمارے حضرت کی بنگلہ دیش انتخابات میں علماء کے مابین صلح کی کوشش	196
حضرت کا رفاہ عامہ میں حصہ لینا	196
حضرت کی صفت عالیہ عفو و درگزر کرنا	198
حضرت سارے دینی کاموں کے لئے اور سارے مسلمانوں کے لئے بلکہ کفار تک کے لئے خوب دعائیں کیا کرتے تھے	199
ہمارے حضرت کی محنت سے ایک اہم علمی خزانہ صحیح بخاری کی شرح ''الکنز المتواری فی معادن لامع الدراری وصحیح البخاری'' کا وجود	200
حضرت کو دین کے سارے شعبوں میں سے شعبہ تصوف یعنی شعبہ اصلاح نفس کے ساتھ سب سے زیادہ تعلق اور شغف تھا	203
اصل کام رضائے الٰہی	204
''علم کے ساتھ تصوف وسلوک کا التزام''	205
''پرانی خانقاہوں کے اجڑنے کا قلق''	206
نئی خانقاہوں کا اہتمام	206
دور آخر میں طلبہ کے متعلق حضرت کا رویہ	206

رمضان شریف کا اہتمام	207
سفر افریقہ اور ذکر و مجلس ذکر کا تقاضہ	207
دور آخر کے مکاتیب میں سلوک (تصوف) پر زور	209
حضرت شیخ الحدیث کی کتاب "شریعت وطریقت کا تلازم" کا عربی میں ترجمہ کرنا	211
تحریر حضرت مفتی شاہد محمود صاحب متعلقہ امور تصوف حضرت رحمہ اللہ	212
حضرت کے خلفاء کرام جنہوں نے پاکستان میں خانقاہیں قائم کیں	213
فہرست اسماء گرامی خلفاء ومجازین حضرت شیخ عبدالحفیظ مکی نور اللہ مرقدہ	214
سلسلہ طریقت حضرت اقدس جامع شریعت وطریقت حضرت شیخ مولانا عبدالحفیظ مکی نور اللہ مرقدہ	228
ماہ رمضان المبارک بہت خاص مہینہ ہے اسے سیکھ کر گزارنا چاہئے	231
حضرت کے معمولات رمضان	234
حضرت کا مکہ مکرمہ نیچے خانقاہ میں مہمانوں کے ساتھ سحری کرنا	234
حضرت کا حرم میں افطاری کرنا	234
تراویح	235
حضرت کی تراویح کے بعد کی مشغولیات	236
سنت اعتکاف کا احیاء	238
حضرت کا سنت اعتکاف کی ترغیب دینا	240
حضرت جی مکی رحمہ اللہ کے معمولات آخری عشرۃ اعتکاف رمضان از خلیفہ اجل مفتی شاہد محمود وخلیفہ خاص حافظ محترم بھائی عبدالصمد صاحب	240
حج بیت اللہ	243
اور کن بزرگوں نے حضرت کے ساتھ حج کیا	245
کئی کتابوں پر لکھے گئے حضرت کے مقدمات	246

وتقریظات میں سے بعض کا ذکر	246
تقریظ کتاب ''تحفظ ختم نبوت کی صد سالہ تاریخ'' تالیف مولانا مشتاق احمد صاحب	247
مقدمہ کتاب ''العناقید الغالیۃ من الأسانید العالیۃ'' تالیف مولانا محمد عاشق الٰہی البرنی	251
مقدمۃ کتاب ''بطلان عقائد الشیعہ'' تالیف حضرت مولانا محمد عبدالستار تونسوی صاحب اور اس کی تعریب حضرت والا نے خود کی	256
مقدمہ کتاب ''موقف ائمۃ الحرکۃ السلفیۃ فی التصوف والصوفیۃ'' تالیف حضرت والا خود	259
تالیف وتصنیف میں حضرت کی خدمات	270
شیخ القراء قاری عبدالباسط بن عبدالصمد مصری ﷫ اور ان کا اپنے استاد ﷫ کے ساتھ ادب ہمارے حضرت ﷫ کی زبانی	272
حضرت کی طرف سے دار التصنیف ''مجلس الامام الشیخ محمد زکریا الکاندھلوي المدني لخدمة السنة المطهرة بمكة المكرمة'' کا قیام	273
حضرت رحمہ اللہ کی سرپرستی میں اہم تصنیفی کام	278
حضرت کی سرپرستی میں حضرت مولانا لطیف الرحمن صاحب ﷾ کی (20) کے لگ بھگ تصنیفات اور ان میں سے بعض کئی کئی جلدوں کی بھی ہیں	278
حضرت کی سرپرستی میں بندہ فقیر خلیل اللہ اور مولانا محمد علی صاحب مظاہری کی تصنیفی خدمات	282
حضرت کی سرپرستی میں مولانا ومفتی حبیب اللہ دامت برکاتہم کی تصنیفی خدمت	283
بڑے بڑے عالمی اجلاس اور کانفرنسوں اور اجتماعات وغیرہ میں حضرت کو بلایا جانا اور حضرت کا رغبت کے ساتھ ان کے ہاں بلائے وبن بلائے جانا	285
ان مذکورہ اجلاس اور کانفرنسوں اور اجتماعات میں سے اختصاراً (18) کا ذکر	286
امراض کے ہوتے ہوئے بھی حضرت کے بعض دینی اسفار کا ذکر	289

حضرت کے ختم نبوت کے اسفار میں سے بیماری کی وجہ سے ایک کٹھن سفر	289
بیماری میں حضرت کا سفر ''موزمبیق افریقہ''	291
حضرت کا خانقاہی سفر بنگلہ دیش میں مرض کو برداشت کرنا	291
سعودی عرب میں آثار قدیمہ کے سفر میں خاندان والوں کی خاطر بیماری میں بھی سفر جارر کھنا	292
حضرت کا خانقاہی سفر ''کلی مروت''	293
حضرت کا خانقاہی سفر اسلام آباد	293
حضرت کا انڈونیشیا اور اسٹریلیا کے اسفار کے دوران اور بعد اسفار امراض کے حملوں کے باوجود اعتکاف کرنا اور بعض دفعہ بیماری میں غیر اختیاری طور پر اللہ اللہ کہنا	294
حضرت کا آخری سفر خانقاہی بننا اور اسی میں دنیا کے آخری کونے میں جنوبی افریقہ کے شہر پیٹرمیرزبرگ میں سانحہ وفات ہونا	295
اس ساؤتھ افریقہ کے خانقاہی اور سفر وفات شروع کرنے سے پہلے ہی حضرت سے کچھ خلاف عادت باتوں کا ظہور	296
حضرت کا مکہ مکرمہ میں آخری کام مجلس ذکر میں شرکت کرنا بنا	296
ائرپورٹ اور جہاز پر ایسی باتوں کا ظہور جو اس سے پہلے کبھی ہوتی نہیں تھیں	297
ساؤتھ افریقہ میں بھی ائرپورٹ پر خلاف عادت باتوں کا ظہور	298
حضرت کے مجاز کو ایک خاص خواب آنا اور حضرت کا خواب سنتے سنتے اصلاح بھی کرنا اور خواب سننے پر اللہ خیر کرے، اللہ فضل کرے، اللہ رحم کرے، جیسے الفاظ کہنا	298
حضرت کی وفات سے ایک دن قبل بروز اتوار مولانا سلیم اللہ خان صاحب کی وفات کی خبر پر حضرت کا غمگین ہونا اور لوگوں کو ان کے لئے ایصال ثواب کا کہنا	300
حضرت کا پیٹرمیرزبرگ پہنچنا اور مرض وفات کا شروع ہونا اور حضرت کا خلاف عادت چیک اپ کرانے کے لئے جلدی راضی ہوجانا	301

حضرت کا اپنے بہت بڑے ہارٹ اٹیک کی خبر سننے پر بھی حضرت کا بڑی بے نیازی اور بہت خوش اسلوبی سے گفتگو کرنا	301
جملہ "سلام قولا من رب رحیم" کا حضرت کے آخری الفاظ میں سے بننا اور اس کے بعد آنکھوں میں ایک خاص چمک کا ہونا	302
ہمارے حضرت کا اللہ کے ذاتی نام اللہ، اللہ کا ورد کرتے ہوئے دنیا سے رخصت ہونا	303
مرض وفات میں عام روٹین سے ہٹی ہوئی عجیب عجیب چیزیں دیکھ کر ہندو ڈاکٹر کا بھی متاثر ہونا	304
حضرت کا اللہ کے دین کی خاطر حرمین شریفین کو چھوڑنے کی روحانی قربانی دینا اور اللہ کا انعام کے طور پر انہیں وفات کے بعد دنیا کے آخری کونے سے لاکر جوار رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جنت البقیع کی مبارک مٹی دینا	305
بشارت منامی از حضرت مولانا محمد بلال امام مسجد ڈیفنس، کراچی	307
منظوم رحلتِ حضرت مولانا عبد الحفیظ صاحب مکی رحمہ اللہ نمبر (1)	309
منظوم رحلتِ حضرت مولانا عبد الحفیظ صاحب مکی رحمۃ اللہ علیہ نمبر (2)	310
منظوم رحلتِ حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی رحمۃ اللہ علیہ نمبر (3) از مولانا محمد شاہد الناصری الحنفی مدیر مدرسۃ دعوۃ السنۃ الخیریۃ ممبئی انڈیا	311

مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على أشرف الأنبياء والمرسلين وخاتم النبيين سيدنا ومولانا محمد وعلى آله وأصحابه أجمعين وبعد:

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے چہیتے مجاز اور میرے مرشد و مربی

جامع شریعت وطریقت حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی نور اللہ مرقدہ و برد مضجعہ

کی مفصل سوانح تو حضرت والا کے بڑے خلفاء ہی لکھیں گے، تاہم مجھے حضرت کے بڑے خلفاء میں سے مفتی شاہد محمود صاحب حفظہ اللہ نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنے حضرت مکی رحمہ اللہ پر کچھ مضمون لکھوں، حالانکہ میرا حال یہ ہے کہ میں حضرت والا کے پاس زیادہ بیٹھا نہیں کرتا تھا، اس کی مختلف وجوہ ہوتی تھیں، ایک یہ کہ حضرت والا اسفار میں زیادہ رہتے تھے اور میں حضرت کے ساتھ سفر میں نہیں ہوتا تھا، اور اگر حضرت ہوتے بھی تو حضرت کے بیٹھنے کا وقت عشاء کے بعد ہوتا تھا، اور میں سارا دن تصنیف تدریس اور تحفیظ میں مشغولیت کی بنا پر تھک جاتا اور عشاء کے بعد آرام کے لئے گھر چلا جاتا، اور تھکاوٹ نہ ہوتی تو میں حضرت ہی کے ترمذی شریف کی شرح کے تصنیفی کام میں وقت گزارنے کو اہمیت دیتا تھا، اور اس کا تو وہم وگمان بھی نہ تھا کہ ایک دم مفارقت الیمہ آپڑے گی اور دونوں کام کرتے چلنا ہی اچھا ہے، اگرچہ آخری دو مہینوں میں یہ بار بار ذہن میں آتا تھا کہ حضرت سے پوچھوں کہ حضرت: کیا میرا آپ کے پاس بیٹھنا زیادہ اچھا ہے یا آپ کے ترمذی شریف کی شرح کے تصنیفی کام میں وقت گزارنا زیادہ اچھا ہے؟ لیکن یہ بات دل دل میں ہی رہی پوچھنے کی نوبت نہیں آئی، اور اللہ تعالی ہی کی تقدیر غالب ہوا کرتی ہے۔

لیکن جو ہونا تھا وہ تو ہوگیا لیکن حضرت والا کے بارے میں مجھے جو خود حضرت کی تحریرات میں ملا یا جو تھوڑا بہت مجھے یاد تھا یا جو کچھ تھوڑا بہت ساتھیوں سے ملا میں نے اسے تین حصوں میں تقسیم کرکے تحریر کردیا ہے۔

پہلے حصہ میں حضرت کے بارے میں اکابرین اور معاصرین حضرات کے ارشادات وتاثرات ہیں۔اور دوسرے حصہ میں ہمارے حضرت کی آپ بیتی خود حضرت کے اپنے قلم سے سنہ پیدائش سنہ 1946 عیسوی غالبا مطابق سنہ 1365 ہجری سے سنہ 1430 ہجری غالبا مطابق سنہ 2008 یا 2009 عیسوی تک کے زمانہ تک کی ہے، علاوہ چند اضافات کے کہ وہ میری طرف سے ہیں۔

اور تیسرے حصے میں حضرت کے بعض یادگار اعمال کا اور حضرت کی اہم اہم علمی ودینی خدمات کا ذکر ہے، اللہ کرے یہ سب میرے لئے اور دوسروں کے لئے مفید ثابت ہو، میرے اس کام میں حضرت کے خلیفہ اجل مفتی شاہد محمود صاحب اور حضرت کے فرزند کبیر، حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب اور ہمارے حضرت مولانا کے جانشین حضرت مولانا عمر صاحب اور مولانا محمد علی مظاہری صاحب اور مولانا احمد نواز صاحب فاضل جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن اور حضرت کے خلیفہ اجل اور حضرت کے بعد ''انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ'' کے امیر مولانا ڈاکٹر سعید احمد عنایت اللہ اور دیگر حضرات نے مختلف امور میں ساتھ دیا، اور محترم حافظ بھائی حبیب اللہ صاحب نے ان اوراق کی کتابت کی وقت کے ساتھ تصحیح کرنے میں کافی تعاون کیا، اور حضرت کی خانقاہ کے ذمہ دار اور حضرت کے بھائی وخلیفہ مجاز محترم حافظ بھائی عبدالصمد صاحب نے تو اس پوری سوانح کو پڑھا بھی اور مفید مشورے بھی دیئے اور اس کی طباعت کا پورا بوجھ اٹھانے کے لئے تیار بھی ہوئے لیکن حضرت کے جانشین مولانا عمر صاحب مدظلہ نے خواہش ظاہر کی کہ اس کو میں خود چھپواؤں گا تو اب یہ ان کے سپرد ہے، اللہ ان سب کی اور جس جس نے کسی بھی طریقے سے تعاون کیا ہو حفاظت بھی فرمائے اور اپنے شایان شان بہترین جزائے خیر بھی عطا فرمائے، اور ہم سب کی دنیا وآخرت اچھی فرمائے۔

خلیل اللہ بن غلام حسین (مکہ مکرمہ)

خادم خانقاہ شیخی ومربی جامع شریعت وطریقت

حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی نوراللہ مرقدہ وبرد مضجعہ

1438/12/21ھ

حصہ اول

حضرت کے بارے میں اکابرین ومعاصرین کے ارشادات وتاثرات

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على خاتم النبيين وامام المتقين سيدنا ومولانا محمد وعلى آله وأصحابه أجمعين وبعد:

ہر بندہ کو اس کے معاصر اور قریب رہنے والے زیادہ جانا کرتے ہیں کیونکہ اس کے ساتھ کبھی معاملہ پڑتا ہے، کبھی اس سے لین دین ہوتا ہے، کبھی اس کے ساتھ ادھر ادھر جانا پڑتا ہے، اس طرح اس کے کئی دیگر امور بھی سامنے آتے ہیں اور ان چیزوں سے آدمی کو پرکھ لیا جاتا ہے چنانچہ حضرت أبو بکر أحمد بن مروان الدینوري المالكي اپنی کتاب المجالسة وجواهر العلم (87/3) میں لکھتے ہیں:

عن عبد الله العمري؛ قال: قال رجل لعمر بن الخطاب رضي الله عنه: إن فلانا رجل صدق. فقال له عمر: هل سافرت معه؟ قال: لا. قال: هل كان بينك وبينه معاملة؟ قال: لا. قال: هل ائتمنته على شيء؟ قال: لا. قال: فأنت الذي لا علم لك به الخ.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا کہ فلاں بندہ بہت اچھا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا تم نے کبھی اس کے ساتھ سفر کیا ہے؟ اس نے کہا کہ سفر تو نہیں کیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ تمہارا اس کے ساتھ کبھی کوئی معاملہ پڑا ہے؟ اس نے کہا کہ معاملہ بھی نہیں پڑا، پھر حضرت عمر نے پوچھا کہ کیا تم نے اس کو کس چیز پر امین ونگران بنا کر اس کو دیکھا کہ کیا کرتا ہے؟ اس نے کہا کہ ایسا بھی نہیں ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا پھر تم اس کو نہیں جانتے۔

ہمارے حضرت رحمہ اللہ نے اللہ کے فضل سے حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے ساتھ 16 سولہ سال گزارے اور حضرت شیخ الحدیث کی اجازت کے بغیر کبھی بھی ادھر ادھر نہیں گئے حتی کہ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کا انتقال ہوگیا جیسا کہ خود حضرت والا نے اپنی آپ بیتی میں لکھا جو کہ آئندہ ان شاء اللہ آئے گا۔

اس کے علاوہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں اکابرین کے ارشادات بھی موجود ہیں اور معاصرین کے تاثرات بھی اور حضرت نے ان کے ساتھ یا ان حضرات نے حضرت کے ساتھ طویل طویل وقت گزارے اور ان کے ساتھ اسفار بھی کئے اور معاملات بھی ہوئے، اور انہوں نے قریب رہ کر حضرت کو اچھے طریقے سے دیکھا بھی، لہذا ان حضرات کی حضرت کے بارے میں کوئی بات بھی بہت مضبوط سند رکھتی ہے اور اس سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مقام سمجھ میں آتا ہے اللہ ان سب حضرات کو اور بہت زیادہ نوازے اور ہمیں ان سب حضرات کے فیوض سے مالا مال فرمائے۔

اب ہم اللہ کے فضل سے اکابرین اور معاصرین کے ارشادات و تاثرات ذکر کرتے ہیں۔

ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بعض اکابرین ومعاصرین کے ارشادات وتاثرات

ارشادات گرامی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی آپ بیتی نمبر 7 صفحہ 367 میں حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

اکابر زمانہ کے اصرار کی بناء پر آج مدنی 13 ربیع الاول 1394ھ، ہندی 12 ربیع الاول جمعۃ المبارک فی آخر ساعۃ من یوم الجمعہ، میں عزیز محترم الحاج ملک عبدالحفیظ سلمہ اللہ تعالی ورقاہ اللہ المراتب العلیاء وأسقا من شراب حبہ جرعۃ واسعۃ (ترجمہ: اللہ انہیں سلامت رکھے، اور انہیں اونچے مقامات تک پہنچائے، اور انہیں اپنی شراب محبت کا وافر جام پلائے) کے مبارک ہاتھ سے بسم اللہ کراتا ہوں، عزیز موصوف اور ان کے والد ملک عبدالحق، اللہ تعالی ان دونوں کو بہت ہی جزائے خیر عطاء فرمائے، اپنے قرب خاص سے نوازے، مکارہ سے حفاظت فرمائے اور اپنے اپنے وقت پر حسن خاتمہ کی دولت سے مالا مال کرے، میرے اُن مخلص محسنوں میں ہیں، جنہوں نے میرے سفر حجاز میں جس کا سلسلہ 1338ھ سے شروع ہوا تھا جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا، اس وقت سے آج تک میرے ہر سفر حجاز میں ملک صاحب کی ایک گاڑی میرے لئے وقف رہتی، جو حسب ضرورت بڑی اور چھوٹی ہونے کے اعتبار سے بدلتی رہتی، مثلاً مدینہ پاک کے سفر میں، جس میں سامان بھی خوب آتا ہے اور رفقاء بھی بہت ہوتے ہیں، بڑی سے بڑی گاڑی بدلی جاتی ہے، اور مکہ کے قیام میں چونکہ صرف حرم شریف جانا ہوتا ہے یا عزیز سعدی کے گھر، تو چھوٹی گاڑی کافی ہوتی ہے۔ میں نے یہ بھی سنا کہ میری آمد کی خبر سن کر ملک صاحب نے بعض مرتبہ پندرہ بیس ہزار ریال میں نئی گاڑی یہ کہہ کر خریدی کہ وہ اب آرہا ہے یہ اس کے لئے ہے، اور ان کے صاحبزادے بلند اقبال عزیزی، محبی ومحبوبی الحاج عبدالحفیظ سلمہ اپنے انتہائی مشاغل کے باوجود میرے ساتھ ہی رہتے ہیں، اور وہ ہی گاڑی چلاتے ہیں، اور میرا

اور میرے مہمانوں کا جب تک کوئی مستقل انتظام نہ ہو، اپنے آپ کو واحد ذمہ دار میزبانی کا سمجھتے ہیں۔

اور اسی آپ بیتی نمبر 7 کے صفحہ نمبر 522 میں ہے کہ

14 جون کی شب میں عبدالحفیظ نے حضور اقدس ﷺ کی زیارت کی، صلاۃ وسلام کے بعد عرض کیا کہ حضرت (شیخ الحدیث) بہت فکر مند ہیں کہ کس منہ سے سامنا ہوگا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "إنه حبيبنا، إنه من حزبنا المفلحين الغر المحجلين"۔ (ترجمہ: کہ یہ ہمارے پیارے ہیں اور یہ ہماری کامیاب جماعت میں سے ہیں جن کا امتیازی وصف یہ ہوگا کہ ان کی پیشانیاں اور پاؤں سفید اور نکھرے چمکتے ہوئے ہوں گے)

پھر تھوڑی دیر کے بعد جیسے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے خوبصورت صندوقچہ ہے، اس پر تہہ کیا ہوا خوبصورت عمامہ ہے، جس پر سفید رنگ کی کڑھائی ہوئی ہے جو بہت چمک دار ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت پیار سے اس کی تہہ کو کھولتے ہیں اور ہاتھ پھیرتے ہیں، پھر اسی طرح تہہ فرما کر رکھ دیتے ہیں اور مسکرا کر فرمایا کہ یہ ان کے لئے تیار کر رکھا ہے۔

15 (جون) کی شب میں عبدالحفیظ نے دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جیسے چار زانو تشریف فرما ہیں، اور جیسے مدرسہ شرعیہ کی طرف کوئی نورانی دروازہ کھلا ہے، جہاں حضرت شیخ چارپائی پر مضطرب (بے چین) نظر آرہے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف دیکھ کر فرمایا:

"إنه مضطرب للقائناورؤيتنا، ونحن في شوق إليه وحنين والأمر لله تعالى"۔

ترجمہ: کہ یہ ہماری ملاقات اور دیدار کے لئے بے تاب ہیں، اور ادھر ہم بھی ان کے مشتاق اور راغب ہیں، اور (ملاقات اور دیدار کرنے کرانے کا) معاملہ وطاقت تو اللہ ہی کو حاصل ہے۔

اور بہجۃ القلوب صفحہ نمبر 26 پر حضرت صوفی محمد اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک مکاشفہ کے بعد حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ ہمارے حضرت جامع شریعت وطریقت کے بارے میں ذکر کرتے ہیں کہ "اللہ جل شانہ عبدالحفیظ کو بہت بلند درجے عطا فرمائے کہ اس کی برکت سے مبشرات بہت سننے میں آتے ہیں الخ"۔

ارشادات حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ (جو حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے ہیں) نے حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات لکھی، اس میں صفحہ نمبر 143 پر لکھتے ہیں:

یہیں مکہ معظمہ میں حضرت (شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ) کے خادم خاص اور مجاز با اختصاص ملک مولوی عبدالحفیظ کا بھی گھر تھا، جن کو اپنی فطری سعادت مندی، اطاعت شعاری اور مزاج شناسی کی وجہ سے حضرت (شیخ الحدث) کے یہاں وہ مقام حاصل تھا، جو کم ارادت مندوں کو حاصل ہو سکا، حضرت کی عربی تصنیفات خصوصاً "أوجز المسالک" اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کی شہرہ آفاق شرح ابوداؤد "بذل المجهود" اور دوسرے عربی رسائل کی طباعت کے اہتمام، اور ان کی اشاعت کے لئے مکہ معظمہ میں مستقل مکتبہ باب العمرہ پر "مکتبہ امدادیہ" کے نام سے، اور طباعت کے لئے مدینہ طیبہ میں مستقل "مطبع الرشید" کے نام سے قائم کرنے کی وجہ سے ان کو حضرت کی ایسی مسرت وابتہاج اور ایسی دلی دعائیں حاصل ہوئیں، جو بڑے مجاہدوں اور ایثار وقربانی کے بعد یاران بااختصاص کو حاصل ہوتی ہیں، افریقہ اور ہندوستان کے سفر میں وہ حضرت کے رفیق خاص، خاص موقعوں پر دعاء کرانے والے، اور جمعہ کے امام وخطیب، اور حضرت کے ترجمان رہتے، ان کے والد محترم ملک عبدالحق صاحب عرصہ سے مکہ معظمہ ہجرت کر کے آگئے تھے، اور یہاں انہوں نے کارخانہ قائم کرلیا تھا، ان کے سب صاحبزادے خدمت کے لئے، اور ان کی گاڑیاں اور وسائل حضرت کی راحت کے لئے وقف تھے۔ (مفکر اسلام حضرت مولانا ابو الحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ختم ہوا۔)

تاثرات جانشین حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب حفظہ اللہ

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر پس ماندگان،

اعزہ واقارب سے حضرت والا کے

تعزیتی خط کا عکس اگلے صفحہ

پر ملاحظہ فرمائیں

مدرسہ
مظاہر علوم
سہارنپور

MADRASA
MAZAHIR ULOOM
SAHARANPUR-247001
(U.P.) INDIA
Ph. : (0132) 2655542 Fax : 2659912 e-mail jamiamazahir@gmail.com

Ref. No. ....

Dated ۲۴ ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ

محترم ومکرم صاحبزادگان واہل خانہ حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب مکیؒ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میرے عزیز، میرے بھائی، میرے محسن اور میرے مرشد اور والد صاحب کے عزیز ترین اور قریب ترین، محب وممتاز شاگرد اور خلیفہ محترم جناب مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی کے سفر آخرت پر روانہ ہونے کی اطلاع سن کر جو اس سُن ہو کر رہ گئے، سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ کیا ہوگیا؟ کیسے ہوگیا؟ مگر قضا وقدرت کے فیصلوں کے سامنے انسان اور اس کی کاوشیں کچھ حیثیت نہیں رکھتیں جو ازل سے مقدر ہے وہی ہو کر رہتا ہے، **للّٰہ ما اعطیٰ ولہ ما اخذ ولکل اجل مسمیٰ فلتصبر ولتحتسب ،انا للہ وانا الیہ راجعون ثم انا للہ وانا الیہ راجعون**

مولانا کی تعزیت میں کس سے کروں؟ میں خود مستحق تعزیت ہوں، میرا ان کا تعلق گھر کے آدمیوں سے زیادہ، ان کی مجھ سے نسبت، موجودہ سب نسبتوں سے قوی اور ان کے ساتھ معاملات گھر کے لوگوں سے بڑھ کر رہی تھے۔ ان کی خوبیوں کا، کمالات کا، قربانیوں کا، دینی، ملی حمیت اور اس کے لئے ہر وقت سینہ سپر رہنے اور ہر مشکل سے مشکل منزل کو بلا جھجک پار کرنے کا ان کا حوصلہ ایسا زبردست اور غیر معمولی تھا جس کا حضرت والد صاحب اور مولانا عبدالحفیظ کے چھوٹے بڑے، حضرت شیخ کے خلفاء اور وابستگان ہوں یا دوسرے سب ہی معترف اور نہایت قدرداں تھے۔

ایسے بلند حوصلہ، کشادہ دست، عالی مرتبت اور بلند روحانیت والے افراد ہر دور میں بہت کم رہے ہیں۔

مولانا عبدالحفیظ صاحب ہند و پاکستان اور بنگلہ دیش نہیں بلکہ اور بھی متعدد ملکوں اور بیسیوں دینی، ملی تحریکات کے لئے ایک بہت بڑا سہارا، بہت بڑے مددگار اور وقایہ تھے۔

اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کا اپنے شایان شان بھرپور اجر عظیم عطا فرمائے، ان کو جنت الفردوس کی دائمی نعمتیں نصیب کرے، ان کے وارثوں، پس ماندگان و وابستگان کو ان کے محاسن وکمالات کا وارث بنائے، اور مولانا کے تمام اہل خانہ، بچوں، بھائیوں، اقارب، متعلقین اور علمی روحانی وابستگی رکھنے والوں کو اجر وصبر، اور اس بڑے، بہت بڑے حادثے کو برداشت کرنے کی توفیق سے نوازے۔

میری جانب سے، میری اہلیہ کی طرف سے سب پس ماندگان، اعزاء واقارب سے تعزیت مسنونہ اور مضمون واحد عرض کردیں، پیش کردیں، ہم دونوں آپ کے سب کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

افسوس ہے اپنی بیماری اور مسلسل مجبوری کی وجہ سے خود وہاں پہنچ کر تعزیت سے معذور ہیں اس کی معذرت۔

والسلام مع الاحترامات
ملول ومحزون اور شریک غم
(مولانا) محمد طلحہ کاندھلوی

محمد طلحہ کان اللہ لہ

محمد طلحہ کاندھلوی

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

نوٹ:
حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی 12 اگست 2019 بروز پیر انتقال فرماگئے اور حاجی شاہ کمال قبرستان سہارنپور میں مدفون ہوئے۔

تاثرات

حضرت مولانا زرولی خان صاحب

حفظہ اللہ واکرمہ بکل خیر

حضرت مولانا زرولی خان صاحب حفظہ اللہ نے ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر تقریبا دو صفحات کا ایک مضمون لکھا اور گزشتہ سال میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی گراں قدر تصنیفی خدمات پر بھی تقریبا چار صفحات کا ایک تبصرہ لکھا تھا ہم ان دونوں کا اختصار لکھتے ہیں، حضرت والا نے وفات والے مضمون کی ابتداء یوں کی:

عرب وعجم کے شیخ اور عالم دین جامع الشریعہ والطریقہ

ملک عبدالحفیظ (مکی) رحمۃ اللہ علیہ

ایک روشن دماغ تھا نہ رہا شہر میں ایک چراغ تھا نہ رہا

پھر حضرت والا لکھتے ہیں:

عرب وعجم کے شیخ اور عالم دین جامع الشریعہ والطریقہ ملک عبدالحفیظ رحمۃ اللہ علیہ بھی واصل بحق ہوئے، مجھ عاجز اور فقیر نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مغرب وعشاء کے درمیان عزیز عمار سلیم دام اقبالہ سے اُن کی وفات حسرت آیات کی خبر سنی کہ ملک صاحب جنوبی افریقہ میں ہارٹ ٹربل سے انتقال کر گئے۔

ملک صاحب جید عالم اور علوم وفنون کے مسلم استاذ تھے، مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کے بڑے اساتذہ اور باوفا منتظمین میں سے تھے، شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا محدث سہارنپوری ثم مہاجر المدنی والمتوفی بہا کے خصوصی شاگرد اور وفادار خادم اور ان کی کئی علمی وعملی نسبتوں کی حامل شخصیت تھے، حضرت شیخ الحدیث مرحوم ومغفور سب سے بڑا اعتماد آپ پر فرماتے تھے، حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی وجہ سے ہی ان کے خلیفہ ہونے کے ناطے عرب وعجم میں پیری اور مریدی کے چکر لگانے لگے تھے۔

ویسے آپ نے ختم نبوت کے ایک علیحدہ پلیٹ فارم سے بھی عرب وعجم میں قادیانی فرقے کا بھرپور تعاقب کیا تھا، پاکستان میں بھی ہرسال چنیوٹ کے اندر وہ ختم نبوت کانفرنس اپنی صدارت میں منعقد فرماتے تھے، مجھ عاجز اور فقیر سے بھی دیرینہ مراسم تھے کیونکہ ملک صاحب بہت ہی ملنسار اور اعلیٰ اوصاف انسانیت سے متصف تھے، ایک دفعہ اُن کے حکم پر یہ عاجز بھی اُن کے ختم نبوت کے جلسے میں اُن کی تسلی وتشفی کے لئے حاضر ہوا۔

ایک دفعہ جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن میں ملاقات کے موقع پر میں نے احسن العلوم آنے کی دعوت دی ملک صاحب نے علوظرف وشرف اور احسان کا مظاہرہ کرتے ہوئے فوراً آنے کی حامی بھری اور احسن العلوم تشریف لائے اور نماز عصر کے بعد مختصر وعظ اور معنی خیز دعا فرمائی، ۔۔۔اللہ تعالیٰ ان کے بلند اقبال علوم ومحاسن کو اُن کے لئے زادِ آخرت بنائے۔

(حضرت رحمہ اللہ کی تصنیفی خدمات کے بارے میں حضرت مولانا زرولی خان صاحب حفظہ اللہ نے گزشتہ سال جو لکھا تھا اس میں حضرت رحمہ اللہ کے متعلق جو کلام ہے اس میں سے یہ بھی ہے کہ)

آج کل حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا محدث سہارنپوری ثم مہاجر المدنی والمتوفی بہا کی نسبت برادر، عرب وعجم کے مشہور اور محقق عالم اور پیر ہدی ملک عبدالحفیظ صاحب مکی مد ظلہ جو کئی وجوہِ مفاخر علم وعمل میں اپنے اقران میں ممتاز ہیں، انہیں کچھ عرصے سے اپنے بزرگوں کی کتابوں کو عمدہ عناوین، دیدہ زیب طباعت اور خاطر خواہ افادے اور استفادے ذخائر بنا کر طالبان تشنگان علوم کو سیراب کرنے کے لئے ملکات موہوبہ موجزن ہوئے ہیں۔

پھر حضرت والا مولانا زرولی خان صاحب حفظہ اللہ نے حضرت رحمہ اللہ سے ''الکنز المتواری فی معادن لامع الدراری وصحیح البخاری'' اور ''مسائل السلوک من کلام ملک الملوک'' کی طباعت ونشر کا تذکرہ فرمایا اور اس کو بہت اعلیٰ الفاظ سے سراہا۔

پھر لکھتے ہیں:

''ضروری وضاحت'' بزرگوارم ملک عبدالحفیظ صاحب سے اس وقت سے تعلق اور

تعارف رہا ہے جب یہ عاجز اور فقیر نیا نیا وارد حرمین ہوتا تھا، دوران تحریر ملک صاحب کی ملوکیت اور ان کی علم دوستی کے محافظات کے دریا آنکھوں کے سامنے موجزن ہوئے ہیں صرف دو اشعار پیش خدمت ہیں۔

اس وقت سے ترا میں پرستا رِ حُسن ہوں
دل کو میرے شعورِ محبت بھی نہ تھا

ما و مجنون ہم سبق بودیم در ایوان عشق
او بصحرا رفت ما در کوچہ ھا رسوا شدیم

پھر حضرت کی تصنیفِ عزیز "طبقات الحنابلة الصوفية" کا تذکرہ کر کے اس کو بھی خوب سراہا۔ (جزاهما الله خير الجزاء)۔

نوٹ: حضرت مولانا زرولی خان رحمۃ اللہ علیہ ۷ دسمبر ۲۰۲۰ بروز پیر کراچی میں انتقال کر گئے اور جامعہ احسن العلوم کی شاخ احسن آباد میں مدفون ہوئے۔

تاثرات

حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مظاہری مدظلہ العالی

العین، متحدہ عرب امارات

سرپرست جامعہ اسلامیہ مظفر پور اعظم گڑھ و مستشار

دیوان سموالشیخ سلطان بن زاید آل نہیان ابوظبی

(حضرت مولانا ڈاکٹر صاحب نے حضرت کی وفات پر بڑے آٹھ صفحات کا ایک مضمون لکھا ہے ہم اس کا اختصار نقل کرتے ہیں)

مورخہ 17 / جنوری سنہ 2017 عیسوی کو جناب مولانا محترم ملک عبدالحفیظ مکی صاحب رحمہ اللہ کے سانحہ وفات کی المناک خبر سن کر دل و دماغ پر بے حد اثر ہوا۔۔۔۔

حضرت شیخ الحدیث ﷫ ان کا بے حد خیال فرماتے، ناشتہ میں ان کے لئے لسی کا اہتمام کیا جاتا، اور مجلس ذکر میں ان کے ذکر کی ایک خاص کیفیت ہوتی۔۔۔۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ سے محبت وعقیدت اور ان کی کتابوں سے غیر معمولی شغف

مولانا عبدالحفیظ صاحب ﷫ کو حضرت شیخ الحدیث ﷫ سے غیر معمولی محبت وعقیدت تھی۔ اور ان کی خدمت کو سعادت سمجھتے تھے، رمضان المبارک میں حضرت شیخ کے مہمانوں کی خوب خدمت کرتے تھے، مولانا محترم کو حضرت شیخ کی ذات گرامی سے عشق تھا، ان کے پورے خاندان نے بالخصوص مولانا محترم نے حضرت شیخ کی اور ان کے خدام و متعلقین کی جو خدمت کی ہے وہ نادر المثال ہے، میری نگاہوں نے اس کا مشاہدہ کیا ہے، حضرت شیخ رحمہ اللہ کو بھی مولانا محترم سے اور ان کے والد سے بے پناہ محبت تھی، اور وہ بھی میری دیکھی ہوئی ہے۔ شنیدہ کے بود مانند دیدہ

ناچیز سے مولانا کی وابستگی:

اس طرح مجھے (بذل المجہود اور اوجز المسالک کی طباعت کے لئے) مصر بلانے میں مولانا عبدالحفیظ صاحب رحمہ اللہ کی تحریک تھی (کہ حضرت ہی کی رائے پر حضرت شیخ الحدیث

رحمہ اللہ نے حضرت مولانا ڈاکٹر صاحب کو ان کتابوں کی طباعت کے لئے منتخب فرمایا تھا)، اور ہمارے ساتھ تقریبا ایک سال قاہرہ میں ان دونوں کتابوں کی خدمت کے لئے ان کا قیام بھی رہا، وہ تواضع وخاکساری کے عجیب وغریب نمونہ تھے، اس قیام کے دوران ہم دونوں (یعنی حضرت مولانا ڈاکٹر صاحب اور مولانا عبد الرحیم متالا صاحب) کی بڑی ناز برداریاں کی، ہماری ہر فرمائش کو پورا کیا۔

ان کی وفات کی خبر سے جامعہ اسلامیہ میں غم واندوہ کی لہر دوڑ گئی، تعزیتی نشست منعقد ہوئی اور ایصال ثواب کا اہتمام کیا گیا، ناچیز نے اپنے اہل تعلق سے بھی ایصال ثواب کی تاکید کی۔

مولانا نے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "شریعت وطریقت کا تلازم" اور "الاعتدال فی مراتب الرجال" کی تعریب کر کے بھی شائع کی۔

ان کی دعاؤں میں بڑی تاثیر تھی، مسجد نبوی شریف میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے قیام کے دوران اکثر رمضان میں ختم سورہ یس کے بعد دعا مانگنے کا حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو ذمہ دار بنایا تھا، جس سے اس وقت ایک خاص سماں پیدا ہو جاتا تھا۔

وفات:

مولانا کو جنوبی افریقہ میں قلبی دورہ پڑا، اور ان کی روح قفص عنصری سے پرواز کر گئی، انا للہ وانا الیہ راجعون، ان کی نعش وہاں سے مدینہ منورہ منتقل کی گئی، اور حرم مدنی میں 19 جنوری بروز جمعرات فجر کی نماز کے بعد نماز جنازہ ادا کی گئی، امام حرم مدنی شیخ صلاح بن محمد البدیر نے نماز جنازہ پڑھائی، تقریبا ساڑھے تین ہزار علماء واہل علم اور دیگر حضرات نے سفر کر کے ان کی نماز جنازہ میں شرکت کی، اور ساڑھے آٹھ بجے جنت البقیع میں تدفین عمل میں آئی۔

تاثرات

اجل خلیفہ شیخ الحدیث رحمہ اللہ

حضرت مولانا عزیز الرحمن ہزاروی دامت برکاتہم العالیہ

ہمارے حضرت کے محبوب شاگرد، خادم خاص اور اجل خلیفہ

حضرت اقدس مولانا عبدالحفیظ مکی نوراللہ مرقدہ

کی خانقاہ مکی میں ڈیرہ ڈالے حج کے انتظار میں بیٹھا ہوں کہ ہمارے خواجہ تاش جامع المحاسن محبی ومحبوبی حضرت اقدس مولانا عبدالحفیظ مکی نوراللہ مرقدہ مدفون جنت البقیع کے منظور نظر اور خلیفہ مجاز برادر مکرم حضرت قاری خلیل اللہ صاحب زید مجدہ نے حکم فرمایا کہ حضرت رحمہ اللہ پر کچھ لکھو اور بہت جلد لکھ کر دو۔

احقر اس وقت قیام حرمین شریفین میں ذکر اللہ کے مبارک موضوع پر کچھ لکھنے میں مصروف ہے۔ تعمیل ارشاد میں لکھنا شروع کر دیا اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ مگر حضرت مکی رحمہ اللہ پر لکھنا کچھ آسان بھی نہیں۔ ان کی مبارک زندگی خود ایک کتاب ہے۔ ان کی خودنوشت سوانح حیات کا بیشتر حصہ کتاب ''حضرت شیخ اور ان کے خلفاء کرام'' میں موجود ہے جس سے ان کی مبارک زندگی روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے۔

حضرت مکی رحمہ اللہ کی کچھ سعادتیں:

ان کی ولادت 1946ء کے شروع میں شہر امرتسر (مشرقی پنجاب) میں ہوئی تھی، پھر تقسیم ہند کے بعد پاکستان لائے گئے پھر کچھ ابتدائی تعلیم پاکستان میں پائی پھر اپنے والد محترم کے ہمراہ یہاں مکہ مکرمہ تشریف لے آئے، پھر یہیں مقیم رہے۔ اور ہمارے حضرت شیخ بھی ہجرت کر کے مدینہ منورہ قیام پذیر ہوئے، حضرت مکی کے والد گرامی حضرت ملک عبدالحق صاحب رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ اور اکابر واولیاء وقت اور حجاج بیت اللہ کی میزبانی کا شرف عطا کیا تھا خاص کر وہ حضرت شیخ کے عاشق تھے ان کے رونے دھونے اور خدمات نے ان کے خاندان بالخصوص حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب کو حضرت شیخ کا

منظور نظر اور لاڈلا بنا دیا تھا۔نو عمری سے حضرت شیخ کی توجہات اور حضرت شیخ کی برکت سے وقت کے اکابر کی شفقتیں ان کو نصیب ہوئیں پھر وہ انگریزی تعلیم کیلئے جرمنی جانے سے بچ کر حضرت شیخ رحمہ اللہ کے جامعہ مظاہر العلوم کے طالب علم بنے اور وہیں سے دورہ حدیث شریف میں اول پوزیشن حاصل کر کے سند حدیث شریف حاصل کی پھر تو وہ سفر و حضر میں حضرت شیخ رحمہ اللہ کے ہی ہو گئے اور وہ واقعی فنافی الشیخ تھے۔

احقر کی ان سے رفاقت و نیاز مندی کا طویل عرصہ ہے۔ان کی حضرت شیخ سے انقیاد و افتقاری محبت کو دیکھ کر نہ صرف رشک بلکہ رونا آتا تھا۔

خود حضرت شیخ رحمہ اللہ نے اس باوفا مرید، خادم اور شاگرد رشید کا تذکرہ اپنی تحریرات میں جس انداز سے کیا ہے وہ بھی بہت شیریں ہے

حضرت شیخ رحمہ اللہ کے فرزند ارجمند مخدومنا المکرم حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب دامت برکاتہم کے ساتھ بھی ان کی محبت قابل رشک رہی۔ان کے سامنے اسی عقیدت ومحبت سے بیٹھتے تھے اور معاملہ کرتے تھے جو اپنے شیخ رحمہ اللہ سے کرتے تھے بلکہ حضرت شیخ رحمہ اللہ کے خاندان کے ہر فرد سے ان کی محبت بڑوں کا ادب واحترام اور چھوٹوں پر شفقت بھی اپنی مثال آپ ہے۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ کے خلفاء کرام اور متوسلین سے ان کا معاملہ بھی اسی زمرے میں تھا۔احقر سے بھی بلکہ میرے پورے خاندان سے ان کی محبتیں اور شفقتیں اب رلاتی ہیں۔

آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے محبت اور خیر خواہی کا منظر بھی احقر کے سامنے ہے ۔حقیقت یہ ہے کہ اس عظیم انسان نے جن کو حضوری حاصل تھی اور صاحب کشف و کرامات تھے ان کے مکاشفات کو قطب الاقطاب برکۃ العصر عظیم محدث حضرت شیخ رحمہ اللہ اپنے روزنامچے میں لکھواتے تھے۔

اگرچہ ان کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بہت ہوتی تھی مگر ان کا ظرف بہت وسیع تھا اور تواضع کے پردوں میں مستور تھے۔

اللہ تعالیٰ شانہ کے بندوں اور آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی خیر خواہی

ایک عاشق صادق کیلئے سب سے زیادہ جو بات اہم ہوتی ہے وہ اپنے خالق و مالک کریم رب اور اپنے محبوب نبی آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر شفقت اور ان کی دینی و دنیاوی خیر خواہی ہوتی ہے۔

اس صفت میں آپ ممتاز تھے۔ ہمیشہ غریبوں کی اور محتاجوں کی مدد کرتے تھے۔اور روحانی فیض رسانی کرنا تو اپنے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی نیابت تھی۔وہ دنیا بھر میں اسی غرض سے جوانی کے بعد معذوریوں میں بھی سرگرداں اور بے چین تھے پردیس اور غریب الوطنی میں ان کا وصال اس پر شاہد عدل ہے

والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس

حضرت مکی حسن اخلاق کا مرقع تھے۔ہنس مکھ تھے اور عفو و درگذران کا شیوہ تھا، وہ اس آیت شریفہ والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس کا مصداق تھے، اپنوں سے نفرت ان کے مزاج سے کوسوں دور تھی۔ ہر ایک ملنے والا تعلق والا یہی سمجھتا تھا کہ یہ تو بس میرے ہیں۔ان کی زندگی میں بعض دکھ بھرے واقعات بھی پیش آئے جوان کو شدید غصہ میں مبتلا کرنے کیلئے کافی تھے مگر انہوں نے نہ تو خود انتقام لیا بلکہ اپنے احباب واعزہ کو بھی منع کیا۔ کچھ ناعاقبت اندیشوں نے اکابر کے ہاں ان کے بارے میں غلط سلط باتیں پہنچائیں تاکہ وہ اپنے مذموم مقاصد حاصل کر سکیں۔اس میں ایک دلخراش واقعہ ایسا بھی ہے جو کہ حضرت کے خواجہ تاش ایک بزرگ کا ہے جو اب اللہ کو پیارے ہو گئے، اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر اپنی عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ میرے بارے میں بھی ان کو ایسی خبریں پہنچائی گئیں۔بعد میں انہوں نے حضرت سید مفتی مختار الدین شاہ زید مجدہ خلیفہ مجاز حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا عبدالوحید صاحب زیدہ مجدہ خلیفہ مجاز مولانا محمد طلحہ صاحب دامت برکاتہم کی موجودگی میں ایک تحریر لکھ کر دی کہ مجھے غلط باتیں پہنچائی گئیں ہیں اور میرا دل صاف ہے۔

چونکہ حضرت اقدس مولانا محمد طلحہ صاحب دامت برکاتہم کو حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے غیر معمولی محبت ہے۔ ان بزرگ کے رویے سے حضرت کو شدید صدمہ تھا۔ اس کے ازالے کیلئے حضرت دامت برکاتہم کی موجودگی میں انہوں نے حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی اور ان کے بھائی حضرت مولانا عبدالوحید صاحب زید مجدہ سے زار و قطار رو رو کر معافی مانگی اور بہت محبت اور اصرار سے ان کی دعوت بھی کی۔ پھر جنازے کے بعد حضرت مکی کی قبر پر بھی وہ زار و قطار روتے رہے۔ اگرچہ وہ بزرگ پہلے حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی رحمۃ اللہ علیہ کی کفالت میں تھے مگر ان حضرات نے اپنی محبت اور شفقت پر آنچ نہیں آنے دی۔ یہی حال سب کے ساتھ تھا اور اب تو ہر کوئی یہی کہے گا:

وفائیں میری یاد کرو گے   رو رو کے فریاد کرو گے

صلہ رحمی میں اتباع سنت:

ہمارے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو اتباع سنت کا شدید اہتمام تھا۔ وہ اکثر یہ نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ موت کو دل سے یاد رکھو۔ اتباع سنت کا اہتمام کرو اور فارغ اوقات میں درود شریف کی کثرت رکھو۔ چنانچہ حضرت کی اس نصیحت کا خصوصی اثر حضرت کے لوگوں پر بھی ہے۔ حضرت مکی بھی اس پر عامل تھے۔ صلہ رحمی کی سنت میں ان کا مقام بہت ممتاز تھا، اپنے خاندان کے دکھ درد میں شرکت ان کی دینی و دنیاوی حاجات میں مدد ان کا شیوہ تھا، بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ وہ اپنے پورے خاندان کو منور کر دیتے ہیں۔ حضرت مکی کا خاندان ان کی جدائی کے بعد جس طرح منظم درد مند اور ان کے مشن پر کاربند ہے وہ بھی ایک مثال ہے۔ اللھم زد فزد۔

حضرت مکی حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال تک:

حضرت مکی رحمہ اللہ نے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال تک طویل عرصہ اپنے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی مکمل نگرانی اور تصرف میں گزارا اور کسی قسم کی مصروفیت کو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں حارج نہ ہونے دیا۔ خاص کر رمضان المبارک کے مہینوں اور عموماً تمام اوقات میں مکمل

انقیاد کے ساتھ حضرت شیخ کی صحبت میں گزارے۔

مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کی تدریس حدیث ہو یا دعوت وتبلیغ میں امریکہ جاپان برطانیہ ہندوپاک خلیج کے تبلیغی چلے سب حضرت شیخ رحمہ اللہ کے حکم اور سرپرستی میں انجام دیئے۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ کی تصانیف کو فروغ دینے کیلئے مکہ مکرمہ میں مکتبہ امدادیہ اور مدینہ منورہ میں مطابع الرشید کو حضرت شیخ رحمہ اللہ کی اجازت ورغبت سے قائم فرمایا۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ کی معرکۃ الآراء تصنیف اوجز المسالک اور بذل المجہود کی اشاعت کے واسطے مصر میں طویل قیام فرمایا جس سے حضرت شیخ کی خصوصی توجہ، اعتماد اور دعائیں نصیب ہوئیں۔اس سعادت کا تذکرہ مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی نے سوانح حضرت شیخ رحمہ اللہ میں اور خود حضرت شیخ رحمہ اللہ نے اپنی آپ بیتی میں جگہ جگہ ذکر فرمایا ہے۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ کے وصال کے بعد:

حضرت شیخ رحمہ اللہ کے وصال کے بعد حضرت کے تعلیمی اور اصلاحی سلسلے کو قائم رکھتے ہوئے آپ نے کئی عربی اور اردو رسائل تصنیف کئے اور اپنے شیخ رحمہ اللہ کی عظیم شرح بخاری شریف الکنز المتواری ۲۴ جلدوں میں مرتب فرمائی۔ جس کی تقریب رونمائی اور تقسیم ہمارے دار العلوم زکریا اسلام آباد میں حضرت شیخ الحدیث سیمینار میں ہزاروں اکابر اور علمائے کرام کی موجودگی میں ہوئی تھی۔اس کے علاوہ اکابر علمائے دیوبند کی کئی خصوصیات علمی کاوشوں اور صحیح نہج پر شرعی تصوف کو عالم عرب پر آشکارا فرمایا۔

حجاز مقدس کے علاوہ پاک وہند بنگلہ دیش انڈونیشیا یورپ امریکہ اور افریقہ میں اصلاحی سلسلہ قائم فرمایا، الحمدللہ اب ان کے صاحبزادگان اور برادران گرامی قدر اس سلسلہ کو سنبھالے ہوئے ہیں۔اللھم زد فزد، اعلاء کلمۃ اللہ اور باطل کی سرکوبی کے واسطے سعی جمیل فرمائی بالخصوص ردقادیانیت کے سلسلے میں انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے تحت جس کے آپ امیر تھے پوری دنیا میں قادیانیت کا تعاقب کیا۔اپنی قیمتی آراء اور روحانی سرپرستی سے اہل حق کی تقریبا تمام جمعیتوں اور جماعتوں کی سرپرستی فرمائی اور ان کی ہر نوع کی مدد

کی۔آپ نے بڑی تعداد میں ایسے رجال کار تیار کیے جو مدارس مساجد اور خانقاہوں کے علاوہ سیاسی تبلیغی رد فرق باطلہ اور دین کے مختلف میدانوں میں نمایاں خدمات انجام دے رہے ہیں۔

کشمیر افغانستان برما فلسطین اور شام کے مظلوم مسلمانوں کے لئے ہر جگہ آواز اٹھائی۔اپنے پہلے وطن پاکستان کے تحفظ واستحکام کے لئے کوشاں رہے وہ اپنے دوسرے اور اصلی وطن حرمین شریفین کے دفاع کے لئے رات دن سرگرداں رہے۔اپنے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی طرح آخری سفر جنوبی افریقہ کا کیا۔حضرت شیخ واپس ہوئے تو یا کریم یا کریم کا ورد کرتے ہوئے مدینہ شریف جنت البقیع پہنچ گئے۔اور یہ عاشق صادق بھی جنوبی افریقہ سے آخری وقت سورہ یس کی آیت کا ورد کرتے ہوئے سیدھے جنت البقیع پہنچ گئے۔ فرحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

واقعی ایں سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

اللہ جل شانہ میرے حق میں بھی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی دعا کو قبول فرمائیں۔

وما ذلک علی اللہ بعزیز

فقیر محمد عزیز الرحمن عفی عنہ

مکہ مکرمہ

۳ ذی الحجہ ۱۴۳۸ھ

نوٹ: حضرت مولانا پیر عزیز الرحمٰن ہزاروی نور اللہ مرقدہٗ ۲۳ جون ۲۰۲۰ء بروز منگل وفات پاگئے اور دار العلوم زکریا ترنول راولپنڈی میں مدفون ہوئے۔

حصہ ثانی

حضرت کی آپ بیتی

حضرت کے اپنے قلم سے

حضرت کے سن پیدائش سنہ 1946 عیسوی غالباً
مطابق سن 1365 ہجری سے سن 1430 ہجری مطابق
غالباً سن 2008 یا 2009 عیسوی تک میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبي بعده وعلى آله وأصحابه وأزواجه وأتباعه أجمعين وبعد:

چونکہ ہمارے دادا پیر حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ کے انتقال کے بعد حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء کرام کے حالات حضرت مولانا طلحہ صاحب مدظلہم العالی اور ہمارے حضرت مولانا عبد الحفیظ نور اللہ مرقدہ اور حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے نواسے مولانا سید محمد شاہد صاحب سہارنپوری حفظہ اللہ کے مشورہ سے ایک جگہ جمع کئے گئے تھے اور ہمارے حضرت و مرشد مکی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات بھی ان کے اپنے قلم سے وہاں درج ہوئے تھے تو انہی درج شدہ حالات سے تبرکاً ابتداء کرتا ہوں، لیکن چونکہ سہولت اور یاد دہانی کی خاطر حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے خلفاء کو سوال نامہ بھیجا گیا تھا کہ اس کے تحت وہ حضرات اپنے حالات زندگی لکھیں، اور ہمارے حضرت نے بھی سوالات کے ذکر کئے بغیر انہی سوالات کا لحاظ کر کے حالات ذکر کئے تھے، اور قاری جب سوالات کو دیکھے بغیر صرف حالات پڑھتا ہے تو ان حالات کی عبارات میں کئی جگہ مناسبت معلوم نہیں ہوتی اور بعض جگہ قاری کو تشویش بھی ہوتی ہے اس لئے میں نے ضروری سمجھا کہ حضرت کے حالات سوال وجواب کے انداز سے سامنے لائے جائیں تا کہ ہر عبارت موزوں ہی محسوس ہو جو حقیقت میں موزوں ہی ہے اور قاری تشویش میں بھی نہ پڑے، لہٰذا سوالات کو سوالنامہ سے جو کتاب حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ اور ان کے خلفاء کرام" ناشر حضرت مولانا محمد یوسف متالا کے جزء ثانی میں صفحہ نمبر 10 سے نمبر 13 تک درج ہیں سے ان شاء اللہ لکھے جائیں گے اور حضرت کے لکھے ہوئے حالات اسی کتاب کے جزء ثانی میں صفحہ نمبر 197 تا 226 سے جوابات کے انداز میں لکھے جائیں گے۔

حضرت مولانا الحاج ملک عبدالحفیظ صاحب

زید مجدہم

سوال:

مکمل اسم گرامی کیا ہے اور، پتہ، فون نمبر؟۔

جواب:

اسم گرامی: عبدالحفیظ بن عبدالحق بن ملک سراج الدین

فون نمبر مکتبہ 5748805، فون نمبر گھر 5746589 (یہ نمبر تبدیل ہو چکے)

سوال:

آپ کی تاریخ پیدائش، بچپن کی تعلیم وتربیت، اعلی دینی تعلیم، تعلیم سے فراغ، نکاح، اولاد، دینی خدمت کا آغاز، موجودہ مشغلہ، اب تک کی آپ کی زندگی کے خصوصی واہم احوال مختصر طور پر تحریر فرمائیں۔

جواب:

ولادت: پیدائش 1946ء کے شروع میں شہر امرتسر (مشرقی پنجاب) میں ہوئی تایا جان ملک غلام رسول صاحب نے اہتمام سے اپنی ڈائری میں اور سب گھر والوں کے ساتھ میری تاریخ پیدائش بھی لکھی ہوئی تھی، مگر تقسیم ہند کے ہنگامے میں غالباً وہ ڈائری گم گئی البتہ خاندان کے اکثر افراد سے یہ سنا ہے کہ تقسیم کے وقت میری عمر سوا سال تھی اور رضاعت کا زمانہ تھا۔

فیصل آباد میں تعلیم:

چونکہ امرتسر سے ہجرت کر کے فیصل آباد (لائلپور) منتقل ہو گئے تھے لہذا جب عمر تقریباً پانچ سال کی ہوئی تو لائلپور کے مشن اسکول میں داخل کرا دیا گیا کہ وہاں ساری تعلیم ابتداء سے انتہاء تک انگریزی میں ہوتی تھی اور پڑھانے والی سسٹرز ہوتی تھیں جن میں اکثر انگریز تھیں کچھ ماہ ہی اس اسکول میں پڑھا۔

بڑوں کا خیال تھا کہ یہاں تعلیم اچھی ہوگی اور بڑا ہو کر ڈاکٹر بنے گا مگر بعد میں کچھ دینی حمیت والے سمجھدار دوستوں نے والد صاحب مدظلہ العالی کو متنبہ کیا کہ اس اسکول میں تو آگے جا کر اس بچے کا ذہن خطرے میں پڑ جائے گا تو والد صاحب نے وہاں سے اٹھا کر جونیئر اسکول میں داخل کرادیا جس کے ہیڈ ماسٹر ایک سابق ڈپٹی صاحب نیک خصلت بزرگ تھے یہاں بھی شاید ایک سال ہی پڑھا ہوگا پھر مکہ معظمہ آنا ہوگیا

مشن اسکول میں داخل ہونے سے پہلے ہی گھر میں دادی جان چونکہ محلے کی لڑکیوں کو قرآن شریف وغیرہ پڑھاتی تھیں انہی سے میں نے بھی پورا قرآن شریف ناظرہ پڑھا البتہ بعد میں اسکول کے دوران ایک حافظ صاحب سے ٹیوشن میں قرآن شریف کچھ مدت پڑھا گویا پہلے پڑھے کی تصحیح کی

مکہ مکرمہ میں تعلیم:

مکہ معظمہ الموافق 1373 ھ کے حج میں والد صاحب اپنے بیوی بچوں کو لیکر آئے، شوال میں مکہ معظمہ پہنچے حج سے قبل وبعد غالباً مدرسہ صولتیہ میں کوئی ہندوستان کے قاری صاحب تھے ان سے کچھ دن قرآن شریف قراءت سے پڑھا۔

پھر محرم 1374 ھ میں المدرسۃ السعدیۃ الابتدائیہ میں دوسری جماعت میں داخلہ لیا اور دوسری تیسری اور چوتھی یہیں پاس کیں، چھٹیوں میں پانچویں جماعت کی کتابیں خارج میں الاستاذ الشیخ عبداللہ حافظ (جو مسجد وزہ کے امام طویل عرصہ تک رہے، از حضرت کے بھائی عبدالصمد حفظہ اللہ) کے ہاں پڑھیں اور میں نے اور میرے ساتھ بھائی خالد بن ضیاء الدین صاحب نے بھی پانچویں کا امتحان دے کر المدرسۃ الرحمانیۃ میں چھٹی جماعت میں داخلہ لیا، سال کے بیچ میں یہاں المدرسۃ الفیصلیہ میں منتقل ہوگئے اور المدرسۃ الفیصلیہ سے ہی شہادۃ ابتدائیہ پاس کیا

پھر متوسطہ میں مدرسۃ الزاھر المتوسطۃ میں ساتویں کا داخلہ لیا اور یہیں ساتویں، آٹھویں، نویں (کفاءۃ) پاس کیں اور پھر المدرسۃ العزیزیۃ الثانویۃ میں داخلہ لیا، یہیں دسویں پاس کی اور گیارھویں القسم الأولی میں قصص تاریخ مضمون لیا اور یہیں

گیارھویں اور بارھویں (توجیہی) پاس کی

اعلیٰ تعلیم کے لئے یورپ جانے کی تجویز اور تنسیخ

سنہ 1384ھ کے شروع میں یہ امتحان پاس کیا اور اس میں اتنے نمبر آئے کہ حکومت سعودیہ کے خرچ پہ یورپ یا امریکہ جا کر اونچی تعلیم حاصل کرسکتا تھا چونکہ میرے ہم جماعت اور دوست بھی باہر جارہے تھے جن میں خصوصاً میرے دوست عدنان کا بھی جرمنی جانے کا ارادہ تھا، اس لئے والد صاحب سے اس کا تذکرہ کیا، انہوں نے بہت قیمتی نصائح فرمائے خصوصاً دینداری اور باہر جا کر نیک لوگوں سے تعلق وغیرہ کی بہت تاکید فرما کر اجازت دے دی، اور میں نے درخواست بھی ریاض بھجوادی، کچھ دنوں کے بعد حضرت مولانا عبیداللہ صاحب بلیاوی (یکے از خلفاء حضرت شیخ قدس سرہ) کو جب اس کا علم ہوا تو انہوں نے اپنے تعلق ومحبت کی بناء پر والد صاحب کو بہت زوردار طریقے سے سمجھایا کہ اس طرح تو اس کے ہاتھ سے نکلنے کا بہت زیادہ اندیشہ ہے، والد صاحب کی سمجھ میں بات آگئی اور انہوں نے گھر آ کر اعلان فرمادیا کہ عبدالحفیظ کو یورپ وغیرہ نہیں بھیجنا۔

مجھ پر اس ممانعت کا بہت زیادہ اثر ہوا، خاص طور سے اس وجہ سے بھی کہ اس دوران میں نے سب دوستوں میں اعلان کر دیا تھا کہ میں بھی باہر جاؤں گا چونکہ والد صاحب کی اجازت سے قبل میں ہر ایک سے یہی کہتا تھا کہ شاید والد صاحب اجازت نہ دیں اس لئے ریاض یونیورسٹی میں ہی پڑھوں گا مگر جب اجازت دیدی تو بہت خوشی ہوئی اور دوست بھی بہت خوش ہوئے تھے، اور اب ممانعت کا بتاتے ہوئے بہت شرم لگ رہی تھی اور میرا دل اس سے بس ٹوٹ سا گیا، مگر الحمدللہ اتنا تھا کہ ذہن میں یہ بات نہیں آرہی تھی کہ میں والد صاحب کی منشاء کے بغیر سفر کر جاؤں اور ان کی مرضی کے خلاف کوئی قدم اٹھالوں کہ والدین کی تربیت اور جماعت کے ساتھ جو وقت لگتا رہتا تھا اس کی برکت سے اتنی بات دل میں بیٹھی ہوئی تھی کہ ہر مسئلہ صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے اور والدین کی ناراضگی کے ساتھ جو کام ہوگا وہ اللہ کے ہاں بھی مقبول نہیں ہوگا تو وہ کیسے ٹھیک ہوسکتا ہے؟ اس لئے رو

رو کر سفارشیں کروا کر یہی کوشش کرتا رہا کہ والد صاحب ہی دوبارہ اجازت دے دیں، مگر والد صاحب اپنی جگہ طے کر چکے تھے کہ اسے نہیں بھیجنا۔

سفر ہند و پاک:

حتی کہ جب مجھے والد صاحب مکہ مکرمہ سے لے کر فیصل آباد (لائلپور) گئے کہ وہاں سے ہندوستان جا کر مجھے ایک سال کے لئے حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب رحمہ اللہ کے پاس چھوڑنا طے ہوا تھا، اور فیصل آباد میں میرے تایا جان نے ابا جان سے ذرا سختی سے فرمایا کہ:

''اس طرح اولاد کے ساتھ کرنا ٹھیک نہیں''

تو والد (صاحب) کو اللہ تعالی بہت ہی جزائے خیر دے اور اعلی سے اعلی درجات سے نوازیں انہوں نے ان سے بھی زیادہ زور سے کہا کہ:

''تم چاہے سب رشتے دار ناراض ہو جاؤ میں اسے وہاں بھیج کر ضائع نہیں کروں گا، اسے ہندوستان جانا ہوگا اور وہاں بزرگوں کی جوتیاں سیدھی کرنا ہوں گی چاہے خوشی سے چلے چاہے ناراضگی سے''

حضرت والد صاحب کی سچی محبت اور اخلاص نے کام کیا اور باوجود اس کے کہ اس کا مجھ پر بہت اثر تھا اور کئی ماہ تک رہا مگر الحمد للہ اتنا ہو گیا کہ جب میرا ایک سال تبلیغی جماعت میں پورا ہو گیا جس میں سے اکثر وقت حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت و معیت خاصہ میں ہی گزرا تو میں نے حضرت والد صاحب مدظلہ العالی کو عریضہ لکھا کہ:

''یہ تو اب میں نے طے کر لیا ہے کہ یورپ و امریکہ کچھ پڑھنے کے لیے تو جانا نہیں، ویسے اللہ تعالی اپنے دین کے لیئے لے جاویں تو اس کا فضل و کرم ہے۔ لہٰذا اب میرے لیے کیا حکم ہے؟''

تو والد صاحب نے جواباً تحریر فرمایا کہ:

’’اب آئندہ کا نظام بھی وہیں سے طے کر کے آؤ‘‘

جب والد صاحب ہندوستان مجھے چھوڑنے آئے تو حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ مع اپنے قافلے کے کاوی کے اجتماع میں تھے، ہم لوگ تیسرے دن دعاء کے بعد ظہر کے بعد حضرت جی کی خدمت میں پہنچے اور ابا جان نے سارا ماجرا حضرت جی کو سنایا اور رو رو کر دعاء اور توجہ کے لئے عرض کیا اور پھر سفر میں کچھ دن ساتھ ہی رہے، مراد آباد کے اجتماع کے بعد والد صاحب مجھے حضرت جی کے ساتھ ہی چھوڑ کر رخصت ہوئے تو الوداعی ملاقات میں بہت زیادہ اس سیاہ کار و بدکار کی وجہ سے روئے اور حضرت جی اور حاضرین کو بھی خوب رلایا جس کی برکت سے میرا پتھر سے زیادہ سخت دل بھی کچھ نرم ہونے لگا۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے التماس دعاء:

اور پھر والد صاحب وہاں سے سیدھا سہارنپور شریف لے گئے اور آقائی و مولائی حضرت شیخ قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

اس حاضری کا نقشہ حضرت قدس سرہ بعد میں بذات خود کھینچ کر اس سیاہ کار کو سنایا کرتے تھے اور ہمیشہ یہ الفاظ فرماتے کہ:

’’تمہارے ابا جان نے تو رو رو کر آسمان سر پر اٹھا لیا تھا اور ہم سب کو بھی بہت رلایا، بس یہ کہتے تھے کہ عبدالحفیظ کے لیے دعاء کریں‘‘

ان کی اس تڑپ اور اخلاص اور حضرت قدس سرہ کے رحم و کرم کا نتیجہ ہی تھا کہ اخیر دم تک حضرت شیخ قدس سرہ اعلی اللہ مراتبہ کی شفقت و عنایات بغیر کسی ادنیٰ استحقاق اس بدکار و سیاہ کار پر رہیں۔

والد صاحب کے گرامی نامہ کے بعد میرے دل میں حضرت شیخ قدس سرہ سے بیعت کا جذبہ پیدا ہوا، تو والد صاحب کو عریضہ لکھا انہوں نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ:

’’حضرت شیخ ہی سے اپنا آئندہ کا نظام بنوالو‘‘

لہٰذا میں نے حضرت مولانا انعام الحسن صاحب مدظلہ سے اس اپنی اور والد صاحب کی خط و کتابت کا ذکر کیا تو وہ بھی بہت ہی خوش ہوئے اور فرمایا کہ:

''ضرور حضرت شیخ سے بیعت ہو جاؤ اور انہی سے اپنا آئندہ کا انتظام بھی بنوالو''

اور بہت دعائیں دے کر سہارنپور کے لئے رخصت فرمادیا۔

تنبیہ از خلیل اللہ اور ہمارے حضرت کی پہلی بیعت حضرت رائے پوری سے

حضرت کے فرمان ''والد صاحب کے گرامی نامہ کے بعد میرے دل میں حضرت شیخ قدس سرہ سے بیعت کا جذبہ پیدا ہوا الخ'' سے ظاہراً یہ لگتا ہے کہ والد صاحب کے مشورہ سے ابتداء ہی سے حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہونے کا طے ہوا، حالانکہ ایسا نہیں ہوا اور یہ اختصار ہے جیسا کہ سوالنامہ میں اختصار کا کہا گیا تھا، اور حقیقت یہ ہے کہ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے خود پہلے ہمارے حضرت کو حضرت کی پندرہ سال کی عمر میں سن 1381 ہجری میں حضرت مولانا عبد القادر رائے پوری سے بیعت کروایا تھا جس کا خود ہمارے حضرت بھی آئندہ اپنے حالات کے اخیر میں سوال ''کیا آپ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ سے بیعت ہونے سے قبل کسی اور سے وابستہ تھے یا براہ راست حضرت ہی سے ابتداء بیعت ہوئے'' میں مفصل تذکرہ فرمائیں گے، ہاں حضرت مولانا عبد القادر رائے پوری کے انتقال کے بعد ہمارے حضرت نے اپنے والد ماجد ملک عبد الحق صاحب سے خط و کتابت کے ذریعے مشورہ کر کے صفر سنہ 1385 ہجری میں حضرت شیخ الحدیث سے رجوع کیا، اور یہاں اُسی گرامی نامہ کا تذکرہ ہے، اور یہ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ سے بیعت والا سہارنپور کا سفر بھی سہارنپور کا دوسرا سفر ہے ابتدائی سہارنپور والا سفر نہیں، چنانچہ اس کی تفصیل اور صراحت حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی آپ بیتی نمبر 7 صفحہ نمبر 368 میں ہے حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

''عزیز عبد الحفیظ سلمہ کو اس کے والد صاحب نے سب سے پہلے 81ھ میں اس ناکارہ کے پاس سہارنپور بھیجا تھا''۔

پھر چار سطر بعد حضرت شیخ الحدیث ﷫ تاج القادری صاحب ﷫ کے خط کا خلاصہ ذکر فرماتے ہیں کہ

”اگست 1961 عیسوی کے پہلے ہفتے کی بات ہے کہ جناب مفتی زین العابدین نے مجھے (یعنی تاج القادری صاحب ﷫ سے) فرمایا اور کہا کہ مکہ سے ملک عبدالحق صاحب کا لڑکا عبدالحفیظ آیا ہوا ہے چونکہ انہیں معلوم تھا کہ میرے پاس انڈیا کا ویزا موجود ہے اس کو میں تمہارے ساتھ حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ العالی کی خدمت میں بیعت کے لئے بھیجنا چاہتا ہوں، میں نے حامی بھر لی اور دوسرے یا تیسرے دن ہم انڈیا کے عازم سفر ہوئے۔۔۔۔۔ رات کے ساڑھے تین بجے ریل سہارنپور پہنچی اور سیدھے مدرسہ پہنچے، حضرت شیخ سے ملاقات صبح کو ہوئی، چائے کے وقت میں نے عبدالحفیظ کا تعارف حضرت شیخ سے کرایا اور حاضری کا مقصد بیان کیا، حضرت شیخ نے بیان فرمایا کہ تم رائے پور جا رہے ہو چلے جاؤ اس کو یہاں چھوڑ جاؤ، میں ایک ہفتہ بعد واپس ہوا اور دریافت کیا شیخ نے فرمایا کہ ابھی بیعت نہیں ہوا تم اس سے خود پوچھ لو وہ چاہتا ہے یا نہیں؟ اس نے نوعمری کی وجہ سے صاف جواب نہیں دیا، اس پر شیخ نے فرمایا کہ اس کو لے کر تم رائے پور چلو میں بھی کل آرہا ہوں، چنانچہ دوسرے دن پہنچ گئے اور نماز عصر سے پہلے مجھ سے فرمایا کہ عبدالحفیظ سے کہو کہ غسل کرے حضرت سے بیعت کرا دوں گا، اور عصر کے بعد حضرت شیخ نے حضرت (مولانا عبدالقادر) رائے پوری سے بیعت کرا دیا، شیخ تو سہارنپور واپس آئے اور عبدالحفیظ وہیں رہ گیا، چند روز کے بعد عبدالحفیظ کا نظام، نظام الدین مولانا یوسف صاحب کی خدمت میں جانے کا تھا، میرا ویزا چونکہ دہلی کا نہیں تھا اس لئے خانقاہ میں مشورہ ہوا، اتفاق سے شاہ نفیس احمد دہلی جانے والے تھے، ان کے ساتھ عزیز عبدالحفیظ کو بھیج دیا، 20 اگست 61 عیسوی رائے پور سے عزیز موصوف دہلی پہنچ گیا، عبدالحفیظ وہاں جماعت کے ساتھ روانہ ہوا اور وہاں سے لائلپور واپس چلا گیا۔ (تاج القادری صاحب ﷫ کا کلام مکمل ہوا اور آگے حضرت شیخ الحدیث ﷫ کا کلام ملاحظہ ہو فرماتے ہیں)

حضرت قدس سرہ کے وصال کے بعد اس نے اس ناکارہ سے رجوع کیا، مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آخری سفر پاکستان میں ان کے ساتھ رہا، وصال کے بعد صفر سنہ 85 ہجری میں سہارنپور دوبارہ گیا اور اس سفر میں اس ناکارہ سے رجوع کیا اس کے بعد وقتاً فوقتاً سہارنپور کی آمد ورفت ہوتی رہتی اور 88ھ میں ایک سال دورہ حدیث کے لئے قیام بھی کیا، وہ سال اس ناکارہ کی تدریس حدیث کا آخری سال تھا، اس کے بعد اپنے امراض کی وجہ سے یہ ناکارہ تدریس حدیث سے معذور ہوگیا، 27 رمضان 1486 ہجری کی شب میں اس نابکار نے اپنی نااہلیت کے باوجود عزیز موصوف کو بیعت کی اجازت بھی دے دی، اللہ تعالیٰ ترقیات سے نوازے"۔ (حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی آپ بیتی سے کلام ختم ہوا)

خلیل اللہ عرض کرتا ہے کہ جب ہمارے حضرت کی حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ سے بیعت سنہ 1381 ہجری میں ہوئی اور ان کے وصال کے بعد حضرت شیخ الحدیث سے رجوع سنہ 1385 میں ہوا تو پتہ چلا کہ دونوں بیعتوں کے درمیان فصل چار سال کا ہے، اور یہ ہم نے اس بیعت اول کی وضاحت اور تفصیل اس لئے کی ہے کہ جہاں حضرت کے حالات زندگی مذکور ہیں وہاں سوالنامہ سے کوئی سوال نہیں ہے صرف جوابات ہیں اور بیعت اول یعنی حضرت عبدالقادر رائے پوری والی کا تذکرہ موخر ذکر ہوا اور بیعت ثانی یعنی حضرت شیخ الحدیث والی بیعت کا تذکرہ مقدم ہوا تو قاری پڑھتے پڑھتے تشویش میں پڑتا ہے، اب یہاں دونوں بیعتوں کی وضاحت اور ہر جواب سے پہلے اس کا سوال ذکر کرنے سے ان شاء اللہ تشویش نہیں ہوگی۔ اور اب آگے ہمارے حضرت جامع شریعت وطریقت کا کلام ملاحظہ ہو)

(حضرت رائے پوری کے وصال کے بعد حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی درخواست:

سہارنپور پہنچ کر (یعنی سہارنپور کے دوسرے سفر میں حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد) اس سیاہ کار نے غالباً دوسرے ہی دن حضرت شیخ قدس سرہ

سے تخلیہ میں وقت مانگا، حضرت نے ہمیشہ کی شفقت کی بناء پر مغرب کے بعد کچے گھر آنے کے لئے فرمایا، اس تخلیہ کی تفصیل ذکر کرنے سے قبل ایک بات ضروری عرض کرنی ہے کہ چونکہ تقریباً آٹھ سال کی عمر (1954ء) میں یہ سیاہ کار مکہ مکرمہ والدین کے ساتھ آگیا تھا اور پھر اس وقت سے وہیں کی فضا میں رہتا ہوا اور وہیں کے مدارس عصریہ (اسکول) حکومیہ میں 1384ھ مطابق 1964ء تک پڑھا اور جیسے کہ عام طور پہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں تصوف کے خلاف جذبات ہوتے ہی ہیں، یہاں بھی یہی حال تھا، ان جذبات سے اچھا خاصا متاثر تھا، مگر حضرت شیخ قدس سرہ اور پھر بعد میں حضرت جی مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ان کے آخری ایام میں تقریباً سات ماہ اور بقیہ ایام سال حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب کے ساتھ رہنے سے اتنا تو ذہن صاف ہو چکا تھا کہ یہ حضرات اکابر ان صوفیوں میں سے نہیں ہیں کہ جن کے خلاف مدرسے میں جذبات تھے کہ صوفی عام طور پہ دین کے نام پر دنیا کماتے ہیں اور سیدھے سادھے لوگوں کو دھوکہ دے کر اپنا الو سیدھا کرتے ہیں، مگر پھر بھی چونکہ حجاز میں کچھ دینی لوگوں کے ساتھ رہا تھا اور یہاں مدارس (اسکولز) میں بھی دینی مواد خوب پڑھائے جاتے ہیں اور وہ دینی اساتذہ ہی پڑھاتے ہیں، ان کا ایک خاص مزاج ہے کہ ہر بات دلیل سے ہونی چاہیے۔ اس لئے جو وقت تبلیغ میں لگا ایک سال سے کچھ زائد اس میں عام طور پہ ساتھیوں میں (جو کہ پرانے ممتاز تبلیغی حضرات ہی ہوتے تھے) کبھی کبھی یہ بات نکل آتی کہ "کیا بیعت کے بغیر کوئی شخص کمال تک نہیں پہنچ سکتا؟" تو عام طور پر یہی جواب ملتا کہ:

"بیعت کے بغیر کمال ناممکن ہے"

جس پر یہ سیاہ کار اپنی طبعی تیزی کی بناء پر دلیل کا مطالبہ کرتا، اور کئی اکابر سلف کا نام لیتا کہ انہوں نے کسی سے بیعت نہیں کی، وہ حضرات مختلف اسالیب سے مجھے سمجھانے کی کوشش کرتے اور یقین دلاتے کہ علماء و بزرگوں کے پاس دلائل بھی ہیں مگر یہ تو ہمارا ہمیشہ سے مشاہدہ ہے اور تاریخ بھی یہی بتاتی ہے مگر یہ عاجز ضد کرتا کہ میں بغیر دلیل کے نہیں مانتا۔

اسی طرح کی بحثیں ہوتی رہتیں، اور یہ خلجان طبیعت میں بھی تھا، لہٰذا جب حضرت شیخ قدس سرہ نے تخلیہ کا وقت دیا تو اس سیاہ کار کے ذہن میں یہی تھا کہ اپنے کچھ اشکالات حضرت سے حل کرا کر بیعت ہو جاؤں گا کیونکہ بیعت کے بارے میں جب بھی کبھی سوچا تو کبھی بھی حضرت شیخ کے علاوہ کوئی اور ذہن میں نہ آیا تھا، جب تخلیہ میں وقت موعود کے حاضر ہوا تو کچے گھر کے صحن میں حضرت شیخ چارپائی پہ ٹیک لگائے تشریف فرما تھے اور اس سیاہ کار کو واڑ لگا کر پاس والے چبوترے پر بیٹھنے کے لیئے فرمایا، اس عاجز نے ذرا سے سکوت کے بعد چھوٹتے ہی یہ سوال کیا کہ:

''حضرت! بیعت کے بغیر کوئی کمال تک نہیں پہنچ سکتا؟''

تو حضرت نے، جو کہ ٹیک لگائے ہوئے تھے ٹیک چھوڑ کر، بہت زور سے فرمایا:

''پہنچ سکتا ہے۔کون کہتا ہے کہ نہیں پہنچ سکتا؟''

اس پہ اس سیاہ کار پر جیسے برف گر گئی، کیونکہ میرے ذہن میں تھا کہ حضرت فرمائیں گے کہ نہیں پہنچ سکتا اور میں اپنے دلائل دوں گا اور جو جواب حضرت دیں گے ان کے آگے جوابات بھی سوچ رکھے تھے اور ایک لمبا خاکہ ذہن میں بنایا ہوا تھا حضرت کے اس زوردار اور بالکل خلاف توقع جواب سے وہ ساری عمارت ہی گر گئی اور پھر دوسرے ہی لمحے اس سیاہ کار نے اپنے دونوں ہاتھوں سے حضرت کا دست مبارک تھام لیا کہ پھر مجھے بیعت فرمالیں اور حضرت نے بھی بالکل بغیر کسی ادنی تامل کے اپنے دونوں ہاتھوں سے میرے ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ:

''ہاں، ضرور!''

اور پھر بہت ہی توجہ واہتمام اور شفقت سے فرمایا کہ:

پیارے! ایک بات بہت غور سے سنو!

اصل مقصد نہ تو یہ بیعت ہے، نہ اس راہ کے ذکر و اذکار، اور نہ یہ مدارس اور نہ خانقاہیں ہیں اور کہیں تم ناراض نہ ہو جانا نہ یہ تبلیغ میں وقت لگانا۔ بلکہ کوئی مفتی مجھ پر فتوی نہ

لگادے نہ یہ نماز اصل ہے نہ روزہ نہ زکوۃ نہ حج۔ یہ سب اصل مقصود نہیں ہیں۔ (1) پتہ ہے اصل کیا ہے؟ پھر سکوت پر مجھے گلے لگا کر فرمایا:

"بس اصل یہ ہے کہ بندہ خدا سے لپٹ جائے۔ اسے راضی کرلے الخ"

اس کے بعد حضرت نے حسب معمول وہیں اسی بیٹھک میں اس سیاہ کار کو بیعت فرما لیا، اور معمولات کا پرچہ بھی مرحمت فرمایا کہ اس کے مطابق عمل کرو اور وقتاً فوقتاً حضرت کو احوال کے بارے میں خط کے ذریعہ مطلع کرتا رہوں۔

(1) قولہ: "اصل مقصود نہیں ہیں" اور اس میں شک نہیں کہ یہ سب چیزیں جن کا مقصود بالذات نہ ہونا بتایا گیا ہے۔ یہ سب کی سب اصل مقصود کے حصول کے لئے وسائل و ذرائع عظیمہ ولابد یہ ہیں اور شریعت مطہرہ نے ان میں سے ہر ایک کا درجہ متعین کردیا ہے کہ بعض ان میں سے فرض ہیں بعض واجب، بعض مستحب، اور اس میں بھی شک نہیں کہ اگر کوئی زندیق نماز، روزہ، زکوۃ وحج جیسے ارکان مفروضہ کا انکار کرے تو وہ قطعاً کافر ہے، یہاں حضرت قدس سرہ کا مطلب یہ تھا کہ یہ سب فرائض واعمال وغیرہ فی نفسہ ان کے شریعت میں جو درجے متعین ہیں ان کو تسلیم کرتے ہوئے بھی فی الاصل یہ مقصود بالذات نہیں ہیں بلکہ اصل مقصود ان سب میں بھی رضاء باری تعالیٰ ہے اسی لیے بعض اوقات میں نماز پڑھنا گناہ ہے بعض اوقات واحوال میں روزے رکھنا گناہ۔۔۔۔۔ وہکذا الخ سب ہی اعمال و مذکورہ اشیاء کا حال ہے، لہذا ثابت ہوا کہ اصل مقصود ان سب کا وہی حبی تعلق و رضاء باری کا حصول ہے جس کو تصوف کی اصطلاح میں حصول نسبت کہتے ہیں، اور اسی کے بارے میں امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ نے حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ کو اپنے مکتوب مبارک میں تحریر فرمایا:

"اگر آپ غور فرمائیں گے تو آیت اور حدیث سے اسی کا مطلوب ہونا ثابت ہوگا۔ اگرچہ یہ کلی مشکک ہے۔"

اور اس میں بھی شک نہیں کہ ہمارے اکابر اور تمام محققین صوفیہ و عارفین کے نزدیک کسی قسم کی نسبت اور تعلق اور حال معتبر نہیں جو کہ شرعی احکام کی بجا آوری کے بغیر ہو، اور نہ اس سے رضاء باری حاصل ہوسکتی ہے کیونکہ رضاء باری کی میزان شریعت مطہرہ ہے، اور جو حال یا وارد یا کشف یا کرامت یا تصوف کا کوئی بھی جزئیہ شریعت کے پابندی کے بغیر یا شریعت محمدیہ کے خلاف ہو تو وہ قطعاً مردود اور ناقابل التفات ہے، لہذا حضرت کے ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ یہ بیعت اور اس کے لوازمات ذکر واشغال وغیرہ بھی اسی مقصود اصلی یعنی رضاء باری والی کیفیت، جسے نسبت کہتے ہیں، کے حصول کا ذریعہ ہے۔

اس سفر میں تقریبا ہفتہ عشرہ ہی سہارنپور میں قیام رہا اور پھر حضرت کی اجازت سے پاکستان سے ہوتا ہوا مکہ مکرمہ آ گیا، اور پھر آئندہ حج تک مکہ مکرمہ میں ہی رہا، اس دوران ایک چلہ بھی جماعت کے ساتھ ابہا و بیشہ وغیرہ میں لگایا، اور تقریباً ہر ماہ ایک عریضہ سہارنپور بھی احوال و معمولات پر پابندی وغیرہ کے بارے میں لکھتا رہا۔

(حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ سے) بیعت کے بعد پہلی حاضری:

حج کے بعد والد صاحب مدظلہ العالی نے طے فرمایا کہ محرم میں حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب ایک چلہ کے لئے پاکستان تشریف لے جا رہے ہیں اور پھر وہاں سے بمبئی (گجرات) میں وقت لگاتے ہوئے دہلی جائیں گے، تم بھی ان کے ساتھ چلے جاؤ، ایک دو چلے جماعت میں لگ جاویں گے اور پھر حضرت شیخ کی خدمت میں چلے جانا اور رمضان شریف حضرت شیخ کی خدمت میں گزار کر رمضان کے بعد لائلپور (فیصل آباد) آ جانا، چونکہ شوال کے آخیر میں شادی فیصل آباد میں تایا جان کے گھر طے ہو چکی تھی، کہ ادھر سے یہ سیاہ کار پہنچ جائے گا اور حجاز سے والد صاحب و چچا جان پہنچ جائیں گے۔

لہٰذا اسی کے مطابق حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب کے ساتھ روانگی ہوئی، پاکستان میں ایک چلہ لگایا اور پاکستان والوں نے پورے ملک میں گھمایا پھر کراچی سے بمبئی آئے اور بمبئی اور گجرات میں کچھ دن لگا کر دہلی پہنچے، وہاں شہر دہلی اور میوات کے علاقے میں کچھ دن لگا کر اور تقریباً دو چلوں کے بعد مجھے حضرت مولانا سعید احمد نے حضرت شیخ قدس سرہ کے ہاں چھوڑ دیا، حضرت بہت خوش ہوئے اور بہت ہی شفقت فرمائی، تقریباً بارہ دن قیام کے بعد ذکر بارہ تسبیح اوپر تصنیف کے وقت میں بلا کر بذات خود تلقین فرمایا۔

اور پھر کچھ مدت تقریباً ایک ماہ یہ سیاہ کار چاشت کے وقت حضرت کے یہاں اوپر جا کر ذکر کیا کرتا اور حضرت کے سبق بخاری شریف میں بھی پورے اہتمام سے حضرت کے حکم سے شرکت کیا کرتا اور حضرت ہی کے حکم سے طحاوی شریف کے سبق میں بھی پابندی سے شریک ہوتا تھا جو کہ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب کے پاس تھا۔ اس کے علاوہ حضرت نے "فضائل صدقات" حصہ دوم کو بھی بار بار بہت اہتمام سے پڑھنے کے لیے فرمایا۔ تقریباً

ایک ماہ بعد پتہ چلا کہ ذکر جہری تہجد کے وقت زیادہ موثر ہے تو حضرت سے اس بارے میں عرض کیا تو حضرت نے بہت پسند فرمایا، لہٰذا اس سیاہ کار نے اس وقت سے تہجد کے بعد فجر سے قبل ذکر شروع کر دیا، اور رمضان شریف تک یہی معمول رہا۔

خلافت واجازت:

اسی رمضان میں حضرت شیخ قدس سرہ نے اجازت بیعت سے نوازا، اجازت کے بعد ایک کیفیت یہ طاری ہوئی کہ مجھے علم دین سیکھنا چاہیے، لہٰذا حضرت سے شوال میں اس کے بارے میں عرض کیا، حضرت نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور حضرت مولانا محمد یونس صاحب اور حضرت مولانا محمد عاقل صاحب دونوں سے فرمایا کہ میرا امتحان لیں اور استعداد دیکھ کر طے فرمادیں کہ آئندہ کیا کیا کتابیں پڑھوں، لہٰذا انہوں نے آدھا گھنٹہ میرا امتحان لیا اور یہ تجویز فرمایا کہ فی الحال تو میں مکہ مکرمہ واپس جا کر ایک سال تک کنز الدقائق اور الفیہ ابن مالک اور صرف کی ایک دو کوئی (۱) ابتدائی کتابیں پڑھ لوں پھر شعبان میں ہی سہارنپور آجاؤں۔

نکاح کے بعد حجاز واپسی:

لہٰذا یہ سیاہ کار شوال کے آخیر میں فیصل آباد آیا، وہاں شادی ہوئی اور حج سے قبل مکہ مکرمہ آنا ہوا، جہاں حضرت شیخ قدس سرہ حج کے لیے مع قافلہ تشریف لائے ہوئے تھے، حج سے فارغ ہو کر جاتے ہوئے حضرت تجویز فرما گئے کہ مدرسہ صولتیہ کے دیوان میں (جہاں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی مثنوی شریف کا درس دیا کرتے تھے اور حضرت کا قیام بھی وہیں ہوا کرتا تھا) جب تک یہ سیاہ کار مکہ مکرمہ میں رہے، صبح فجر سے اشراق تک ذکر جہری کیا کرے، مدرسہ کے ذمہ داروں حضرت مولانا محمد سلیم صاحب اور مولانا شمیم صاحب نے اسے مدرسہ کے لئے بھی باعث برکت سمجھ کر بہت خوشی سے قبول کیا، لہٰذا حضرت کے

(۱) قولہ: ''صرف کی ایک دو کوئی الخ'' چونکہ اس سیاہ کار کی تعلیم سعودی مدارس میں ہوئی تھی اور یہاں صرف نہیں اس لئے غالباً یہ مقصود ہوگا کہ پتہ چل جائے کہ صرف کیا ہے۔

تشریف لے جانے کے بعد یہ سیاہ کار شعبان تک روزانہ دیوان میں ذکر جہری کرتا اور اشراق کے بعد مولانا امان اللہ صاحب افغانی رحمۃ اللہ علیہ مدرس حرم شریف کے حجرہ واقع رباط آغا الماس مغلہ میں حاضر ہوتا اور الفیہ وکنز الدقائق اور صرف کی کتاب کا درس ہوتا جو تقریبا ڈیڑھ دو گھنٹہ چلتا۔

مظاہر میں تعلیم:

شعبان 1366ھ (اصل میں تو یہی تاریخ لکھی ہے لیکن بظاہر یہ صحیح نہیں کیوں کہ حضرت کی پیدائش 1946 عیسوی ہے جو غالباً مطابق سن 1365 ہجری بنتی ہے اور 1365 سے 1366 تک عمر صرف ایک سال بنتی ہے اس لئے بظاہر یہ 1966 ہوگا تو حضرت کی عمر اس حساب سے اس تعلیم والے سال 20 سال کی ہوگی اور یہ قرین قیاس ہے) میں یہ سیاہ کار سہارنپور پہنچ گیا اور وہاں حضرت مولانا محمد یونس صاحب مدظلہ کی تجویز سے حضرت مولانا عبداللہ دہلوی سے ہدایہ اولین پڑھی اور خود حضرت مولانا محمد یونس صاحب مدظلہ (حال شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور) سے مشکوۃ شریف پڑھنا شروع کی۔ مشکوۃ کا سبق شعبان، رمضان اور شوال میں بھی جاری رہا، بلکہ ذی القعدہ کے آخر میں جا کر مشکوۃ کی اجازت حضرت مولانا محمد یونس صاحب نے مرحمت فرمائی۔ اس سبق میں یہ سیاہ کار تنہا ہی ہوتا تھا۔

اور شوال 1367ھ (یہاں بھی تاریخ ایسے ہی لکھی ہے بظاہر یہاں بھی پہلی تحقیق کو سامنے رکھ کر یہ 1967 ہوگا) میں حسب قواعد باضابطہ دورہ حدیث میں جامعہ مظاہر علوم میں داخلہ لے لیا، قیام دار القدیم میں دفتر کے ساتھ والے کمرہ میں تھا اور کھانا سب اوقات کا حضرت شیخ قدس سرہ کے ہاں ہوتا تھا۔

امسال حضرت شیخ قدس سرہ نے بخاری شریف کا صرف حصہ اول ہی پڑھایا۔ اور دوسرا حصہ حضرت مفتی مظفر حسین صاحب مدظلہ (حال ناظم مظاہر علوم سہارنپور) نے پڑھایا، اور یہی حضرت شیخ قدس سرہ کا مظاہر علوم تدریس حدیث شریف کا آخری سال ہے، طحاوی حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب قدس سرہ (ناظم صاحب) کے ہاں ہوئی، اور ترمذی

حضرت مفتی مظفر حسین صاحب کے ہاں اور ابو داؤد حضرت مولانا محمد عاقل صاحب کے ہاں، اور بقیہ تمام کتب حدیث (مسلم، نسائی، ابن ماجہ، مؤطا مالک، مؤطا محمد) سب حضرت مولانا محمد یونس صاحب مدظلہ العالی کے ہاں ہوئیں۔ اور الحمدللہ اس سال مظاہر کے دورے میں اول آیا۔

سنہ 1368ھ کا رمضان بھی حضرت کی خدمت میں کیا، اور پھر اس کے بعد کے سارے ہی رمضان الحمدللہ حضرت ہی کی خدمت میں کرنے کی توفیق ہوئی، پھر مکہ مکرمہ واپسی ہوگئی۔

تبلیغی اسفار:

سنہ 1369ھ (یہاں بھی تاریخ ایسے ہی لکھی ہے بظاہر یہاں بھی پہلی تحقیق کو سامنے رکھ کر یہ 1969 ہوگا) میں امریکہ تبلیغی جماعت میں حضرت شیخ قدس سرہ کے حکم سے تین چلوں کے لئے جانا ہوا جو سفر حجاز، پاکستان، اور پاکستان سے تھائی لینڈ، جاپان، ہنلولو، سانفرانسسکو (امریکہ کا مغربی کنارہ) امریکہ میں پورے چار ماہ قیام رہا۔ اس دوران کچھ دن کے لئے کینیڈا بھی جانا ہوا، پھر انگلینڈ میں چار روز رہ کر واپس مکہ مکرمہ جماعت آگئی، یہ سیاہ کار یہیں رہ گیا بقیہ جماعت پاکستان چلی گئی۔

تدریس اور حضرت کی کتب کی طباعت:

سنہ 13ھ (اصل میں ایسے ہی بیاض ہے) حضرت کے حکم سے ایک گھنٹہ کا سبق (مشکوۃ شریف) مدرسہ صولتیہ میں شروع کیا، پھر سال ختم ہونے سے قبل ہی "اوجز" کی طباعت کے سلسلے میں مصر جانا پڑا، اور پھر کئی سال اوجز، بذل، لامع وغیرہ کتب شروح کی نشر کے ذیل میں لگ گئے۔

حتی الوسع حضرت قدس سرہ، کی وفات تک حضرت کی صحبت ورفاقت بھی میسر آئی۔

اس دوران مختلف اوقات میں مختلف ملکوں میں تبلیغی اجتماعات و جماعتوں میں تھوڑے تھوڑے وقت کے لئے جانے کی فرصت بھی ملتی رہی، مگر حضرت شیخ قدس سرہ کی حیات کے آخری تین چار سال میں تو حضرت کی صحبت وخدمت کی وجہ سے بالکل ہی کہیں

جانا نہ ہو سکا، حضرت قدس سرہ کی وفات کے بعد 1403ھ کے شروع سے پھر الحمدللہ مدرسہ صولتیہ میں مشکوۃ شریف کا سبق شروع کر دیا ہے۔ اللہ تعالی کے فضل و کرم سے حدیث شریف کی خدمت میں تاعمر لگائے رکھے آمین۔

اس دوران حضرت کے حکم سے رسالہ "شریعت وطریقت کا تلازم" کی تعریب بھی کی۔

اولاد:

اللہ تعالی نے تین لڑکے عطا فرمائے:

پہلا لڑکا جب پیدا ہوا تو اس کا نام میری دادی جان نے عبدالرؤف رکھا۔ چونکہ اس کی ولادت سے دو چار ماہ قبل ہی میرے محترم چچا ملک عبدالرؤف صاحب رحمہ اللہ کا جوانی کے ایام میں جدہ سے مدینہ منورہ جاتے ہوئے گاڑی کے حادثہ میں انتقال ہو گیا تھا اس کی ولادت کے دوران یہ سیاہ کار "اوجز" کی طباعت کے سلسلے میں مصر میں تھا، گھر والوں نے ایک تار اس سیاہ کار کو دی، اور حضرت شیخ قدس سرہ کو مدینے میں اطلاع کی تو حضرت قدس سرہ نے اس سیاہ کار کو قاہرہ تار دی جس میں تحریر فرمایا:

"لڑکے کی مبارک باد، اللہ اسے ولی بنائے"

حالانکہ ایسے مواقع پر تار وغیرہ دینے کا حضرت کا دستور و مزاج نہیں تھا، حضرت نے ہی اس کا عقیقہ کروایا، مکہ مکرمہ میں اس کے علاوہ عقیقہ ہو چکا تھا، اور الحمدللہ یہ قرآن شریف حفظ کر رہا ہے تین پارے ہو چکے ہیں۔

دوسرا بچہ بھی مکہ مکرمہ میں پیدا ہوا جس کا نام والد صاحب نے عمر رکھا کہ انہوں نے امریکہ میں جب جماعت میں نکلے ہوئے تھے تو خواب دیکھا تھا کہ میرا لڑکا میرے ساتھ ہے اور وہ اسے عمر کہہ کر پکار رہے ہیں۔

تیسرا بچہ حضرت قدس سرہ کے انتقال کے پورے ایک ہفتے کے بعد یعنی 8 شعبان 1402ھ کی شب آدھی رات کو مکہ مکرمہ میں پیدا ہوا، اکثر گھر والوں کے ذہن میں یہی تھا کہ اس کا نام "زکریا" رکھا جائے گا مگر اس سیاہ کار پہ طبعی طور پر حضرت کا ادب واحترام غالب آیا کہ بچے کو بار بار میں کیسے "زکریا" کہہ کر پکاروں گا، اور حضرت کی نسبت اور تعلق رکھنا

بھی ضروری تھا، لہٰذا سوچا کہ حضرت کی صفات کثیرہ میں علم کی صفت نمایاں ہے اور حضرت کو صحابہ کرام سے دلی تعلق و محبت تھی، سوچا کہ صحابہ میں کون اس صفت میں ممتاز تھے؟ ایک دم ذہن میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہی آئے، لہٰذا اس کا نام اس نسبت سے "معاذ" رکھا گیا۔

(چوتھا بچہ ناقل الحروف خلیل اللہ حتبیہ عرض کرتا ہے کہ حضرت کی پہلی اہلیہ جن سے یہ تین مذکورہ فرزند پیدا ہوئے تھے سنہ 1425 ہجری مطابق سنہ 2005/5/8 عیسوی کو انتقال فرما گئی تھیں، پھر حضرت نے دوسری شادی سنہ 1428 ہجری مطابق 2007 عیسوی میں کی، اور اس دوسری اہلیہ محترمہ سے ستائیس ذی الحجہ چودہ سو تیس ہجری کو ایک فرزند پیدا ہوئے جن کا نام حضرت نے انس رکھا، اور یہ میری اور میری بچیوں کی خوش نصیبی ہے کہ انہوں نے اللہ کے فضل سے ہمارے پاس قاعدہ اور ناظرہ مکمل کر کے تقریباً ڈیڑھ پارہ حفظ بھی مکمل کرلیا ہے جب کہ عربی اسکول میں بھی دو کلاس پاس کر چکے ہیں، اللہ ہمیں انہیں اچھے طریقے سے پڑھانے کی توفیق عطا فرمائیں، اور اللہ تعالیٰ انہیں بھی اپنا ولی بنائیں اور اپنی والدہ محترمہ اور بھائیوں اور دیگر رشتہ داروں کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے۔ اور حضرت کے بڑے صاحبزادے مولانا عبدالرؤف صاحب نے بتایا کہ حضرت نے انس نام رکھتے ہوئے فرمایا کہ اللہ اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ کی طرح ان کے دین کا خادم بنائے۔ ناقل الحروف کا کلام ختم ہوا اور آگے حضرت کے بقیہ حالات ملاحظہ فرمائیں)

سوال: اپنے علاقہ کی مختصر دینی صورت حال لکھیں

جواب:

"سعودیہ" کے متعلق ایک افواہ کی تحقیق: اس سیاہ کار نے مکہ مکرمہ میں ہی ہوش سنبھالا جو کہ سعودی عرب کا ایک متبرک شہر ہے، اور سعودی حکومت اس وقت دنیا میں شرعی طور پہ واحد اسلامی حکومت ہے۔ جس کا دین اسلام اور مذہب سنی حنبلی ہے، یہاں حدود شریعہ کا نفاذ ہے اور بیشتر انتظامی امور میں بھی شرعی احکام کا لحاظ کیا جاتا ہے، اور سربراہان

مملکت ڈنکے کی چوٹ پر اس کے اسلامی حکومت ہونے کا نہ صرف اقرار ہی کرتے ہیں بلکہ ہر جگہ فخریہ انداز سے اسے بیان کرتے ہیں، اور دوسروں کو اس کی دعوت بھی دیتے ہیں۔

یہاں قضاۃ اور تعلیم تمام محاکم وعدالتیں اور تمام مکاتب ومدارس وکالجوں وغیرہ میں فقہیات میں فقہ حنبلی پہ ہی عمل درآمد ہے، اور ذاتی طور پر ہر شخص کو مذاہب اربعہ معتمدہ میں سے کسی مذہب پر بھی عمل کرنے کی آزادی ہے، البتہ عمومی قانون تو ایک ہی مذہب کے مطابق ہوسکتا ہے، اور چونکہ شیخ محمد بن عبدالوہاب کٹر حنبلی تھے، جو کہ حکومت کے پیش رو ہیں، اس لئے عملاً قانوناً حنبلی مذہب اختیار کیا گیا ہے، اسی طرح صحیح شرعی سلوک تصوف کے بھی اصلاً شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ان کے آل واحفاد اور علماء حنابلہ راسخین بالکل خلاف نہیں ہیں، ان حضرات کے پیش رو واکابر شیخ الاسلام ابن تیمیہ الحنبلی الحرانی اور حافظ ابن القیم الحنبلی کی کتب وآراء اس بارے میں مشہور ہیں، خود سعودی حکومت نے اپنے خرچ پر شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے فتاوی چھپوائے ہیں، اس میں پوری دو جلدیں تصوف وسلوک ہی کے بارے میں ہیں، جس میں شرعی سلوک وتصوف کے بارے میں صاف اور واضح الفاظ میں تائید وحمایت بلکہ باطن کی اصلاح کو بعض لحاظ سے شرعاً ظاہر سے زیادہ ضروری اور اہم ثابت کیا گیا ہے۔

شیخ ابن القیم کی عظیم تصنیف ''مدارج السالکین'' تو ہے ہی تصوف کی مشہور کتاب ''منازل السائرین'' کی شرح، جس میں تصوف کے مختلف مقامات واحوال واسرار ورموز سے متعلق ہی ابحاث لطیفہ ہیں،

اور یہ کتابیں سعودی ادارے مفت بھی تقسیم کرتے ہیں اور دارالافتاء کی طرف سے نیز وزارۃ الاعلام السعودیہ کی طرف سے تمام تجارتی کتب خانوں میں ان کے اور ان کے علاوہ دوسرے ائمہ تصوف کی مشہور کتابیں جیسے امام غزالی کی ''احیاء علوم الدین'' امام قشیری کا ''رسالہ قشیریہ'' شیخ سہروردی کی ''عوارف المعارف'' اور امام ابو طالب مکی کی قوت القلوب'' وغیرہ سرعام ہر جگہ ہر شہر میں خرید وفروخت کی عمومی اجازت ہے،

اور ظاہر ہے (کہ یہ لوگ) تصوف شرعی کے خلاف ہو بھی کیسے سکتے ہیں؟ جبکہ تصوف روح دین ہے، کہ جہاں بھی دین کا اہتمام ہوگا وہاں ظاہر ہے روح کا بھی فکر ہوگا، یہ ہوسکتا ہے کہ اس روح دین کے بارے میں بعض اصطلاحات وغیرہ پہ اعتراض ہو، اور یہ کوئی ایسا امر نہیں ہے کہ اصطلاحات میں اختلاف تو دین کے ہر شعبہ میں ہے۔

یہ تو سعودی عرب کا حال تھا، اور چونکہ سعودی عرب ممالک عربیہ کا ایک اہم جزء ہے اس لیے مناسب ہے کہ یہاں مختصراً بالعموم عرب ملکوں کا دینی حال بھی عرض کر دیا جائے۔

چونکہ ایک زبان ایک معاشرت ایک دین ہونے کی وجہ سے سارے عرب ممالک ایک لحاظ سے ایک ہی علاقہ تصور کئے جاتے ہیں، اور عرب ممالک کل بیس ملک ہیں، اور اگر امارات عربیہ متحدہ میں سے ہر امارت کو علیحدہ شمار کیا جائے تو چھبیس ہو جاتے ہیں۔

لبنان چھوڑ کر یہ سب کے سب مسلم ممالک ہیں، گو ان کی حکومتوں کی طرف سے بالعموم کوئی دینی پابندی نہیں ہے اور اکثر ملک ان میں پہلے نو آبادیات رہ چکے ہیں اس لئے ان میں یورپی اقوام کے اثرات بھی کافی ہیں، مگر اس کے باوجود دیہاتوں اور چھوٹے شہروں میں بالعموم سارے ہی عرب ملکوں میں دینی فضا بہت اچھی ہے، بڑے شہروں میں مغربیت کا اثر ہے، مگر الحمدللہ جہاں جہاں اچھے انداز سے دینی کوشش علماء و مشائخ کر رہے ہیں اس کے نتائج بھی بہت اچھے نکل رہے ہیں۔

عرب بالعموم دین کے معاملے میں بہت جذباتی ہوتے ہیں اور دین کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ماثور جملہ ان کے حق میں بالکل پورا اترتا نظر آتا ہے:

"العرب معدن الإسلام" (کہ اسلام کی کان تو عرب ہیں)

ان سب ہی ملکوں میں جگہ جگہ مراکز علمیہ قائم ہیں اور دینی مکاتب و مساجد بکثرت ہیں اور علماء، وعاظ و دعاۃ اور مشائخ اپنے اپنے انداز میں کام کر رہے ہیں۔

ایک بات ان سب عرب ملکوں میں مشترک ہے کہ صرف ایک یا دو علاقے چھوڑ کر بقیہ تمام کے تمام عرب ملکوں میں مشائخ صوفیہ کی لوگوں کے دلوں پہ حکومت ہے اور ہر جگہ ان کا غلغلہ ہے، اور سابقہ ایام میں ان حضرات کے اسلاف کی دینی اور اصلاحی خدمات بھی ہر جگہ جانی پہچانی اور مسلّم ہیں، مگر نہایت افسوس ہے کہ ان حضرات صوفیہ میں بالعموم بدعات کا کم وبیش خوب رواج وشیوع ہے، جیسا کہ ہندوستان وپاکستان میں قدیم مشائخ کی بعض خانقاہوں کا حال ہے، اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا بدعت ان صوفیہ کا شعار بن گئی ہے، جس کی وجہ سے علماء دین ان بدعات کا روز ور شور سے کرتے ہیں اور کرنا بھی چاہیئے۔

اور الحمد للہ عرب ملکوں میں ہر جگہ بکثرت ایسے مشائخ صوفیہ محققین پیدا ہوگئے ہیں جو اس بات کو واضح کر رہے ہیں کہ تصوف کا بدعت سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ تصوف اور بدعت کا فی الحقیقت کوئی جوڑ نہیں بلکہ بدعت روح تصوف کے بالکل منافی ہے، اور الحمد للہ عام طور پر یہ بات لوگوں کے ذہن میں آرہی ہے۔

اور بنظر غائر وتحقیق سے اگر دیکھا جائے تو بدعات کو ختم کرنے کا آسان اور حکمت آمیز راستہ یہی ہے کہ تصوف کو اپناتے ہوئے ان لوگوں کی اصلاح کی جائے کیونکہ جب آپ تصوف ہی کے خلاف ہونگے تو تصوف کو ماننے والے جو بھاری اکثریت میں ہیں کیسے آپ کی اصلاحی بات مانیں گے؟ نتیجتاً وہ آپ سے سخت متنفر ہوں گے، اور لڑائی جھگڑا پھیلے گا۔ البتہ سعودی عرب میں چونکہ شیخ محمد بن عبدالوہاب اور اس کے متبعین علماء نے رد بدعت کو نہایت شدت واہمیت سے اپنایا، چونکہ شیخ محمد بن عبدالوہاب کے زمانے میں یہاں بدعات کا رواج بہت زیادہ تھا، اسی طرح رد بھی ہوا، اور ہر مصلح کے متبعین میں عام طور پر سبھی قسم کے لوگ ہوتے ہیں، بعضوں میں حد سے بہت زیادہ شدت بھی آجاتی ہے، اور بعض غلو میں آکر کسی اور ہی راہ کی طرف نکل پڑتے ہیں، یہی حال یہاں پر بھی ہوا، کہ جب مبتدعین کی طرف سے یہ بات چلتی کہ وہ تصوف کو بھی مانتے ہیں بلکہ تصوف ان کی جان ہے اور وہ بدعت بھی کرتے ہیں تو شیخ کے بعض غالی متبعین نے سرے سے ایسے تصوف ہی کا انکار اور اس کی مخالفت شروع کردی جس سے کہ بدعت کو شہ ملتی ہو، اور ان میں سے بعض ایسے بھی

ہو گئے جو کہنے لگے کہ تصوف ہی برا ہے، اس بارے میں انہوں نے تقریراً وتحریراً بیان بھی دیئے۔

مگر محققین اور علماء نے یہ رخ اختیار نہ کیا، البتہ بدعات کی سرکوبی کو بہت اہمیت و شدت سے اختیار کیا جس سے عوام الناس میں سے جو دینی ذہن کے لوگ ہیں ان میں سے بہت سے لوگ اس پہلے طبقے سے بھی متاثر ہو گئے جنہوں نے تصوف اور بدعت کو لازم و ملزوم سمجھ لیا، اور اس طبقہ کے بعض افراد سرکاری اہم عہدوں پر بھی فائز ہو گئے اور ظاہر ہے جب کوئی شخص کسی عہدے پر فائز ہوتا ہے تو اپنی آراء ونظریات کے پھیلانے میں اس عہدہ کو عام طور سے استعمال کرتا ہے، جس سے بعض سطحی نظر سے دیکھنے والے باہر کے لوگ بالعموم پورے ملک کے بارے میں ہی یہ اثر لے لیتے ہیں کہ ساری حکومت اور اس کی پالیسی وقانون ایسا ہی ہے، حالانکہ تحقیق وعمق کے ساتھ اگر قریب سے اندر آکر دیکھا جائے تو یہی حقیقت نظر آئے گی جو اس سیاہ کار نے عرض کی اور صاف واضح ہو جائے گا کہ ہمارے اکابر حضرت گنگوہی وحضرت سہارنپوری وحضرت تھانوی وحضرت مدنی وغیرہ (رحمہم اللہ) کا جو بنیادی طور پر دین کے بارے میں مسلک ومشرب تھا اس کے بہت ہی قریب ان حضرات کا بھی ہے، یہ کٹر حنبلی ہیں، وہ کٹر حنفی ہیں، اتباع ہوی، اجتہاد بدون علم وتفسیر بالرای وغیرہ امور کے دونوں ہی سخت خلاف، اور اس کے ساتھ ساتھ بدعات کے سخت دشمن، اور اسی طرح وہ بھی رد بدعات میں نہایت سرگرم، ان کے ہاں سنت کا ہر امر میں نہایت ہی اہتمام، اور اسی طرح ان حضرات کے ہاں بھی سنت ہر چیز پر مقدم، اصلاح باطن پہ بہت زور اور وہاں اصلاح باطن ہی روح دین، اسی طرح فرق ضالہ قادیانیت، بہائیت، آغاخانیت، شیعیت کے سخت خلاف اور ان فتنوں کی سرکوبی کو عین جہاد دونوں کے اکابر کے ہاں تصور کیا جاتا ہے۔

ہمارے حضرت شیخ قدس سرہ کے ابتدائی قیام حجاز میں رابطہ عالم اسلامی کی کفالت میں شاہ فیصل مرحوم کے امر سے اقامہ بنا، اور سعودی عرب کے اکابر علماء کی تصدیق کے بعد یہ بنا، اور اس میں حضرت کا مشغلہ "بث العلم" یعنی علم کا پھیلانا تحریر تھا، حالانکہ تمام علماء

جانتے تھے کہ حضرت شیخ رحمہ اللہ اپنے دور میں جیسے حدیث کے امام ہیں اسی طرح تصوف کے بھی شیخ المشائخ ہیں جن کے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں مریدین ہیں جو پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔

پھر حضرت شیخ نے اپنی تصانیف ''اوجز'' اور ''لامع'' وغیرہ سب ہی اکابر علماء و مشائخ سعودیہ کو ہدیہ بھیجیں، اور ایک قاضی القضاۃ مدینہ المنورہ کو چھوڑ کر سب ہی المشائخ و علماء نے بہت ہی خوشی سے انہیں قبول کیا، قاضی القضاۃ صاحب نے صراحۃً افسوس کے ساتھ یہ عذر کیا:

''میں قاضی ہونے کی وجہ سے کسی کا کوئی بھی ہدیہ قبول نہیں کرتا''

اس پہ حضرت بہت خوش ہوئے تھے، اور ان کتابوں کے شروع میں ہی حضرت نے جہاں اپنے سلاسل حدیثیہ کا ذکر فرمایا ہے وہاں اپنے سلسلہ تصوف اور چشتی، نقشبندی، قادری، سہروردی ہونا بھی صاف صاف تحریر فرمایا ہے، بعد میں بھی کسی نے کسی کتاب کو بھی واپس نہیں کیا یا کوئی تنقید و تبصرہ کبھی کسی کا اس بارے میں سننے میں نہیں آیا،

پھر ہمیشہ حضرت کہیں بھی ہوں بیعت و ذکر جہری کی مجلس کا باقاعدہ بہت اہتمام سے سلسلہ قائم رہتا تھا اور سبھی کو اس کا علم تھا۔

اسی دوران حضرت کا تابعیہ (سعودی نیشنلٹی) بھی بنا اور اس موقعہ پر بھی سنا ہے کہ علماء سے تصدیق کے بعد اس کا امر نافذ ہوا۔

حضرت کے مرض الوفات اور اس سے پہلے جب کبھی طبیعت ناساز ہوئی تو بکثرت علماء سعودیہ عیادت کے لئے آتے رہتے، پھر حضرت کی وفات پر نماز جنازہ ہی نہیں بلکہ تدفین میں شرکت کرنے والوں میں اکثریت انہی سعودی علماء کی ہی تھی، مسجد نبوی کے تمام ائمہ، محاکم وعدالتوں کے اکثر قضاۃ، جامعہ اسلامیہ کے اکثر اساتذہ وطلباء پوری تدفین میں شریک رہے حالانکہ بہت ہی قلیل مدت میں تجہیز و تدفین عمل میں آ گئی تھی۔

یہ حالات اس لئے کچھ تفصیل سے عرض کر دیئے کہ عام طور پر لوگوں کے ذہنوں میں یہاں کے بارے میں اس کے خلاف مشہور ہے، جس کی مختلف وجوہ ہیں، اب جوں

جوں دن گزر رہے ہیں اصل حقیقت واضح ہوتی جارہی ہے، اور پرانی سختی دبے جا تشدد تو تقریبا ختم ہی ہوگیا ہے، بلکہ اسی وجہ سے بعض لوگوں میں تصوف کے بارے میں اتنا تساہل آ گیا ہے کہ وہ اس کی وجہ سے بعض بدعات میں بھی تساہل کرنے لگے ہیں، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ایسا بھی نہیں ہونا چاہئے، جو حق ہے اور شریعت کے مطابق ہے وہ تصوف ہو یا کوئی بھی امر ہو اس کی ہمت افزائی اور تقویت کی کوشش ہونی چاہئے، اور جو باطل ہو بدعت ہو، شریعت کے خلاف ہو، کوئی بھی امر ہو، اس کی ہر صورت میں سرکوبی ہونی چاہئے، اور حق و باطل میں جو مغالطہ ہو یا غلط تشہیر کی گئی ہو یا خواہ مخواہ کسی اچھی چیز کو بدنام کیا گیا ہو تو علماء کے ذمہ شرعا ضروری ہے کہ وہ پانی کو پانی دودھ کو دودھ ثابت کریں۔

یہ آخری باتیں جو عرض کی ہیں یہ صرف سعودی عرب کے بارے میں ہی ہیں، اور بقیہ بچیس عرب ممالک کا حال وہی ہے جو پہلے اوپر تفصیل میں عرض کر چکا ہوں۔

سوال:

(1) آپ نے حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کو کس عمر سے جانا؟ (2) سب سے پہلے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کہاں اور کیسے ہوئی؟ مفصل واقعہ کی صورت میں تحریر فرمائیں، (3) حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت و اصلاحی تعلق کی کیا شکل ہوئی؟ (4) کیا آپ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ سے بیعت ہونے سے قبل کسی اور سے وابستہ تھے یا براہ راست حضرت ہی سے ابتداء بیعت ہوئے؟ بہر صورت حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق جوڑنے کا واقعہ تفصیلا تحریر فرمائیں۔

جواب:

خلیل اللہ عرض کرتا ہے کہ (3) کا جواب مفصل گزر چکا البتہ (1) اور (2) کا جواب ملاحظہ فرمائیں

حضرت (شیخ الحدیث) رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی زیارت:

بچپن سے ہی الحمد للہ چونکہ تبلیغی جماعت سے تعلق ہے اور ہفتہ واری اجتماع کے لئے تقریبا نو سال کی عمر سے ہی جبکہ مکہ معظمہ کا اجتماع مسجد خیف منیٰ میں ہوا کرتا تھا یہ سیاہ کار

والد صاحب اور ان کے دوستوں کے ساتھ ہوتا تھا، اور اسی وقت سے ان کے ساتھ کبھی تین دن کبھی دس دن اور پھر بعد میں چلہ و تین چلوں کے لئے مختلف اوقات میں نکلنا ہوا۔

اور چونکہ جماعت میں حضرت کی کتب فضائل ہی کی تعلیم ہوتی تھی اور خود گھر میں بھی تعلیم ہوتی تھی اس لئے (تبلیغی جماعت میں) جانا تو تقریباً نو سال کی عمر سے ہی ہو رہا ہے البتہ پہلی مرتبہ زیارت اس وقت ہوئی جبکہ مکرم والد صاحب نے مدرسہ کی گرمیوں کی چھٹیوں میں (غالباً تبلیغی خواص کے مشورے سے) اس سیاہ کار کو مفتی زین العابدین صاحب کے ساتھ مکہ مکرمہ سے پاکستان بھیجا کہ مفتی صاحب وہاں سے کسی جانے والے کے ساتھ سہارنپور حضرت شیخ کی خدمت میں بھیج دیں، اور یہ طے ہوا تھا کہ یہ سیاہ کار کم از کم ایک چلہ حضرت کی خدمت میں رہے گا۔

فیصل آباد (پاکستان) سے مفتی صاحب نے مکرمی بھائی تاج القادری (رحمہ اللہ) جو حضرت (عبد القادر) رائے پوری کے مریدین میں سے تھے اور رائے پور حضرت کی خدمت میں جا رہے تھے ان کے ساتھ کر دیا، اور چونکہ رائے پور جانے والے بالعموم حضرت شیخ کے ہاں حاضری دے کر آگے جاتے تھے، اس لئے انھوں نے مجھے وہاں چھوڑ دیا، اور غالباً مفتی صاحب نے اس سیاہ کار کے بارے میں حضرت کے نام خط میں تفصیل لکھی تھی۔

یہ اس وقت پہلی بار حضرت قدس سرہ کی زیارت ہوئی، اس وقت میں دو ہفتہ حضرت کی خدمت میں سہارنپور رہا اور اسی وقت سے حضرت سے قلبی تعلق ہو گیا مگر حضرت کے یہاں چونکہ حاضری کے اوقات متعین تھے، صبح چائے پھر دوپہر کا کھانا اور عصر کی چائے پھر عشاء کے بعد خدام کی مجلس جس میں یہ عاجز اس وقت سے ہی حاضر ہوتا تھا، بقیہ اوقات میں یا مہمان خانہ میں بیٹھ کر گزارتا تھا یا ادھر ادھر گھوم لیتا، جس سے حضرت کو یہ اندازہ ہوا کہ وقت ضائع ہو رہا ہے لہٰذا دو ہفتہ کے بعد حضرت نے مجھے آمادہ کر کے رائے پور بھیج دیا کہ تم چلو اور میں بھی وہیں آ رہا ہوں، اور کسی جانے والے کے ساتھ رائے پور بھجوا دیا۔

(4) کا جواب

(حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہونے سے چار سال قبل حضرت عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہونے کا قصہ حضرت کی اپنی زبانی جس کو ہم پہلے حضرت کی آپ بیتی سے مفصل نقل بھی کر چکے ہیں)

وہاں پہنچنے کے غالباً ایک ہفتے کے بعد حضرت شیخ بھی تشریف لے آئے، اور آنے کے غالباً دوسرے دن ہی جبکہ حضرت (عبدالقادر) رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ آمنے سامنے چارپائیوں پر تشریف فرما تھے اور بقیہ حضرات زمین پر بیٹھے ہوئے تھے، حضرت نے مجھے بلوایا اور آہستہ سے مجھے فرمایا کہ:

"ادھر جاکر حضرت (عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ) سے بیعت ہو جاؤ"

یہ سیاہ کار حضرت رائے پوری قدس سرہ کی طرف چلا گیا تو حضرت شیخ نے عرض کیا:

"حضرت! اسے بیعت فرمالیں"

حضرت رائے پوری میری طرف متوجہ ہوئے اور سرگوشی کے انداز میں بہت آہستہ سے فرمایا:

"ادھر حضرت (شیخ) ہی سے بیعت ہو جاؤ"

یہ سیاہ کار چارپائیوں کے گرد ہوتا ہوا پھر حضرت شیخ کے پاس آ گیا اور عرض کیا کہ:

"حضرت فرما رہے ہیں کہ آپ ہی سے بیعت ہو جاؤں"

تو حضرت نے ذرا ڈانٹ کر فرمایا کہ:

"نہیں، چلو وہیں، حضرت (رائے پوری) سے ہی بیعت ہونا ہے"

یہ سیاہ کار پھر چارپائیوں کا چکر کاٹتے ہوئے حضرت رائے پوری کے پاس آ گیا۔

حضرت رائے پوری نے پھر آہستہ سے اور اصرار سے فرمایا:

"تم وہیں جاؤ، حضرت (شیخ) ہی بیعت فرمائیں گے"

میں پھر انہی قدموں حضرت شیخ ؒ کی طرف آنے لگا، مگر حضرت (شیخ) نے زور سے ڈانٹ کر فرمایا کہ:

''ادھر کیوں آرہے ہو، وہیں حضرت (رائے پوری) کے پاس ہی رہو، حضرت ہی سے بیعت ہونا ہے''۔

اور پھر حضرت رائے پوری سے سفارش کے انداز میں عرض کیا کہ:

''حضرت! آپ ہی بیعت فرمالیں''

اور پھر حضرت رائے پوری نے بیٹھنے کا حکم فرمایا اور اس سیاہ کار نے حضرت کے ہاتھوں میں اپنے ہاتھ دے دیئے (غالباً حضرت مولانا عبدالمنان صاحب خادم خاص نے ہی میرے ہاتھ حضرت کے ہاتھوں میں دیئے) اور پھر حضرت رائے پوری قدس سرہ نے بیعت فرمالیا'' رحمه الله رحمة واسعة''

حضرت شیخ قدس سرہ کا ایک ہفتہ قیام رہا، اور پھر حضرت قدس سرہ کی معیت میں ہی سہارن پور واپس آگیا، اور پھر غالباً ایک ہفتہ سہارنپور میں مزید قیام کیا اور پھر نظام الدین ہوتے ہوئے پاکستان واپس آگیا۔ اور پھر وہاں سے مکہ مکرمہ روانہ ہوگیا۔

سوال:(1)

حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کا انداز تربیت ہر شخص کے مزاج کے اعتبار سے ہر ایک سے الگ الگ رہا، آپ کے ساتھ تربیت کا تعلق کس نوعیت کا رہا؟ (2) نیز حضرت سے تعلق قائم کرنے کے بعد معمولات میں زیادتی وترقی کیسے ہوئی؟ (3) آپ کے معمولات کے سلسلہ میں حضرت کی طرف سے جو ہدایات زبانی یا بذریعہ خطوط آپ کو ملی ہوں ان سب کے احوال بسط کے ساتھ تحریر فرماویں۔

جواب:

(1) کا جواب: حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کی شفقتیں: سمجھ میں نہیں آرہا کہ کیا لکھوں؟ اسے انتہائی شفقت سے تعبیر کروں یا محبت سے یا دوستی سے، واستغفر اللہ۔۔۔۔ مگر اتنا ہے کہ جو پیری مریدی کے تعلق کے بارے میں عام تصوف وسلوک کی کتابیں

پڑھنے کے بعد ایک مہیب اور مخیف تصور پیدا ہوتا ہے اس کے بالکل برعکس معاملہ فرماتے تھے، لیکن الحمدللہ حضرت کے اس معاملے نے کبھی قلبی وقار وعظمت میں ذرہ برابر فرق نہ آنے دیا، والحمدللہ۔

(2) کا جواب

اس سیاہ کار کے معمولات ہی کیا تھے؟ بارہ تسبیح کا ذکر عنایت فرمایا تھا۔ مختلف اوقات میں دو تین دفعہ اس کو بڑھانے کی خواہش کا اظہار کیا تو ہر دفعہ بے نیازی سے فرمادیا کہ: ''نہیں، کیا ضرورت ہے؟!''

(3) کا جواب

حضرت ہمیشہ دوستی کم کرنے کی اہمیت اس سیاہ کار کو فرماتے رہے۔

ایک دفعہ یہ سیاہ کار گاڑی چلا رہا تھا، حضرت ساتھ بیٹھے تھے بقیہ ساتھی پیچھے تھے، حضرت نے وقت کا پوچھا (یہ سیاہ کار اس زمانے میں اہتمام سے گھڑی نہیں پہنتا تھا)، حضرت کو بھی اس کا علم تھا اور اسی کا گویا خیال فرما کر ذرا غصہ سے فرمایا:

''تم تو کہہ دو گے گھڑی نہیں ہے''

اور پھر غصہ میں سکوت فرمایا جس کا اس سیاہ کار پر اثر ہوا، پھر تھوڑی دیر بعد فرمایا:'' پیارے! تم جیسے مشغول آدمی کو تو اہتمام سے ہر وقت گھڑی رکھنی چاہیے ورنہ نظام نہیں قائم رہ سکتا''

نیز اس سیاہ کار کو بار بار فرماتے تھے کہ:

''خوامخواہ ادھر ادھر کے کام اپنے ذمہ نہ لیا کرو، ہر دلعزیز بننے کی کوشش نہ کیا کرو، کسی کی خوامخواہ ضمانت نہ لیا کرو اور اپنے کام کم کرنے کی کوشش کرو۔''

ایک دفعہ عصر کے بعد کی مجلس میں حضرت اقدس تھانوی قدس سرہ کے ملفوظات میں ایک نصیحت حضرت کی اس طرح کی آئی کہ:

''سالک کو چاہئے کہ اپنی دلجمعی کو قائم رکھنے کی فکر کرے اور خواہ مخواہ لوگوں کی ضمانت نہ لے۔۔۔۔۔۔وغیرہ۔

تو حضرت نے کتاب رکوا کر خاص طور سے اس وصیت کو ایک پرچہ پر لکھوایا اور پھر مجلس کے بعد اس سیاہ کار کو وہ پرچہ دیا کہ:

"اسے روزانہ پڑھا کرو"

سوال: حضرت کی طرف سے آپ کو خلافت کب اور کہاں عطا ہوئی؟ اور اس موقع پر کوئی چیز حضرت نے بطور یادگار مرحمت فرمائی ہو یا کوئی نصیحت فرمائی ہو تو ذرا تفصیل سے تحریر فرمادیں۔

جواب:

خلافت: شب 27 رمضان المبارک 1386ھ سہارنپور دارِ جدید کی مسجد کے معتکف میں تہجد کے وقت الحاج بھائی ابوالحسن کے ذریعہ بلایا، یہ سیاہ کار بہت ڈرا ہوا تھا کہ ایک رات پہلے ہی حضرت ہلکے الفاظ میں ڈانٹ چکے تھے کہ رمضان شریف کا وقت اچھی طرح نہیں گزارا، ڈرتا ڈرتا حاضر ہوا تو حضرت نے سبز عمامہ باندھا ہوا تھا پھر وہی عمامہ اس سیاہ کار کو پہنا دیا اور اجازت مرحمت فرمائی بعد میں دوستی کم کرنے اور دنیاداروں کی صحبت سے بچنے کے لئے خاص طور سے فرمایا۔

سوال: حضرت اقدس اپنے خلفاء و مجازین کے بارے میں اس کے متمنی رہتے تھے کہ وہ حضرت کے یہاں آنے کی بجائے اپنی اپنی جگہ جم کر بیٹھیں اور کام میں لگیں اس سلسلہ میں آپ کو بھی خصوصی ہدایت فرمائی ہو تو اسے بھی تحریر فرماویں۔

جواب: خانقاہی نظام کی تاکید: حضرت اقدس اپنے اکثر خلفاء و مجازین کے بارے میں نہ صرف متمنی تھے کہ وہ اپنی اپنی جگہ جم کے بیٹھیں اور خانقاہی نظام قائم کریں بلکہ بہت سوں کو باقاعدہ اس کا حکم بھی فرمایا، اور شدت سے اصرار کر کے ان کی جگہ قائم کروایا، اور آخری سالوں میں تو کثرت سے اس کا اظہار فرماتے تھے،

البتہ یہ سیاہ کار چونکہ حضرت کے ساتھ ہی ہوتا تھا، اس لئے اس کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا، ویسے فی الجملہ اپنے ساتھ رہنے والے دو چار سے ہمیشہ بہت ہی اہمیت سے فرماتے رہتے: "پیارو! اب ہم تو چلے، بس تم لوگوں سے ہی کچھ امید ہے"

خصوصاً حضرت صوفی اقبال صاحب سے خاص طور پر فرماتے کہ:

''صوفی جی! اب یہ کام تم ہی نے کرنا ہے، سلسلے کو چلاؤ، تواضع میں آکر کہیں سلسلہ ہی نہ ختم ہو جائے''۔

اسی طرح کے مختلف جملے فرماتے رہتے، اور آہیں بھی بھرتے رہتے۔

اسی طرح اپنے حجاز مقدس کے قیام کے دوران جب صاحبزادہ امجد حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب مدظلہ العالی کے بارے میں یہ خبریں ملتیں کہ ان کے ہاں باقاعدہ ذکر کی مجلس و بیعت کا سلسلہ وغیرہ معمولات خانقاہیہ جاری ہیں تو ان کو تو بالعموم کچھ نہ لکھتے البتہ خدام کے سامنے بہت ہی خوشی کا اظہار فرماتے۔

سوال: حضرت نور اللہ مرقدہ کو تصنیفی و تالیفی ذوق بہت زیادہ تھا اس سلسلہ میں کیا حضرت نے آپ کو کسی کتاب کی تالیف کا اپنی طرف سے حکم فرمایا؟ یا حضرت نے آپ کے مشورہ طلب کرنے پر کسی تصنیف کی اجازت فرمائی ہو یا مسرت کا اظہار فرمایا ہو تو اس کی تفصیل تحریر فرمائیں۔

جواب: اشاعت کتب کی خدمت:

''لامع الدراری'' جب ٹائپ پر چھپ کر آئی تو اس سیاہ کار اور مولانا اسماعیل بدات صاحب نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ ''لامع'' کو اصل قرار دیتے ہوئے اس میں جو مواد ''الابواب والتراجم'' کا رہ گیا ہے اور اسی طرح جو مواد تقریر بخاری اردو کا اس میں نہ ہو اس کو معرب کر کے ان کے مواقع پر بڑھا دیا جائے اور پھر اصل متن بخاری کے ساتھ اس کو چھپوایا جائے تاکہ یہ گویا بخاری شریف کی مکمل شرح ہو جائے اور یہ کہ اس کام کو یہ سیاہ کار، مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہری و مولانا حبیب اللہ صاحب چمپارنی مل کر کرلیں، تو حضرت نے بہت پسند فرمایا اور اس کی اجازت مرحمت فرمائی۔

(ناقل الحروف خلیل اللہ تنبیہ کے طور پر عرض کرتا ہے کہ یہ بخاری شریف کی مذکور مکمل شرح کا کام ہمارے حضرت نے حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کی وفات کے بعد مکمل فرمایا اور اس کا نام ''الکنز المتواری فی معادن لامع الدراری وصحیح البخاری'' رکھا جس کا تفصیلی

تذکرہ ان شاء اللہ آئندہ آئے گا۔ ناقل الحروف کا کلام ختم ہوا اور آگے حضرت کا بقیہ کلام ملاحظہ ہو)

نیز وفات سے کچھ ماہ قبل مکہ مکرمہ میں اس سیاہ کار نے ''ریاض الصالحین'' کی کچھ حدیثیں پڑھ کر اجازت بھی لی اور اس کی مختصر شرح کی اجازت اور دعا کے لئے بھی عرض کیا، حضرت نے خوشی کا اظہار فرمایا اور دعا بھی فرمائی۔

اس سے قبل ''شریعت وطریقت'' کی تعریب بھی کروائی، اس کے علاوہ ''الاعتدال فی مراتب الرجال'' کی تعریب کی اجازت بھی حضرت سے لی ہوئی ہے، جو ان شاء اللہ عنقریب مکمل ہو جائے گی۔

سوال: کبھی مخصوص مواقع پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے مخصوص احباب اور متوسلین کو اہل حق کی جماعتوں اور جمعیتوں کے ساتھ مل کر اہل باطل کی تحریکات وسازشوں کے خلاف کام کرنے کی طرف متوجہ فرمایا کرتے تھے اس طرح کی کوئی ہدایت تحریری یا زبانی آپ کو ملی ہو تو ضرور تحریر فرمائیں۔

جواب: فرق باطلہ کی تردید:

چونکہ یہ سیاہ کار ہمیشہ کوشش کرتا تھا کہ اکثر وقت حضرت کی ہی خدمت عالیہ میں گزارے اور حضرت کو بھی یہ پسند تھا، اس لئے اس کا موقع کبھی تو آیا نہیں کہ حضرت نے کسی خاص تحریک کے لئے فرمایا ہو، البتہ رد قادیانیت ، ردِ رفض وتشیع وردِ مودودیت کے میدانوں میں جو اکابر کام کررہے ہیں ان کے ساتھ اس سیاہ کار کا خصوصی تعلق اور وقتاً فوقتاً مختلف قسم کا تعاون حضرت کے علم میں تھا، اور کبھی کوئی بات اہم یہ سیاہ کار بھی عرض کردیتا تھا تو حضرت ہمیشہ بہت خوشی کا اظہار فرماتے۔

سوال: حضرت کی خواہش اور تمنا تھی کہ حضرت کے خلفاء تبلیغی کام میں تعاون فرمائیں اور جگہ جگہ مدارس دینیہ ومکاتب قرآنیہ قائم کریں، اس سلسلہ میں کبھی آپ کو ہدایت فرمائی ہو تو اسے بھی تحریر فرمائیں۔

جواب: تبلیغ تو حضرت کا ہی کام ہے:

تبلیغی کام تو گویا حضرت کا اپنا ہی کام تھا اور حضرت مولانا محمد الیاس نور اللہ مرقدہ کے انتقال کے بعد عملاً باقاعدہ سرپرست ہو گئے تھے، اور ہر وقت اس کے فروغ وتقویت، اور اصلاح وفتنوں ومخالفتوں سے حفاظت کی طرف خصوصی توجہ مبذول فرماتے، جہاں کہیں اس مبارک کام کی ادنی مخالفت کان میں پڑتی تو اس کے ازالہ کی فکر فرماتے۔

اسی طرح اس کام میں لگنے والے مخصوص افراد سے خصوصی تعلق ومحبت فرماتے اور اگر کوئی خلاف امر بات کا پتہ چلتا تو اپنے اس خصوصی تعلق کو کام میں لاکر موثر تنبیہ فرماتے۔ بیعت ہونے والوں کو خصوصیت سے معمولات کی پابندی کی عادت ڈالنے کے لئے خاص طور سے کچھ وقت جماعت میں لگانے کے لئے فرماتے۔

اس سیاہ کار کو تین چلوں کے لئے امریکہ جانے کا حکم فرمایا اور اس کے علاوہ بھی وقتاً فوقتاً مختلف اجتماعات ومواقع پر وقت لگانے کی اجازت مانگنے پر خوشی کا اظہار فرمایا اور ادعیہ سے نوازا۔

مکہ مکرمہ میں مدرسہ کی بنیاد:

مکہ مکرمہ میں گھر کے پاس ایک قطعۂ زمین حضرت والد صاحب مدظلہ نے مدرسہ کے لئے مخصوص فرمادیا تھا، حضرت قدس سرہ نے وہاں تشریف لاکر بنفس نفیس خود بنیاد رکھی اور اپنے دست مبارک سے اینٹ جمائی الحمد للہ یہاں قرآن شریف حفظ وناظرہ کی تعلیم اسی وقت سے جاری ہے۔

تنبیہ یہ "مکہ مکرمہ میں مدرسہ کی بنیاد" والے مضمون تک ہمارے مربی ومرشد جامع شریعت وطریقت حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے ہاتھ سے لکھے ہوئے اپنے زندگی کے حالات تھے جو کتاب "حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ اوران کے خلفاء کرام" ناشر حضرت مولانا محمد یوسف متالا کے جزء ثانی سے لکھے گئے ہیں۔

حضرت کی ایک اور آپ بیتی اپنے قلم سے

یہ حضرت کے مذکورہ حالات جب میں لکھ چکا تھا تو حضرت کی زندگی کے آخری تین چار سالوں میں حضرت کی عربی میں لکھی ہوئی اپنی ذاتی سیرت اپنے ہاتھ سے لکھی ملی جس کی ابتداء ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم السیر الذاتیہ للفقیر عبد الحفیظ بن ملک عبد الحق

اور انتہاء ہے كتبه الفقير إلى رحمة ربه الكريم عبد الحفيظ (بن) ملك عبد الحق المكي المظاهري۔

اس ذاتی سیرت میں اگرچہ وہ احوال بھی ہیں جن کا ذکر اس پچھلی آپ بیتی میں ہو چکا لیکن وہ احوال جن کا ذکر پچھلی میں نہیں ہے ان کا لحاظ کرتے ہوئے اس تکرار کو برداشت کرتے ہوئے مناسب معلوم ہوا کہ اس پوری ذاتی سیرت کا ترجمہ یہاں منتقل کروں۔

بندہ فقیر عبدالحفیظ بن ملک عبدالحق مکی کی ذاتی سیرت

پہلی فصل حیات (مبارکہ) کے بارے میں

بالکل شروع بچپنہ اور اس وقت جس معاشرے میں نشوونما پائی:

اللہ ہی کی توفیق سے ابتدا کرتا ہوں کہ میں نے اپنی شروع عمر کے تقریباً سات سال شہر فیصل آباد پاکستان میں گزارے اس فیصل آباد کا پہلا نام لائل پور تھا، پھر میرے والد بزرگوار ملک عبدالحق بن سراج الدین سنہ 1953 عیسوی کو مکہ مکرمہ (والدہ اور بچوں سمیت) ہجرت کر آئے، اور میں اس وقت تک قرآن کریم کے بعض اجزاء اپنی دادی اماں کے پاس پڑھ چکا تھا، پھر جب ہم مکہ مکرمہ آگئے تو میں نے ناظرہ سارا قرآن مجید تجوید کے ساتھ اپنے استاد فاضل بزرگوار قاری عبدالرؤف صاحب سے پڑھا، اور جہاں تک مجھے یاد ہے کہ میں نے ان سے پارہ عم بھی حفظ بھی کیا، اور یہ استاد بزرگوار مکہ مکرمہ کے سرسبز

وشاداب مدرسہ صولتیہ میں مدرس تھے، لیکن میں پورا قرآن کریم حفظ کرنے کی شرافت حاصل نہ کرسکا، صرف چند پارے حفظ کئے ہاں اللہ سے امید رکھتا ہوں اور دعا کہ وہ مجھے پورا حفظ کرنے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

میں نے پہلے اپنی چچازاد سے شادی کی، اوراس سے تین بچے عبدالرؤف اور عمر اور معاذ پیدا ہوئے، اور الحمدللہ سب نے علم دین حاصل کیا، اور اللہ سے امید ودعا گو ہوں کہ وہ انہیں اپنے پسندیدہ دین متین کی خدمت کے لئے قبول فرمائیں، پھر اس اہلیہ کی وفات کے بعد میں نے دوسری اہلیہ سے شادی کی جس کا ملک پاکستان کے شہر ملتان سے تعلق ہے، اور اس سے بھی اللہ نے ہمیں ایک بیٹے سے نوازا جس کا نام ہم نے انس رکھا، ہم اللہ سے امید ودعا کرتے ہیں کہ اللہ اسے سنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خادم بنائے اوران سب کو صدقہ جاریہ اور ذخیرہ مبارکہ بنائے، آمین۔

بالکل شروع بچپنہ سے بعد والا زمانہ اور اس وقت جس معاشرے میں نشوونما پائی۔

یہ بات تو میں پہلے ذکر کرچکا ہوں کہ میں نے قرآن مجید اپنے بزرگوار قاری عبدالرؤف صاحب سے پڑھا، ہاں اس کے بعد میری درجہ ابتدائیہ تعلیم کے لئے میرا رسمی طور پر مکہ مکرمہ کے المدرسۃ السعدیۃ الابتدائیۃ نامی اسکول میں داخلہ ہوگیا، اور یہ اسکول محلہ طند باوی میں ہمارے گھر کے پڑوس میں تھا، پھر میں نے درجہ متوسطہ کی تعلیم کے لئے مکہ مکرمہ ہی کے مدرسۃ الزاہرا المتوسطۃ نامی اسکول میں اور پھر درجہ ثانویہ کی تعلیم کے لئے المدرسۃ العزیزیۃ الثانویۃ نامی اسکول میں پڑھا، اور درجہ ثانویہ سے فراغت سنہ 1384 ہجری کے شروع میں ہوئی۔

پھر میں نے مکی حرم شریف کے مدرس حضرت امان اللہ افغانی کے پاس "الفیۃ ابن مالک" اور فقہ حنفی میں "کنزالدقائق" پڑھیں۔

پھر میں نے ہندوستان سفر کیا اور مدرسہ (مظاہرالعلوم) کے خارج اوقات میں پوری "ہدایہ" حضرت مولانا رحمت اللہ دہلوی سے اور ہمارے شیخ مولانا یونس جونپوری جو حالیاً

مظاہر العلوم سہارنپور کے شیخ الحدیث ہیں سے ''مشكاة المصابيح'' پڑھی۔

پھر میرا داخلہ باقاعدہ رسمی طور پر سنہ 1388 ہجری مطابق سنہ 1968 کو جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور میں ہوا وہاں مشائخ سے میں نے دورہ حدیث پڑھا، اور مجھے حضرت شیخ الحدیث وامام المحدثین مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس اللہ سرہ سے صحیح البخاری نصف اول پڑھنے کا شرف حاصل ہوا، (اور یہ حضرت شیخ الحدیث کے تدریس کا جامعہ مظاہر العلوم میں آخری سال تھا) اور صحیح البخاری نصف ثانی حضرت مفتی مظفر حسین اجراڑوی مظاہری سے پڑھی، اور جامع الترمذی کامل اور شمائل ترمذی کامل بھی انہی سے پڑھیں۔

اور ''صحیح مسلم'' کامل اور ''سنن نسائی''، سنن ابن ماجہ، موطا امام مالک، اور ''موطأ امام محمد'' سب کتابیں حضرت مولانا محمد یونس جونپوری صاحب مظاہری سے پڑھیں، اور ابو داود کامل حضرت مولانا سید محمد عاقل صاحب سہارنپوری ﷾ سے پڑھی اور شرح معانی الآثار للطحاوی ہمارے شیخ مبجل (معظم) حضرت مولانا شاہ اسعد اللہ رامپوری سے پڑھی، اور وہ حکیم الامت حضرت اشرف علی تھانوی کے اجل خلفاء ومجازین میں سے ہیں رحمہما اللہ۔

وہ رجال کار جن کے سایہ اثر سے علمی اور سلوکی لائن مہیا ہوئی:

میرے والد ملک عبدالحق بن سراج الدین رحمہ اللہ جو کہ صالح اور متقی بزرگ تھے، بڑے مرتبے والے خوب دعوت وتبلیغ کا کام کرنے والے مکرم انسان تھے، وہ جیسا کہ ذکر کر چکا ہوں کہ سنہ 1953 عیسوی کو مکہ مکرمہ ہجرت کر آئے تھے، اور وہ حرم شریف مکی میں روزانہ حاضری کی پابندی کرتے تھے، اور وہاں حرم شریف میں علم ودین کے حلقوں میں حاضر ہوتے، اور ان کا یہ تعلق دینی اس وقت اور زیادہ مضبوط ہوگیا جب کہ حرم میں باب العمرہ پر تبلیغی جماعت کا حلقہ ہوا کرتا تھا، چنانچہ والد محترم اپنے اس تعلق دینی کے ابتدائی ایام میں ہی تبلیغی جماعت میں ان کے نظام کے مطابق کبھی سہ روزہ کی جماعت میں کبھی کم وبیش ان کے ساتھ نکلنا شروع ہوئے، اور جب والد ماجد کا تعلق حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب کے ساتھ بڑھا تو حضرت مولانا نے والد صاحب کو مزید وقت لگانے کی ترغیب دی تو والد صاحب نے جماعت کے ساتھ ہر سال چار مہینے لگانے کے لئے اپنا نام

لکھوایا اور عرض کی کہ حضرت ان چار مہینوں میں جتنا آپ مقرر کریں اور دنیا کی جس مرضی جہت اور جس مرضی ملک بھیجیں، بندہ حاضر ہے، اور جہاں تک مجھے یاد ہے کہ یہ سلسلہ سنہ 1954 عیسوی سے شروع ہوا اور اس وقت سے والد صاحب اللہ کی توفیق اور اس کے فضل سے ہر سال چار مہینے لگاتے رہے بلکہ کبھی کبھی چار مہینے سے زیادہ بھی لگاتے اور مختلف ملکوں اور مختلف جہتوں میں مختلف وقت لگاتے حتی کہ جب وہ حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب کی معیت میں ملک اردن میں جماعت کے ساتھ عیسوی کے اواخر سبعینات میں چل رہے تھے انہیں فالج ہوگیا۔

اور اس فالج کا مجھ پر بہت اثر ہوا اور ادھر جماعت کے ساتھیوں اور ان کے خواص سے بلکہ ان کے اکابر سے میرا بھی تعلق تھا، اور میں بھی الحمد للہ ان کے ساتھ ہمیشہ کبھی کم کبھی زیادہ جماعت میں نکلتا رہتا تھا، اور والد صاحب مجھ سے ہر سال نظام الدین چلّے پہ جانے کا مطالبہ کرتے تھے، اور میں بھی جماعت والوں کے مشورے سے اس چلّے کو اللہ کے راستے میں گزارا کرتا تھا حتی کہ اپنے درجہ متوسطہ اور ثانویہ کے تعلیمی سالوں کی ہر چھٹیوں میں بھی چلہ لگایا کرتا تھا، حتی کہ جب میں نے ثانویہ پاس کی تو میں نے اپنے والد صاحب رحمہ اللہ کے امر و رغبت سے پورے سال کے لئے اللہ کے راستے میں تبلیغی جماعت میں وقت لگایا، اسی خروج فی سبیل اللہ میں اللہ نے یہ بھی توفیق بخشی کہ مجھے حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمہ اللہ کی سات مہینے یا اس سے بھی زیادہ کی مرافقت نصیب ہوئی حتی کہ میں حضرت کے ساتھ ہی تھا کہ ان کا لاہور پاکستان میں انتقال ہوگیا، اور اس سفر کی تفصیل اس طرح رہی کہ پہلے ہندوستان میں وقت گزرا پھر مشرقی پاکستان یعنی بنگلہ دیش میں اور مغربی پاکستان میں سات مہینوں سے زیادہ وقت گزرا، اور حضرت مولانا محمد یوسف رحمہ اللہ میرے والد صاحب سے بہت محبت رکھتے تھے، اور اسی وجہ سے مجھ پر بھی بہت شفقت فرماتے، حتی کہ اس طویل مدت میں بغیر استثناء حضرت مجھے ہمیشہ ناشتے اور ظہر کے کھانے اور شام کے کھانے میں اپنے دائیں یا بائیں بٹھاتے، اللہ تعالی حضرت پر خوب رحمت نازل فرمائے اور اعلی مراتب سے نوازے، پھر حضرت کے انتقال کے بعد میں نے اپنا بقیہ

سال حضرت مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ گزارا، وہ بھی حضرت مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرح بہت شفقت فرماتے اور اپنی طرف سے مجھ پر کرم فرماتے ہوئے مجھے اپنے قریب بٹھاتے، اور بعد سال پورا ہونے کے مزید دو مہینے وہاں قیام رہا اور اس دو مہینے کی مدت میں حضرت کی اور حضرت محمد ہارون اور حضرت محمد عمر پالنپوری کی معیت نصیب رہی۔

اور جماعت میں یہ سال لگانے سے قبل میری یہ نیت تھی کہ والد صاحب کی منشاء کے مطابق سال لگالوں گا، پھر دنیاوی تعلیم کے لئے امریکہ یونیورسٹی میں پڑھنے کے لئے جاؤں گا، لیکن اللہ کی شان کہ جب مجھے دونوں مکرم بزرگوں حضرت محمد یوسف اور حضرت انعام الحسن رحمہما اللہ کی صحبت ملی تو وہ جو یورپ جانے کی مجھے لگن تھی اور اس کے فانی علوم کی جو مجھے دھن تھی سب کچھ نکل گیا اور یہ ذہن میں راسخ ہو کر بیٹھ گیا کہ اب تو بس دینی علوم پڑھوں گا، چنانچہ میں نے والد صاحب سے مشورہ کیا اور ان سے اجازت چاہی کہ مجھے اجازت دیں کہ میں حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب سے بیعت ہو جاؤں تو والد صاحب نے فرمایا کہ مولانا انعام الحسن صاحب سے مشورہ کرلو اگر وہ موافقت فرمائیں تو پھر کوئی مانع نہیں، تو میں نے ان سے مشورہ کیا تو وہ میری رائے پر خوش ہوئے اور فرمایا کہ وہ تو ہم سب کے شیخ ہیں ان سے بیعت ہو جاؤ، تب میں سہارنپور آ کر حضرت سے بیعت ہو گیا۔

(تنبیہ بندہ فقیر خلیل اللہ عرض کرتا ہے کہ یہ ہمارے حضرت کی حضرت شیخ الحدیث سے جو بیعت ہوئی ہے یہ حضرت کی دوسری بیعت ہے ورنہ ہمارے حضرت کی پہلی بیعت حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی جس کی تفصیل ہم پیچھے ذکر کر چکے ہیں۔ خلیل اللہ کا کلام ختم ہوا، آگے حضرت کا کلام ملاحظہ ہو)

اور الحمد للہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے مکہ مکرمہ واپس آ کر نحو اور فقہ کی کتابیں پڑھیں جیسا کہ اوپر ذکر کر چکا ہوں، پھر ہدایہ اور مشکوۃ سہارنپور میں پڑھیں، پھر رسمی طور پر جامعہ مظاہر علوم میں داخلہ لیا اور وہاں دورہ حدیث شریف کی کتابیں پڑھیں، پھر والد صاحب کی رضا و رغبت سے حضرت شیخ الحدیث کی

خدمت کے لئے میں نے اپنے آپ کو حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی وفات 1402 ہجری مطابق 1981 عیسوی تک وقف رکھا، اور یہ مدت سولہ سال بنتی ہے اس مدت میں یا تو حضرت ہی کے ساتھ رہا یا حضرت کا جہاں جانے کا حکم ہوا وہاں رہا، اور یہ سب کا سب اللہ کے فضل اور اس کی توفیق سے اور حضرت شیخ قدس اللہ سرہ کی شفقت اور مہربانی سے ہوا، اللہ تعالی حضرت کو اعلی درجات سے نوازیں اور اعلی علیین میں جگہ عطا فرمائیں۔

اور حضرت شیخ الحدیث نے 27 رمضان سنہ 1386 ہجری مطابق سنہ 1966 عیسوی کو مجھے چاروں سلسلوں (چشتیہ نقشبندیہ قادریہ اور سہروردیہ) میں اجازت بیعت مرحمت فرمائی، اور سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ سے ہمارے سب مشائخ کا یہ معمول رہا ہے کہ وہ چاروں سلسلوں میں بیعت بھی فرماتے ہیں اور اجازت بھی چاروں سلسلوں میں دیتے ہیں، البتہ سلوک وتربیت میں عموماً طریقہ چشتیہ اختیار فرماتے ہیں۔

دعوت وتبلیغ اور فکر اسلامی

تبلیغی جماعت میں نکلنا:

پہلے ذکر کر چکا ہوں کہ مَیں مکہ مکرمہ میں درجہ متوسطہ اور ثانویہ میں دوران تعلیم ہر سال چلہ کے لئے دہلی مرکز نظام الدین جایا کرتا تھا، اور بڑوں کے مشورے کے مطابق یہ ایام مکمل کرتا تھا، اور یہ بھی مفصل بیان کر چکا ہوں کہ درجہ ثانویہ سے تخرج کے بعد سنہ 1384 ہجری مطابق سنہ 1964 عیسوی کو مَیں نے پورا ایک سال حضرت مولانا محمد یوسف صاحب اور حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کی معیت میں لگایا۔

(اب مزید یہ بتانا مقصود ہے کہ) مَیں نے جامعہ مظاہر علوم سہارنپور سے تخرج کے بعد چار مہینے کے لئے امریکہ کی ریاستوں میں تبلیغی جماعت میں وقت لگایا، اور یہ جماعت دراصل پاکستان کی جماعت تھی البتہ مَیں اور میرا ایک ساتھی سعودی عرب سے تھے، اور ہماری ٹکٹ پوری دنیا کے لئے تھی، ہماری جماعت پہلے بنگلہ دیش گئی، پھر وہاں سے ایک ہفتہ کے لئے تھائی لینڈ گئی، پھر دو دن کے لئے وہاں سے فلپائن اور جاپان، پھر وہاں سے

امریکہ کی ریاستوں میں سان فرانسسکو پہنچی، اور وہاں امریکہ میں الحمدللہ اللہ کے فضل اور اس کی توفیق سے چار ماہ وقت لگایا، پھر وہاں سے برطانیہ میں کچھ دن گزار کر سعودی عرب واپسی ہوئی۔

اس کے علاوہ بھی کبھی دس دن کبھی بیس دن کے لئے برطانیہ جرمنی اور خلیجی ممالک کویت بحرین وغیرہ میں دعوت وتبلیغ میں نکلنا ہوا۔

البتہ اب برسوں سے لمبی مدت کے لئے تو نکلنا نہیں ہوا، لیکن حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کی وصیت کے مطابق جو انہوں نے انتقال سے پہلے کی تھی دنیا کے مختلف علاقوں میں جہاں بڑے اجتماعات ہوتے ہیں وہاں شرکت کی کوشش کرتا ہوں۔

جامعہ مظاہر علوم سہارنپور سے تخرج کے بعد مکہ مکرمہ واپس آیا، اس وقت حضرت مولانا محمد سلیم رحمت اللہ نور اللہ مرقدہ باحیات تھے، اور مدرسہ صولتیہ کے مدیر تھے، حضرت مولانا نے مجھے مامور فرمایا کہ مدرسہ صولتیہ کے متخرجین کو مشکوۃ شریف پڑھاؤں، چنانچہ میں نے دو سال تک مشکوۃ شریف پڑھائی۔

پھر امریکہ جانا ہوا اور وہاں سے واپسی پر حضرت مولانا محمد مسعود شمیم رحمہ اللہ کے دور اہتمام میں مدرسہ صولتیہ میں متعدد سال حدیث کی مختلف کتابیں پڑھانے کی توفیق ہوئی، پھر حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کی مدینہ منورہ ہجرت کے بعد مجبوراً تدریس چھوڑنا پڑی، (اور حضرت شیخ رحمہ اللہ کی خدمت میں وقت گزرا) پھر حضرت شیخ رحمہ اللہ کے انتقال کے بعد دوبارہ مدرسہ صولتیہ میں حضرت مولانا محمد مسعود رحمت اللہ نے تدریس کے لئے قبول فرمالیا، ان کے انتقال کے بعد حضرت مولانا ماجد مسعود رحمت اللہ مدظلہ کے دور اہتمام میں کئی سال تک تدریس کی، اور اس میں زیادہ تر حدیث کی کتب اور کبھی کبھی کتب تفسیر وتاریخ اور فقہ حنفی بھی زیر تدریس رہیں۔

انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کا قیام:

حضرت مولانا منظور احمد صاحب چنیوٹی جو رد قادیانیت میں متخصص تھے ہمارے گھر ہمیشہ تشریف لاتے تھے اور ہم ان کے کاموں اور ان کے رد قادیانیت کے

پروگراموں میں ہمیشہ تعاون کرتے تھے، پھر جب وہ حضرت شیخ سے بیعت ہوئے تو حضرت شیخ نے ان کا تعاون کرنے کا حکم فرمایا، اس بناء پر مجھ بندہ فقیر کا ان سے اور زیادہ تعلق بڑھ گیا۔

جب پاکستانی پارلیمنٹ نے سنہ 1974 عیسوی میں قادیانیوں کے کافر ہونے کا حکم نافذ کیا تو مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب مجھ پر اصرار کرنے لگے کہ ان کے ساتھ رد قادیانیت کے سلسلے میں برطانیہ، افریقہ، اور دیگر ممالک کا سفر کروں، اور مجھے اس پر ابھارنے لگے کہ ان علاقوں میں حضرت شیخ کے مریدوں کا ایک وسیع حلقہ ہے (آپ کے جانے سے فائدہ ہوگا) لیکن میں نے حضرت شیخ کی رفاقت کو ان سب چیزوں پر ترجیح دیتے ہوئے معذرت کردی، میں نے کہا کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ حضرت شیخ رحمہ اللہ کی صحبت کو چھوڑ کر کہیں اور جاؤں۔

ان کا اصرار چلتا رہا یہاں تک کہ (1981 عیسوی) میں حضرت شیخ رحمہ اللہ کا انتقال ہوگیا، اور حضرت کے انتقال کی وجہ سے ان کے اصرار میں اور شدت آئی، پھر مرحوم صدر ضیاء الحق کی صدارت میں امتناع قادیانیت کی قرارداد نافذ ہونے کے بعد مرزا طاہر جو قادیانیوں کا رئیس تھا پاکستان سے بھاگ کر برطانیہ چلا گیا، اور اس نے لندن میں جا کر ایک کانفرنس منعقد کی، اس کانفرنس کے انعقاد کے وقت حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب رحمہ اللہ اور حضرت مولانا ضیاء القاسمی صاحب رحمہ اللہ ہمارے ہاں مہمان تھے، پس جب مرزا طاہر کی کانفرنس کی خبر حضرت مولانا چنیوٹی صاحب کو ہوئی تو وہ بے چین ہوگئے اور فرمانے لگے کہ ہمارے اکابرین قادیانیوں کے تعاقب میں ان کے گھر قادیان پھر ان کے مرکز ربوہ تک گئے، اب یہ جو لندن بھاگے ہیں تو ضروری ہے کہ ان کا وہاں لندن جا کر بھی تعاقب کیا جائے، حضرت مولانا ضیاء القاسمی اور جو حضرات اسوقت وہاں موجود تھے سب نے مولانا چنیوٹی رحمہ اللہ کی بھرپور تائید کی پس یہ بات طے ہوئی کہ ہم لندن میں قادیانیت کے مکروفریب کی تردید کے لئے ایک ختم نبوت کانفرنس منعقد کریں گے، اور یہ بھی طے ہوا کہ اس کے لئے ایک تنظیم قائم کریں، پس لندن میں یہیں سے رد قادیانیت کی

ابتداء ہوئی، اور پھر الحمد للہ لندن میں واقعی ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی اور اللہ تعالی نے اسے شرف قبولیت سے نوازا، اور یہ یورپ اور برصغیر ہند کے باہر ختم نبوت کے کاموں کی ابتدا ہوگئی۔

اور ان حضرات نے اصرار کیا کہ میں اس تنظیم کا صدر بنوں، اور مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب اس کے امین العام اور حضرت مولانا ضیاء القاسمی صاحب نائب صدر، (چنانچہ یہ تنظیم ''انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ'' کے نام سے وجود میں آگئی) اور ہم نے اس تنظیم ''انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ'' کے تحت ایک کانفرنس جنوبی افریقہ کیپ ٹاؤن 2008 عیسوی میں منعقد کی، اور یہ کانفرنس اس وقت منعقد کی گئی جب قادیانی لوگ مرزا غلام احمد قادیانی ملعون کی موت کے سو سال پورے ہونے پر صد سالہ جشن کے طور پر دنیا کے مختلف شہروں میں کانفرنسیں منعقد کر رہے تھے، تبھی ہم نے بھی یہ کانفرنس ان کے رد کے لئے کیپ ٹاؤن میں بھی منعقد کی، اور دوسری جگہوں پاکستان، برطانیہ اور بنگلہ دیش میں بھی کانفرنسیں منعقد کی گئیں۔

کتابت وتالیف:

اس میدان میں سب سے اہم کام جس سے بندہ کو خاص شرف حاصل ہوا وہ الکنز المتواری فی معادن لامع الدراری وصحیح البخاری کی جمع وتالیف کا اہتمام کرنا ہے، اور وہ الحمد للہ (24) جلدوں میں اس کی طباعت ہو چکی (اور منظر عام پر بھی آچکی) ہے، اور یہ بخاری شریف کی مکمل شرح ہے، (اس کی خصوصیت یہ ہے) کہ اس میں (حضرت امام ربانی مولانا رشید احمد گنگوہی کی) لامع الدراری علی جامع البخاری اور (حضرت شیخ رحمہ اللہ کی) الابواب والتراجم لصحیح البخاری دونوں کو بحذف تکرار دمج کے طریقہ پر شامل کیا گیا ہے، اور اس میں بعض چیزیں حضرت شیخ رحمہ اللہ کے حکم اور رغبت سے ہماری طرف سے اضافہ بھی کی گئیں ہیں، اور اس جلیل القدر عمل میں حضرت مولانا عاشق الٰہی برنی ومدنی اور مولانا جمیل احمد مظاہری شریک رہے، پھر حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب کے انتقال کے بعد ایک تو حضرت مولانا حسان احمد صاحب مظاہری شریک عمل رہے اور دوسرے حضرت مولانا

حبیب اللہ صاحب مظاہری کے مشوروں سے مدد لی گئی، اور اللہ تعالی نے مجھ پر یہ خاص کرم فرمایا کہ اُس نے اس پوری کتاب کے سارے پروف کا مراجعہ اوران کی تصحیح کرنے کی مجھے توفیق عنایت فرمائی، فللّٰہ الحمد والمنة۔

بعض تالیفات کا ذکر:

نمبر(1) موقف ائمة الحركة السلفية من التصوف والصوفية

نمبر(2) طبقات الحنابلة الصوفية (دوجلدوں میں)

نمبر(3) استحباب الدعاء بعد الفرائض ورفع اليدين فيه

نمبر(4) فضائل ليلة النصف من شعبان

نمبر(5) الذكر والدعاء يوم عرفة

نمبر(6) ”تلازم الشريعة والطريقة“ (عربی) یہ حضرت شیخ الحدیث کی تالیف ”شریعت وطریقت کا تلازم“ (اردو) کا عربی میں ترجمہ ہے۔

نمبر(7) تعليقات على ”حكم القراءة على الاموات هل يصل ثوابهم اليهم؟“ للشيخ عبد الله بن حميد

نمبر(8) تعليقات وتقديم على ”التقليد الشرعي في الأمور الفقهية وأهميته في الاسلام“ للعلامة المفتي عبد الرحيم اللاجفوري۔

نمبر(9) مراجعة ”الاصول الذهبية في الرد على القاديانية“ للعلامة الشيخ منظور احمد چنیوٹی وقد ترجمه من الاردية الى العربية فضيلة الدكتور سعيد احمد عناية الله۔

(حضرت کا کلام ختم ہوا)

تنبیہ از بندہ فقیر خلیل اللہ:

یہ مذکورہ تالیفات حضرت کی بعض تالیفات ہیں جیسا کہ ان پر لگے ہوئے عنوان سے بھی پتہ چلتا ہے ورنہ حضرت کی تالیفات اس کے علاوہ بھی ہیں، جیسا کہ ہم ”تالیف وتصنیف میں حضرت کی خدمات“ کے عنوان کے تحت اس پر قدرے مفصل گفتگو ان شاء اللہ

کریں گے۔(آگے حضرت کا کلام ملاحظہ فرمائیں)۔

بندہ کی اہم کتابوں کی اسانید:

نمبر(1) ''صحیح البخاری'' اس کا نصف اول میں نے حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پڑھا، اوران کی اسانید مندرجہ ذیل ہیں

عن حضرة مولانا شيخ الحديث وإمام المحدثين محمد زكريا الكاندهلوي الصديقي المدني رحمه الله، عن والد الإمام مولانا محمد يحيى الكاندهلوي، عن الإمام الرباني مولانا رشيد أحمد الكنكوهي الأنصاري، عن الإمام المحدث الشاه عبد الغني المجددي، عن الإمام الشاه أبي سعيد المجددي، عن الإمام الشاه عبد العزيز الدهلوي، عن مسند الهند الإمام الشاه ولي الله الدهلوي،

بندہ کی ایک دوسری سند اس طرح ہے

حضرة مولانا شيخ الحديث وإمام المحدثين محمد زكريا الكاندهلوي الصديقي المدني رحمه الله، عن الإمام المحدث خليل أحمد السهارنبوري المدني الأنصاري، عن الإمام الشيخ محمد مظهر النانوتوي، عن الإمام الشيخ مملوك علي النانوتوي، عن الإمام رشيد الدين الكشميري الدهلوي، عن الإمام الشاه عبد العزيز الدهلوي، عن مسند الهند الإمام الشاه ولي الله الدهلوي۔

(تنبیہ از خلیل اللہ حضرت نے صحیح بخاری نصف ثانی حضرت نے حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب اجراڑوی رحمہ اللہ سے پڑھی اس کا ذکر جامع الترمذی کے تحت آرہا ہے)

نمبر (2) ''صحیح مسلم'' یہ میں نے حضرت مولانا محمد یونس صاحب سے پڑھی، اوران کی سند مندرجہ ذیل ہے

عن المحدث العلامة المحقق الشيخ محمد يونس الجونبوري شيخ الحديث،عن العلامة المحدث الشيخ منظور أحمد السهارنبوري، عن الإمام الشيخ خليل أحمد المحدث السهارنبوري المدني الأنصاري، عن الإمام الشيخ محمد مظهر النانوتوي، عن الإمام الشيخ مملوك العلي النانوتوي، عن الإمام الشاه محمد إسحاق الدهلوي، عن الإمام الشاه عبد العزيز الدهلوي، عن مسند الهند الإمام الشاه ولي الله الدهلوي۔

نمبر (3) ''سنن النسائی'' یہ بھی میں نے حضرت مولانا محمد یونس صاحب سے پڑھی، اوران کی سند مندرجہ ذیل ہے

عن العلامة المحدث المحقق الشيخ محمد يونس الجونبوري شيخ الحديث، عن العلامة أمير أحمد الكاندهلوي، عن العلامة منظور أحمد السهارنبوري، عن الإمام خليل أحمد المحدث السهارنبوري المدني الأنصاري، عن الإمام مظهر النانوتوي، عن الإمام مملوك العلي النانوتوي، عن الإمام رشيد الدين الكشميري الدهلوي، عن الإمام الشاه عبد العزيز الدهلوي، عن مسند الهند الإمام الشاه ولي الله الدهلوي۔

نمبر (4) ''سنن ابی داود'' یہ میں نے حضرت مولانا محمد عاقل صاحب کے پاس پڑھی، اوران کی سند مندرجہ ذیل ہے

عن العلامة المحقق السيد محمد عاقل السهارنبوري، عن الإمام الشاه محمد أسعد الله الرامفوري، عن الإمام الرباني رشيد أحمد الكنكوهي، عن الإمام الشاه عبدالغني المجددي، عن

الإمام الشاه أبي سعيد المجددي، عن الإمام الشاه عبد العزيز الدهلوي، عن مسند الهند الإمام الشاه ولي الله الدهلوي۔

نمبر (5) ''سنن ابن ماجہ'' یہ میں نے حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوری سے پڑھی، اوران کی سند مندرجہ ذیل ہے

عن العلامة المحدث المحقق الشيخ محمد يونس الجونبوري شيخ الحديث، عن العلامة الجليل الشيخ أمير أحمد الكاندهلوي،عن العلامة الكبير الشيخ منظور أحمد السهارنبوري، عن العلامة الشيخ ثابت علي السهارنبوري، عن الإمام الشيخ محمد مظهر النانوتوي، عن الإمام الشيخ مملوك العلي النانوتوي، عن الإمام الشيخ رشيد الدين الكشميري الدهلوي، عن الإمام الشاه عبد العزيز الدهلوي، عن مسند الهند الإمام الشاه ولي الله الدهلوي۔

نمبر (6) ''جامع الترمذی وصحیح بخاری نصف ثانی'' یہ جامع الترمذی کامل اور صحیح بخاری نصف ثانی میں نے حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب اجراڑوی سے پڑھیں، اوران کی سند مندرجہ ذیل ہے۔

عن العلامة الفقيه الجليل المفتي مظفر حسين الأجراروي المظاهري، عن والد العلام الفقيه المفتي سعيد أحمد الأجراروي المفتي الأعظم بمظاهر علوم، عن الإمام خليل أحمد المحدث السهارنبوري المدني الأنصاري، عن الإمام مظهر النانوتوي، عن الإمام مملوك العلي النانوتوي، عن الإمام الشيخ رشيد الدين الكشميري الدهلوي، عن الإمام الشاه عبد العزيز الدهلوي، عن مسند الهند الإمام الشاه ولي الله الدهلوي۔

اور "الأوائل السنبلية" متعدد بار میں نے اپنے شیخ وسند حضرت شیخ الحدیث اور امام المحدثین مولانا محمد زکریا کاندھلوی مدنی صدیقی سے پڑھی، اور انہوں نے مجھ پر کرم واحسان کرتے ہوئے مجھے اس کی بھی اور اپنی تمام مرویات کی بھی اجازت عطا فرمائی، جیسا کہ میرے شیخ مسند الدنیا شیخ محمد یٰسین فادانی مکی شافعی نے بھی مجھ پر کرم واحسان کرتے ہوئے مجھے اپنی تمام مرویات کی اجازت مرحمت فرمائی، اللہ تعالیٰ میرے ان تمام مشائخ کو جزاء خیر عطا فرمائیں، اور اپنے فضل وکرم سے انہیں وہ وہ کچھ عطا فرما کر انہیں مکرم فرمائیں جو جو اپنے صالحین ومقربین کو عطا فرمایا،

وصلى الله تعالى على خير خلقه وسيد رسله وخاتم أنبيائه سيدنا وحبيبنا وقرة أعيننا ونبينا مولانا محمد النبي الأمي الكريم وعلى آله وأصحابه وأزواجه وأتباعه أجمعين، وبارك وسلّم تسليماً كثيراً۔

کاتب مذکور اپنے رب کریم کی رحمت کا فقیر
عبدالحفیظ ملک عبدالحق مکی مظاہری

تنبیہ از بندہ فقیر خلیل اللہ: جس طرح حضرت کی حدیث شریف کی یہ اسانید محفوظ ہیں اسی طرح حضرت کی اجازت بیعت کی بھی سند محفوظ ہے جسے ہم ان شاء اللہ "تصوف" کی بحث میں ذکر کریں گے۔

حصہ ثالث

حضرت کے بعض یادگار اعمال اور حضرت کی اہم اہم دینی خدمات

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على أشرف الأنبياء والمرسلين نبينا محمد وعلى آله وأصحابه أجمعين

واتبع سبيل من اناب الى ثم الى مرجعكم فانبئكم بما كنتم تعملون۔لقمان: ١٥

اور اسی کی راہ پہ چلنا جو میری طرف رجوع ہو، یعنی میرے احکام کا معتقد و عامل ہو

علامہ تستری بہت بڑے بزرگ ہیں وہ اپنی تفسیر تستری میں سورہ لقمان کی آیت وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ [15] کی تفسیر میں فرماتے ہیں یعنی من لم یهتد الطریق إلى الحق عزوجل فليتبع آثار الصالحين لتوصله بركة متابعتهم إلى طريق الحق، ألا ترى كيف نفع اتباع الصالحين كلب أصحاب الكهف، حتى ذكر الله تعالى بالخير مرارا، وقد قال النبي صلى الله عليه وسلم في ذلک الحديث:هم الذين لا يشقى بهم جليسهم (روا البخاري في باب فضل ذكر الله عزوجل)

یعنی جو حق تعالی کی طرف راہ نہ پاس کے تو اس کو چاہئے کہ نیک لوگوں کے نقش قدم پر چلے کیونکہ ان کی اتباع کی برکت اسے راہ حق تعالی تک پہنچادے گی، غور فرمائیں کہ نیک لوگوں کی اتباع کا فائدہ تو اصحاب کہف کے کتے تک کو ہوا حتی کہ اس کا ذکر خیر اللہ تعالی نے متعدد دفعہ فرمایا، اور نبی (کریم) صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ نیک لوگ ایسے ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی نامراد نہیں رہتا۔ (علامہ تستری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ختم ہوا۔)

اور ظاہر ہے کہ نیک لوگوں کی اتباع یا تو ان کے پاس رہ کر انہیں دیکھ کر نصیب ہو سکتی ہے یا ان کے احوال پڑھ کر نصیب ہو سکتی ہے اللہ ہمیں جو مشائخ حیات ہیں ان کے پاس رہ کر ان کی بھی اتباع نصیب فرمائے اور جو دنیا سے جا چکے ان کے احوال پڑھ کر ان کی اتباع بھی نصیب فرمائے، اسی نسبت سے ہم اپنے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے احوال واعمال ذکر

کریں گے تاکہ ہم بھی ان کی اتباع کر کے ان کے جیسے اخلاق عالیہ اور اعمال صالحہ کے خوگر ہو جائیں اور ان ہی کی طرح خدمت دین میں اپنے کو کھپا دیں اور چونکہ ہمارے حضرت اسی موجودہ زمانہ والے ہیں اور انہوں نے یہ سارا کچھ کیا ہے تو ہمیں شیطان یہ دھوکہ بھی نہ دے کہ یہ اعمال پہلے لوگ تو کر سکتے تھے اس زمانہ کے لوگوں کے بس میں نہیں کہ وہ کر سکیں، اللہ ہم سب کا ہر امر میں معین و مددگار رہو۔

اتباع سنت بھی اور مزاح بھی اور اصلاح بھی:

غالباً 34 سال پہلے کی بات ہے کہ میری نئی نئی شادی ہوئی تھی، میں اپنے حضرت جامع شریعت وطریقت حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی رحمہ اللہ کے پاس آیا تو حضرت ایک ساتھی کی غالباً فوری دعوت قبول کر چکے تھے، میرے آنے پر اس ساتھی سے فرمایا کہ بھائی اگر اجازت ہو تو یہ بھی ہمارے ساتھ ہو لے، اس نے کہا کہ ہاں حضرت ضرور۔

فائدہ یہ دراصل حضرت والا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کی اتباع کی ہے چنانچہ بخاری و مسلم کے حوالہ سے ریاض الصالحین باب مایقولہ من دعي الی طعام فتبعہ غیرہ میں ہے

عن أبي مسعود البدري رضي الله عنه قال: دعا رجل النبي صلى الله عليه وسلم لطعام صنعه له خامس خمسة، فتبعهم رجل، فلما بلغ الباب، قال النبي صلى الله عليه وسلم: "إن هذا تبعنا، فإن شئت أن تأذن له، وإن شئت رجع" قال: بل آذن له يا رسول الله (صلى الله عليه وسلم)

ترجمہ کا خلاصہ یہ ہے کہ پانچ آدمیوں پر مشتمل ایک مخصوص دعوت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم جا رہے تھے، کہ ایک صاحب ان حضرات کے علاوہ ان کے ساتھ ہو لیئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میزبان کے دروازے پر پہنچ کر میزبان سے فرمایا کہ اگر آپ چاہیں تو ان کو ساتھ ہونے کی اجازت دیں، اور اگر چاہیں تو یہ واپس ہو جائیں گے، میزبان نے عرض کیا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) واپس نہیں بلکہ انہیں بھی اجازت ہے۔ تو

دیکھیے کیسی ماشاء اللہ اتباع ہے سنت کی کیونکہ جب دعوت قبول کی تھی میں تو اس وقت تھا نہیں ،تو وہ قبول میرے بغیر ہوا تھا،اب جب مَیں آیا تو میری بھی رعایت کی کہ چھوڑ کر جانا بھی اچھا نہیں سمجھا، اور اس پہلے قبول میں چونکہ مَیں تو داخل نہیں تھا، اس لئے میرے لیے منظوری الگ سے لی،اور اس طرح حضرت نے حدیث پر عمل کیا، پھر مزاحا میرے بارے میں فرمایا کہ پتا نہیں ان کو وہاں کی دعوت اچھی لگے گی کہ نہیں، کہ ان کی شادی نئی نئی ہوئی ہے پتا نہیں بغیر بیوی کے کھانا کیسا لگے؟ خیر جب ہم وہاں پہنچے تو انہوں نے ہر ایک کیلئے الگ الگ پلیٹ رکھی غالباً میں نے کہا اکٹھے کھاتے تو اچھا تھا،تو غالباً حضرت نے میری اصلاح اور میزبان کی خاطر یہ آیت تلاوت فرمائی ان تاکلو جمیعا او اشتاتا النور: ٦١ ترجمہ: کہ تم پر کچھ گناہ نہیں کہ سب مل کر کھاؤ یا الگ الگ (کھاؤ) (بیان القرآن)۔

حضرت اپنا محاسبہ کر کے بیعت فرماتے تھے:

ایک دفعہ میں نے حضرت سے عرض کی کہ ہمشیرہ بیعت ہونا چاہتی ہیں انہیں بیعت فرمالیں ،فرمایا کہ وہ استخارہ کرلیں،تو جب انہوں نے استخارہ کرلیا میں نے عرض کیا حضرت انہوں نے استخارہ کرلیا ہے،تو حضرت نے فرمایا کہ ٹھیک ہے انہوں نے استخارہ کرلیا لیکن میں بھی تو اپنا سوچ لوں۔

حضرت مجمع میں دعاء کرانے سے قبل پہلے اپنا محاسبہ کرتے پھر دعاء کراتے تھے:

ویسے تو اللہ جانے حضرت کتنا اپنا محاسبہ کرتے ہونگے اور کس قدر ہر عمل میں اخلاص ہوتا ہوگا، تاہم ہم نے جب بھی مجمع میں حضرت کو دعاء کرانے کی درخواست کی اور اس درخواست کو اگر حضرت نے قبول فرمالیا تو حضرت کو میں نے بہت دفعہ دیکھا اور خوب دیکھا کہ دعاء سے پہلے حضرت کی ایک فکر والی اور سوچ والی شکل ہوتی، جو اس وقت سے پہلے نہیں ہوتی تھی ،جس سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ حضرت اپنا محاسبہ فرمارہے ہیں، پھر حضرت دعاء فرماتے۔اللہ کرے یہ دولت ہمیں بھی ہر عمل میں نصیب ہوجائے۔

میری شدت غم کے وقت بھی حضرت کی ٹھیک دینی رہنمائی:

ایک دفعہ سنہ 1411ھ کی بات ہے اور میں اس وقت ٹائل لگانے کا کام کرتا تھا، پہلے تو غیر متوقع طور پر مولانا اسعد محمود (جو حضرت کے اجل خلفاء میں سے ہیں اور میرے بہت مشفق اور مجھ پر بہت محنت کرنے والے استاد ہیں اور میں اس وقت ان کے پاس ابتدائی کتابیں پڑھتا تھا) جس بلڈنگ پر میں کام کررہا تھا وہاں پہنچے، اور غالبا فرمایا کہ آپ کے بھائی امان اللہ کی طبیعت خراب تھی ہسپتال لے کر گئے ہیں، آپ گھر چلیں، میں نے پوچھا اب کیسی طبیعت ہے؟ فرمانے لگے ان شاء اللہ اچھی ہوگی، خیر میں گھر آیا تو دیکھا کہ حضرت بھی ہمارے گھر آئے ہوئے ہیں، مجھے دل میں کھٹکی کہ حضرت یہاں کیوں آئے؟ ضرور بھائی امان اللہ کے بارے میں کوئی اہم بات ہوئی ہے، میں جیسے ہی حضرت کی طرف آگے بڑھا تو حضرت نے فرمایا عظم اللہ اجرکم تو میری حالت غیر ہونے لگی، اور میں سمجھ گیا کہ میرے بھائی امان اللہ کا انتقال ہوگیا ہے، تو حضرت نے بروقت ٹھیک دینی رہنمائی فرمائی اور فوراً ارشاد فرمایا الصبر عند الصدمة الاولى (یعنی صبر کا اعلی درجہ یہ ہے کہ آدمی شروع صدمہ کے وقت ہی اپنے کو قابو میں رکھے اور جزع فزع نہ کرے) یہ لفظ میں نے زندگی میں پہلی دفعہ سنا تھا، سبحان اللہ یہ ہے اہل اللہ کا کام کہ جس وقت جس کو جس چیز کی رہنمائی کی ضرورت ہو اس وقت اس کو اسی کی رہنمائی دیتے ہیں، اللہ ہمارے اندر بھی یہ چیزیں پیدا کردے۔

حضرت کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی بات پوری ہوئی:

اسی سنہ 1411ھ میں اور اس سے پہلے بھی جب میں ٹائل کا کام کرتا تھا، اور اللہ کے فضل سے علم دین سیکھنے کا شوق بھی تھا، تو میں اس وقت حضرت کو کہا کرتا تھا کہ میں پڑھنا چاہتا ہوں اور یہ کام مجھے صحیح طریقے سے پڑھنے نہیں دیتا، تو حضرت رحمہ اللہ فرمایا کرتے کہ بھائی پڑھتے بھی جاؤ اور کام بھی کرتے جاؤ، میں خاموش ہوجاتا، پھر کچھ عرصہ بعد میں پھر حضرت رحمہ اللہ کو کہتا کہ حضرت میں پڑھنا چاہتا ہوں اور یہ کام مجھے پڑھنے نہیں دیتا، تو

حضرت کبھی مجھے مشورہ دیتے کہ پھر تم کہیں امامت وغیرہ کرلو جس سے تمہارا گزارہ بھی ہوتا جائیگا اور پڑھ بھی لوگے، اس وقت میں بعض رشتہ داروں سے متاثر ہو کر یہ ذہن رکھتا تھا کہ دین کا کام کسی معاوضہ کے ساتھ ٹھیک نہیں، اس لئے (اللہ مجھے معاف فرمائے) حضرت کے اس فرمان کو مانتا نہیں تھا، پھر بھی حضرت کو کہتا کہ حضرت یہ کام مجھے پڑھنے نہیں دیتا تو حضرت رحمہ اللہ کبھی تو یہی اوپر والا مشورہ دیتے، اور کبھی یہ فرماتے کہ بھائی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی عنہم اجمعین پڑھتے بھی تھے اور کام بھی کرتے تھے، میں پھر خاموش ہو جاتا، پھر کچھ عرصہ بعد ایک دفعہ میں نے پھر حضرت رحمہ اللہ کو عرض کیا کہ حضرت میں پڑھنا چاہتا ہوں اور یہ کام مجھے پڑھنے نہیں دیتا، <u>تو حضرت نے مجھے فرمایا کہ بھائی تم پڑھتے جاؤ اورکام کرتے جاؤ جب وقت آئے گا یہ کام خود بخود چھوٹ جائے گا</u>، بس جیسے ہی حضرت نے یہ جملہ اپنی زبان مبارک سے نکالا اسی وقت سے مجھے یقین ہو گیا تھا کہ اب ایک وقت آنا ہے اور اس کام نے چھوٹ جانا ہے، اور میں نے صحیح طریقہ سے پڑھنا شروع کر دینا ہے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، ہمارے حضرت اللہ والے تھے، ان کی زبان مبارک سے نکلا ہوا جملہ پورا ہوا، اور اللہ ہی جانے کہ حضرت میرے لئے کتنی دعائیں کرتے ہونگے کہ اللہ نے اسکی راہ ہموار کر دی، ہاں ظاہری سبب یہ ہی میرے بھائی امان اللہ کی کرنٹ لگنے سے اچانک وفات بنی، وہ چونکہ اپنے سے چھوٹے دو بھائیوں کی دیکھ بھال کرتا تھا، اور اس کے بعد ان کا نگران میرے سوا گھر میں کوئی تھا نہیں، اور وہ کسی دوسرے استاد کے پاس پڑھائی میں چلے نہیں، بس مجبوراً مجھے ہی پڑھانے کی مسند پر کودنا پڑا، اور دیگر کام کاج سب چھوڑنا پڑا، اور وہ جو غلط سوچ دماغ میں بھری ہوئی تھی کہ بغیر معاوضہ ہی دین کی خدمت ہونی چاہئے، آنا فانا ساری جاتی رہی، اور فیصلہ کرلیا کہ پیسے لیکر پڑھاؤں گا، کیونکہ پیسے لینا ایک مجبوری اور ضرورت ہے، اس لئے پیسے لینے میں کوئی حرج نہیں، اور حضرت رحمہ اللہ کو اپنا فیصلہ بتایا حضرت بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ اگر آپنے پیسوں کے ساتھ ہی پڑھانا ہے تو میرے پاس آجاؤ، اور مجھ سے تنخواہ لیکر پڑھاؤ، تو میں نے بخوشی قبول کرلیا، اس وقت سے اب تک حضرت ہی کے پاس اور حضرت کے بعد حضرت کے مقرر کردہ ذمہ داروں کے پاس چل

رہا ہوں، اور اللہ نے حضرت کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی بات ایسی قبول فرمائی کہ میں پہلے یہاں مکہ مکرمہ میں پڑھتا رہا پھر دار العلوم کراچی و دار العلوم فیصل آباد میں موقوف علیہ اور دورہ حدیث شریف بھی پڑھ کر آیا، اور آکر پھر دین کی خدمت میں بھی لگ گیا، اور اللہ نے بہت فضل فرمایا کہ کئی بچے ہم سے پڑھ کر دورہ حدیث تک پہنچے۔ اللہ ہم سب کو بزرگوں کے ساتھ لگے رہنے کی توفیق دے، اور استقامت اور اخلاص سے نوازے رکھے اور اسی خدمت دین میں خاتمہ خیر فرمائے۔

حضرت کا ''اِعدلوا'' پر عمل کرنا:

ایک دفعہ جبکہ میرے دونوں بیٹے مولوی دحیہ اور مولوی عباس (اللہ ان سے مزید دین کا کام لیں اور ہم سب سے راضی ہوں) بہت چھوٹے تھے میں حضرت کے دستر خوان پر حاضر ہوا، میں نے دونوں کو ایک طرف بیٹھایا تو حضرت نے تنبیہ فرمائی اور مجھے کہا ایک کو دائیں اور دوسرے کو بائیں طرف بیٹھاؤ تا کہ دونوں آپکے ساتھ ہوں، سبحان اللہ کس قدر انصاف کا اہتمام حضرت کو تھا، اللہ ہمیں بھی ایسا اہتمام نصیب فرمائے۔

سادات سے محبت:

ایک دفعہ ایک عربی شخص ایک بچے کو تحفیظ میں داخل کرانے کیلئے لے کر آئے اور مجھے کہا اس بچے کو آپ داخل کرلیں میں نے اسے کہا ہمارے پاس جگہ نہیں، اور یہ بھی اسے بتایا کہ اساتذہ مجھ سے ناراض ہوتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ آپ بچے زیادہ داخل کردیتے ہیں، اور پھر ہر مہینے نتیجہ چیک کرتے ہیں، جب نتیجہ کمزور ہوتو ہم سے باز پرس کرتے ہیں، لہٰذا آپ کسی بچے کو داخل نہ کریں، لیکن وہ عربی ساتھی اصرار کرتے رہے کہ اسے ضرور داخل کریں، میں انکار کرتا رہا اور عذر بتاتا رہا، انہوں نے مجھے یہ بھی کہا کہ یہ بچہ عام بچہ نہیں ہے، یہ سادات میں سے ہے، لہٰذا آپ اسے داخل کریں، میں نے پھر وہی اعذار ذکر کئے، وہ چلا گیا، اسی دن غالباً یا اگلے دن حضرت والا کا فون آیا کہ قاری صاحب وہ بچہ داخلے کے لئے آیا تھا اس کا کیا ہوا؟ میں سمجھ گیا کہ کسی سے حضرت کا نمبر لے کر حضرت سے سفارش کرا

رہا ہے، میں نے حضرت سے عرض کیا حضرت اس نے ساری بات آپکو نہیں بتائی ہوگی، اسے میں نے ساری صورت حال بتائی ہے، یہ پھر بھی اصرار کر رہا ہے، حضرت چونکہ شفیق بہت تھے میری ساری بات سنتے رہے، جب میں چپ ہوا تو حضرت نے ہمارے وضعی قوانین توڑوادیے اور مجھے فرمایا کہ قاری صاحب (مدکیساتھ پنجابی میں) سادات کے ساتھ معاملہ اور طرح ہوتا ہے اسے داخل کرو۔ مجھے بھی فوراً سمجھ آگئی، اور میں نے فوراً داخل کر لیا، اس وقت سے میرا معاملہ بھی اب سادات یا صاحب نسبت لوگوں کے ساتھ عام لوگوں والا نہیں ہوتا۔

غیر مقلدین کے ساتھ جتنی دیر بحث کرو اتنی دیر اُن کے لئے دعاء بھی کرو:

غالباً تیس برس پہلے کی بات ہے ایک دفعہ میں نے حضرت سے کہا کہ یہ غیر مقلد تنگ بہت کرتے ہیں تو ان کے ساتھ پھر بحث کرنی پڑتی ہے، تو کیا کیا جائے؟ حضرت نے پہلے تو یہ فرمایا کہ کیوں آپ ان سے بحث کرتے ہیں؟ ان سے بڑے اسلام دشمن موجود ہیں، یہ قادیانی ومرزائی کافر ہیں، وہ آپ کو نظر نہیں آتے؟ جب میں نے غالباً کہا کہ حضرت وہ تو چھیڑتے ہیں تو بحث کرنی ہی پڑتی ہے، تو فرمایا اچھا جتنی دیر ان سے بحث کرو اتنی دیر (تنہائی کے لفظ کے ساتھ غالباً فرمایا کہ تنہائی میں) ان کے لئے دعاء بھی کیا کرو۔ اللہ اکبر! کیا شان ہے بزرگوں کی! کہ پہلے حضرت نے زیادہ خطرناک فتنے کی طرف توجہ دلائی، پھر جب دیکھا کہ پالا غیر مقلدین سے ہی ہوگا، تو پھر اللہ کی یاد کے بغیر خالی بحث مباحثہ پر خوش نہیں ہوئے، اور ساتھ ساتھ نصیحت بھی فرمادی۔

ہمارے حضرتؒ پر "من تواضع للہ رفعہ اللہ" خوب صادق آیا:

"من تواضع للہ رفعہ اللہ" کا مطلب یہ ہے کہ جس نے بھی اللہ کے لئے تواضع اختیار کی یعنی اپنے کو دل سے نیچا سمجھا اللہ نے اسے اونچا کر دیا، یہ جو بزرگوں کے مقولے ہم پڑھتے سنتے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو "سیاہ کار" "نابکار" "بدترین خلائق" کہتے ہیں، یہ ان حضرات کی وجدانی کیفیت ان کو یہ کہلانے پر مجبور کرتی ہے، یہ ہی وہ حقیقی تواضع ہے،

ورنہ توبہ توبہ وہ تو صراط مستقیم پر چلنے والے اور اللہ کے پیارے اور برگزیدہ بندے ہوتے ہیں، جن کی برکت سے بلائیں دور ہوتی ہیں، بارشیں برستی ہیں، اور دوسروں کے دل ان سے روشن اور معرفت الٰہی سے معمور ہوتے ہیں، یہ ہی تواضع حضرت رحمہ اللہ کے اندر اتنی زیادہ تھی کہ حد نہیں اس کے بہت واقعات آنکھوں سے دیکھے، دو چند ذکر کرتا ہوں۔

ظاہراً فاسق وفاجر کا اکرام اور باطناً اہل اللہ کا اکرام یا کم از کم اپنے سے اعلی کا اکرام:

ایک دفعہ ایک نوجوان حضرت سے ملنے آئے، ظاہری حالت بہت خراب، سر کے انگریزی بال، ڈاڑھی بھی نہیں، لباس بھی پینٹ پتلون، جب آئے حضرت نے ان کا اتنا اکرام کیا کہ حد نہیں اسکو چوما چاٹا جس طرح عربوں کا رواج ہوتا ہے، اور غالباً پھل کاٹ کاٹ کر انہیں کھلائیں، میں ظاہری آنکھوں والا دیکھ دیکھ کر اندر سے کہوں کہ یہ کہاں جائز ہے؟

حدیث "إذا مدح الفاسق غضب الرب واهتز له العرش" (رواہ البیہقی فی شعب الایمان باب حفظ اللسان عما لا یحتاج الیہ)

یاد آئے کہ حدیث میں تو آتا ہے کہ جب فاسق کی مدح وتعریف کی جاتی ہے تو رب عالم کو غصہ آجاتا ہے، اور اس کی وجہ سے اللہ کا عرش کانپنے لگ جاتا ہے۔ اور یہ اکرام واعزاز کیسے درست ہوسکتا ہے؟ لیکن ادباً کچھ کہنے کی ہمت نہ ہوئی، جب وہ نوجوان چلا گیا تو کسی نے بتایا کہ یہ اللہ کا بندہ کسی بڑے بزرگ کا بیٹا ہے، پٹڑی سے ہٹ کر بہت دور چلا گیا ہے، حضرت اس بزرگ کا لحاظ کرتے ہوئے اس کا اکرام کر رہے ہیں، تاکہ یہ قریب ہو جائے پھر اسے نصیحت کی جاسکے۔ میں خلیل اللہ کہتا ہوں کہ اب تو یوں سمجھ میں آتا ہے کہ جس بزرگ کی یہ حالت ہو کہ وہ اپنے کو بدترین خلائق تصور کرتا ہو، وہ اس نوجوان کو بھی تو اپنے سے اعلی ہی سمجھے گا، کیونکہ یہ بھی تو خلائق میں داخل ہے، اور جب وہ اپنے کو اس سے کم تر سمجھے گا تو وہ اس وقت تو اپنے سے اونچے والے کا ہی اکرام کرنے والا ہوگا۔

غالباً یہی تواضع ہی وجہ تھی کہ حضرت خود نہیں جماعت کراتے تھے:

بلکہ دوسرے کو ہی امام بننے کا کہتے ،حتی کہ اگر کوئی وضع قطع میں ظاہراً خلاف شرع بھی ہوتا تب بھی اسی کو امام بناتے ، کہ جب حضرت کے اندر کا وجدان حضرت کو یوں کہتا تھا کہ تو اس سے کم درجہ میں ہے تو کیسے جرأت ہو اس کا امام بننے کی ؟۔

اسی تواضع ہی کی وجہ سے حضرت کی دوسروں سے دعاء کرانے کی کوشش:

لہٰذا بہت دفعہ ہوا کہ حضرت کی خانقاہ میں حضرت سے ملنے والے بزرگان دین آئے ،اور دعاء کا وقت آیا تو حضرت نے انہی سے دعاء کرائی خود نہیں کی، مثلاً ہمارے سامنے کئی دفعہ حضرت شیخ الحدیث صاحب کے صاحبزادے وجانشین حضرت پیر جی مولانا محمد طلحہ صاحب ﷫اور صاحب الدر المنضو دحضرت ومحدث مولانا سید محمد عاقل صاحب اور حضرت مولانا محمد عزیز الرحمن ہزاروی صاحب اور استاذ محترم حضرت جی مولانا مفتی جاوید حسین شاہ صاحب اور حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد صاحب اور حضرت مولانا سیدي شاہد صاحب سہارنپوری ودیگر مشائخ عظام (اللہ سبھی کو اپنی حفاظت میں رکھے اور سب کو صحت وتندرستی سے لمبی زندگیوں سے نوازے اور ہمیں ان سے مستفید فرمائے) تشریف لاتے ،اور ان میں سے اکثر فرماتے بھی کہ ہم تو آپکے پاس دعاء لینے کے لئے آئے ہیں، لیکن حضرت فرماتے کہ نہیں آپ ہی دعاء فرمائیں گے، بلکہ حضرت فرماتے کہ آپ حضرات کی دعاء بنص رسول صلی اللہ علیہ وسلم مقبول ہے، اس لئے آپ ہی دعاء فرمائیں گے، اور حدیث سناتے عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال: الحجاج والعمار وفد الله، إن دعوه أجابهم، وإن استغفروه غفر لهم (رواه ابن ماجه في باب فضل دعاء الحاج عن أبي هريرة) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حجاج اور معتمرین (عمرہ کرنے والے) اللہ کے مہمان ہیں، اگر وہ دعاء کریں گے تو اللہ ان کی دعاء قبول فرمائیں گے، اور اگر وہ دعاء مغفرت کریں گے تو اللہ ان کی دعاء مغفرت بھی قبول فرمائیں گے۔

خانقاہ کی تحفیظ میں کسی بچے کے ختم قرآن پر بھی دوسروں سے ہی دعاء کرانے کی کوشش:

ایک دفعہ حضرت کی وفات سے غالباً تین ہفتے پہلے حضرت جعفر ﷺ کی اولاد میں سے دو بچوں سعد اور ولید حفظهما الله ووفقهما بالخير کراچوی کا حفظ قرآن کا ختم تھا، میں نے حسب معمول حضرت سے آنے کی درخواست کی، اور حضرت اس وقت مغرب کے بعد خانقاہ ہی میں شیخ اسامہ بن سعید المنسی صاحب ﷺ کو نسائی شریف کا درس دے رہے تھے، حضرت نے فرمایا کہ ٹھیک ہے میں آتا ہوں، حضرت تشریف لائے اور ان ہی شیخ اسامہ بن سعید المنسی صاحب ﷺ کو بھی ساتھ لیتے آئے، حضرت کے آنے پر بچوں نے اپنے آخری سبق سنائے، پھر میں نے حضرت سے درخواست کی کہ دعاء فرما دیں، حضرت نے انہی شیخ صاحب کو جو نسائی شریف کے درس کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے انہی سے دعاء کرنے کا فرمایا، انہوں نے حضرت سے اصرار کیا کہ آپ دعاء فرمائیں، حضرت نے فرمایا نہیں آپ دعاء فرمائیں گے، کچھ تکرار کے بعد ان شیخ صاحب نے حضرت سے عرض کیا، ولكن أنا أدعو أولا ثم أنت تدعو ثانيا، کہ ٹھیک ہے میں پہلے دعا کراتا ہوں لیکن بعد میں آپ ہی دعاء فرمائیں گے حضرت نے جواباً فرمایا أنت الأول وأنت الآخر کہ آپ ہی سے دعاء شروع ہوگی اور آپ ہی پر ختم ہوگی، تو اس پر مجبوراً ان کو ہی دعاء کرانی پڑی، اور وہ ہی آخری ہوئی۔

حضرت کی تواضعاً یہ کوشش کہ میں کسی دوسرے کی دعاء میں طفیلی بن جاؤں:

حضرت شیخ الحدیث کے خلیفہ اجل حضرت مولانا محمد عزیز الرحمن صاحب کے مرید بھائی عبدالعزیز صاحب نے بتایا کہ وہ ایک دفعہ رات کو مکہ مکرمہ میں حضرت کی خانقاہ میں دعاء کر رہے تھے اور وہاں اور کوئی نہیں تھا کہ اچانک حضرت اندر آئے اور ان کے پاس پیچھے بیٹھ گئے، اور زور زور سے کہنے لگے آمین آمین، جیسے یہ کوشش کر رہے ہوں کہ مجھے بھی اپنی دعاء میں شریک کرلو۔

حضرت کا کوڑا اٹھانے والے آدمی پر ہاتھ رکھ کر اس کے ساتھ چلنے میں عار نہ کرنا:

ہمارے حضرت کے خلیفہ مُجاز اور ہمارے بچوں کے کتابوں کے استاذ بھائی احمد نواز صاحب نے بتایا کہ انہیں حضرت شیخ الحدیث کے خلیفہ حضرت مولانا حسان صاحب نے بتایا کہ ایک دفعہ انہوں نے حضرت کو دیکھا کہ ایک کوڑا اٹھانے والے آدمی کے ساتھ اس کے مونڈھے پر ہاتھ رکھے ہوئے چلتے جارہے ہیں اور بالکل عار نہیں محسوس کررہے کہ میں کس کے ساتھ چل رہا ہوں۔

حضرت کا تحفیظ کی ضرورت کی بناء پر چھوٹے بچوں کو پڑھانے کے لئے تیار ہونا:

حضرت کی مکہ مکرمہ والی تحفیظ میں ایک دفعہ ایسی ضرورت پیش آئی کہ کسی سعودی نیشنل ہی کو بیٹھ کر پڑھانا ضروری ہوگیا تو میں پریشان ہوگیا اور میں تحفیظ کو اِدھر اُدھر لے جانے کی سوچنے لگا کہ میرے پاس سعودی نیشنل کوئی تھا نہیں حضرت نے مجھے فرمایا کہ قاری صاحب آپ تحفیظ شروع کریں میں خود بیٹھوں گا، اللہ اکبر کیا شان بزرگوں کی کہ اپنی شان ومقام بالکل ذہن میں نہیں بلکہ یہ ذہن میں آیا کہ جب تحفیظ کا چلنا میرے جیسے پر موقوف ہے تو میں ہی بیٹھتا ہوں تاکہ تحفیظ کا حرج نہ ہو، لیکن اللہ تعالی حضرت کے خلیفہ خاص اور بھائی محترم حافظ عبدالصمد صاحب کو بہت جزاء خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے حضرت کی نیابت کی اور تحفیظ کی ضرورت تک خود شریک ہوتے رہے۔

گالی یا غلط بول تو دور کی بات ہے حضرت نے بے فائدہ بات کبھی نہیں کی:

حضرت کے خلیفہ خاص اور سگے بھائی محترم حافظ عبدالصمد صاحب کی عمر حضرت کی وفات پر غالباً (51) سال تھی، انہوں نے بتایا کہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے کبھی بھی حضرت جی کو زبان سے گالی بلکہ غلط بول یا فضول بات یا کوئی بھی بے فائدہ بات منہ سے نکالتے نہیں سنا حتی کہ اپنے اولاد کو یا بھائیوں کو یا کسی بھی رشتے دار کو کبھی بھی بے فائدہ

بات نہیں کہی، اور اگر کبھی غصہ آ بھی جاتا تو میں نے زندگی میں کبھی بھی غلط بات حضرت جی کے منہ سے اس وقت بھی نہیں سنی، بلکہ چاہے صحت کی حالت ہو یا بیماری کی، سفر کی حالت ہو یا حضر کی، ہر وقت سنت کے مطابق خیر کی ہی بات منہ مبارک پر ہوتی تھی، دن ہو یا رات ہو بے فکری کبھی نہیں ہوتی تھی، ہر وقت دل اللہ سے متعلق ہوتا تھا، تبھی زبان پر کنٹرول ہوتا تھا اور خیر ہی خیر زبان پر آتی تھی۔ (حضرت کے خلیفہ خاص اور سگے بھائی محترم حافظ عبد الصمد صاحب کا کلام ختم ہوا)۔

کسی کی طرف پاؤں پھیلانا تو درکنار کسی کی طرف چوکڑی میں بھی ننگے پاؤں نہیں کیئے:

حضرت نے جب سے خانقاہ بنائی غالباً اس وقت سے اب تک ستائیس سال ہو گئے ہیں، (صحیح تاریخ تو مجھے یاد نہیں) اس وقت سے میرا حضرت کے پاس سے جتنا بھی تھوڑا بہت اٹھنا بیٹھنا ہوا ہے، اس طویل عرصہ میں کسی کی طرف پاؤں پھیلانا تو دور کی بات ہے، میں نے کبھی بھی نہیں دیکھا کہ چوکڑی میں بھی حضرت کے پاؤں ننگے کسی کی طرف ہوں، بلکہ اگر ننگے ہو بھی جاتے تو حضرت انہیں فوراً ڈھک لیتے تھے، اور یہی حال مسجد میں بھی ہوتا تھا۔

مجھ جیسے فقیر سے حضرت کا (توبہ توبہ اللہ مجھے معاف فرمائے) معذرت ومعافی چاہنا:

ایک دفعہ حضرت نے مجھے فون کیا کہ قاری صاحب فلاں کتاب چاہئے، میں نے عرض کیا ٹھیک ہے میں نکال دیتا ہوں، فرمایا ابھی ضروری نہیں گھر جانے سے پہلے نکال دیں، میں نے عرض کیا کہ بہت اچھا، کچھ دیر بعد **پھر فون پر فرمایا کہ قاری صاحب! معذرت چاہتا ہوں** ایک فلاں کتاب کی بھی ضرورت ہے وہ بھی نکال دیں، میں نے عرض کیا کہ حضرت کوئی بات نہیں وہ بھی نکال دونگا، حضرت کو کچھ دیر بعد اور ایک دو کتابوں کی ضرورت ہوئی، پھر فون کیا اور **فرمایا کہ قاری صاحب معافی چاہتا ہوں آپکو تنگ کرتا جارہا**

ہوں، مجھے فلاں فلاں کتابوں کی بھی ضرورت ہے وہ بھی نکال دیں، میں نے عرض کیا کہ حضرت کوئی بات نہیں ان شاء اللہ سب نکال دونگا، پھر میں نے الحمد للہ وہ ساری کتابیں نکالکر دے دیں، اللہ اکبر، یہ کوئی بناوٹی باتیں نہیں تھیں، بلکہ یہ دل سے نکلنے والی باتیں ہوتی تھیں، اور یہ ایک دو واقعے نہیں بلکہ حضرت کی عادت شریفہ تھی کہ تھوڑی سی بھی کسی کو تکلیف ومشقت دینے کو بہت بڑا سمجھتے تھے، اور اگر کوئی دوسرا حضرت کا چھوٹا سا بھی کام کردیتا تو اسے بہت زیادہ دعائیں دیتے تھے، میری اہلیہ کو حضرت کی موجودہ اہلیہ محترمہ نے رو کر بتایا کہ حضرت والا کو وہ اگر ایک گلاس پانی یا کوئی کتاب پکڑاتیں تو حضرت انہیں اتنی دعائیں دیتے کہ حد نہیں، اللہ کرے ہمارے اندر بھی حضرت جیسے اخلاق حسنہ آجائیں۔

حضرت والا نے غالباً جب سے خانقاہ بنائی میں نے حضرت کو فقیر ہی دیکھا:

اور اس کا کئی دفعہ مشاہدہ بھی ہوا، مثلاً خانقاہ میں کئی دفعہ لوگ کتابیں یا اور کوئی چیز چھوڑ جاتے، اور وہ کئی دفعہ سالوں سال رکھی رہتیں، میں حضرت کو کہتا کہ یہ کوئی چھوڑ گیا اب اس کا پتا نہیں چلتا کہ کس کی ہیں؟ حضرت مجھ سے فرماتے کہ تو اس کا اب کیا حکم ہے؟ میں عرض کرتا کہ کسی غریب کو دی جائے، حضرت فرماتے لاؤ میرے پاس، میں حضرت کے پاس کردیتا حضرت میرے سامنے قبضہ فرماتے، پھر فرماتے لو قاری صاحب جو اس کا کرنا ہے کرلو، اسی طرح ایک ساتھی آئے، اور حضرت سے کہنے لگے کہ کچھ چندہ چاہیے، غالباً حضرت کہنے لگے کوئی مخیر حضرات دیکھ لیں، وہ کہنے لگے نہیں حضرت مجھے آپ کے مال سے چاہیے، حضرت فرمانے لگے کہ بھائی میں تو مقروض ہوں، آپ کسی مفتی سے فتوی دلوا دیں کہ قرض اتارنے کی بجائے آپکو چندہ دوں، حضرت کی وفات کے بعد حضرت کے فقیر ہونے کی تصدیق حضرت کے بھائی ومجاز اور حضرت کی خانقاہ کے ذمہ دار حافظ عبد الصمد صاحب نے بھی کی کہ حضرت دنیا سے فقیری ہی کی حالت میں گئے، بلکہ مزید یہ بھی بتایا کہ حضرت جی نے مجھ ناچیز کو اپنا کفیل بنایا ہوا تھا اور مجھے یہ حکم تھا کہ اگر کوئی زکوٰۃ کے پیسے دے تو میری طرف سے وصول کرلیا کرو۔ تقریباً 20 سال پہلے میرے پاس ایک شخص آیا

اور کہنے لگا کہ میرے پاس زکوٰۃ کے پیسے ہیں یہ آپ لے لیں، میں نے کہا کہ بھائی جان میں اس کا مستحق نہیں ہوں۔ میں نے اس شخص سے کہا کہ میں حضرت جی سے پوچھ کر آپ کو بتاؤں گا۔ غالباً دوسرے دن یا کچھ دن بعد جب حضرت جی تشریف لائے تو میں نے عرض کی کہ حضرت جی بیت الکبیر میں ایک آدمی آیا تھا اور وہ زکوٰۃ کے پیسے دینا چاہتا تھا لیکن میں نے لینے سے انکار کر دیا۔ حضرت جی فرمانے لگے کہ آئندہ اگر کوئی زکوٰۃ کی مد میں پیسے دے تو میری طرف سے آپ میرے وکیل ہیں، اس رقم کو لے لیا کرو۔ میں کئی مہینے اس کے بارے میں سوچتا رہتا کہ یہ میرے بڑے بھائی ہیں اور اس طرح کی زندگی گزار رہے ہیں۔ لیکن جب میں ہزاروں لوگوں کی حضرت جی کیساتھ محبت، عقیدت اور خدمتگاروں کو دیکھتا تو یہ بات سمجھ میں آتی کہ حضرت جی فقیری میں بھی امیر ہیں۔

جب حضرت نے اللہ کے لئے تواضع اختیار فرمائی تو اللہ نے آپ کو باوجود فقیر ہونے کے اونچا کر دیا حتیٰ کہ حضرت کی عظمت کی وجہ سے حضرت کے ایک مجاز کو غشی آگئی:

ایک طرف حضرت کے اندر اتنی زیادہ تواضع تھی جو کہ آپ دیکھ رہے ہیں، دوسری طرف وہ لوگوں کے ہاں کتنے معظم تھے اس کو بھی ساری دنیا جانتی ہے، اور حقیقت میں اللہ کی توفیق سے حضرت کی طرف سے جب "من تواضع لله" پر عمل ہوا تو پھر اللہ نے بھی "رفعه الله" کو پورا کر دکھایا، حتیٰ کہ اگر کہیں بھی کسی مقام پر بھی حضرت ہوتے اور ان کے پاس کوئی بھی مال میں کروڑ پتی ہوتا، یا کوئی جاہ میں ایم پی اے یا دنیا کی کسی بھی لائن میں وہ بہت اونچا ہوتا تو سارے لوگوں کا رخ حضرت ہی کی طرف ہوتا حتیٰ کہ دین دار طبقہ میں بھی حضرت کی اتنی زیادہ عظمت تھی کہ بڑے بڑے بزرگ حضرت سے دعاء کے لئے حاضر ہوا کرتے تھے جیسا کہ گزرا، حتیٰ کہ ایک دفعہ حضرت نے مکہ مکرمہ خانقاہ میں ایک مجلس کے اختتام پر اپنے بنگلہ دیش کے ایک مُجاز کو دعاء کرانے کا کہا، تو انہوں نے حضرت کے کہنے پر دعاء تو شروع کر دی لیکن حضرت کے سامنے دعاء کرنا ان کو خود ایک جسارت اور جرأت نظر

آرہی تھی حتی کہ وہ دعاء کرتے کرتے یہ کہنے لگے کہ یا اللہ میں اپنے شیخ کے سامنے بیٹھ کر آپ سے دعاء مانگ رہا ہوں یا اس طرح کے کوئی اور الفاظ کہتے جارہے تھے اور روتے جارہے تھے، اور ان کی حالت غیر ہوتی جارہی تھی حتی کہ وہ ان الفاظ سے آگے دعاء نہ کر اس کے اور انہیں غشی آگئی اور وہیں گر گئے، اللہ اکبر، اللہ کرے ہمیں بھی اللہ تواضع حقیقی عطا فرمائے۔

حضرت کے بھائی ومجاز اور حضرت کی خانقاہ کے ذمہ دار حافظ عبد الصمد صاحب نے فرمایا کہ حضرت جی کی قلبی کیفیت عجیب تھی، ہمیشہ ذکر واذکار میں مشغول رہتے تھے۔ جب سورہے ہوتے تھے تو اکثر اللہ اللہ کی آواز سنائی دیتی تھی اور ہمیشہ یہ بھی دیکھا کہ مستجاب الدعاء تھے، جو بات کہتے وہ اللہ کے فضل وکرم سے ضرور پوری ہوتی۔ کئی مثالیں موجود ہیں کہ کسی کیلئے دعا کرتے تو وہ پوری ہوتی تھی۔

مجھ جیسے فقیر سے (اللہ اسے ٹھیک کردے اور راضی ہوجائے) حضرت کا خانقاہ میں کام لینا پھر محبت بھی کرنا اور یاد رکھنا:

حضرت نے جب خانقاہ بنائی اور حضرت کی رہائش "بڑے گھر" میں خانقاہی معمولات شروع ہوئے تو شروع میں ہفتہ وار مجلس جمعہ کے دن عصر کے بعد ہوتی تھی، اور حضرت نے مجلس کے انتظامات میرے ذمہ لگائے، اور میں اس کے لئے جرول محلے سے ایک بیکری سے بسکٹ وغیرہ لایا کرتا تھا، اور آدمی بھی اس وقت تھوڑے ہوتے تھے، دس سے پندرہ تک ہوتے تھے، پھر اللہ نے حضرت کے اخلاص کی برکت سے بہت برکت ڈالی جیسا کہ ساری دنیا دیکھ رہی ہے، کہ عام طور پر سو اور سوا سو سے کم نہیں ہوتے، اور مجلس کا وقت بدلتے بدلتے عشاء کے بعد ہوگیا، اور اللہ نے توفیق دے رکھی کہ مجھ سے خانقاہ کی خدمت ہوتی رہی، (اور واللہ! اللہ ہی کی توفیق سے ہوا اور ہورہا ہے اور اللہ کرے جاری رہے، اور میری بداعمالیاں مانع نہ بن جائیں) حضرت اس سے بہت خوش ہوتے تھے حتی کہ جب بھی حضرت سفر پہ جانے لگتے تو اوپر کی منزل سے جہاں حضرت کی رہائش تھی

سیڑھیاں اتر کر خانقاہ میں میرے دروازے تحفیظ والے پر آکر دروازہ کھولتے اور میری طرف دیکھتے، اور میں جلدی سے حضرت کے پاس آتا کہ شائد کوئی کام ہو، حضرت ارشاد فرماتے کہ میں جارہا ہوں، سوچا کہ آپ سے سلام کرتا جاؤں، اللہ اللہ کیا شفقتیں ان بزرگوں کی کہ میرے عیوب دیکھ کر بھی دھتکارنے کی بجائے وہ جو تھوڑی سی خانقاہ کی خدمت ہوتی تھی کو سامنے رکھ کر سینے سے لگاتے تھے اور دعائیں دیتے تھے، اللہ سے دعاء کرتا ہوں کہ یا اللہ ان بزرگان دین کی لاج رکھ کر معاف فرمادے، اور جس طرح یہ ہمارے ساتھ معاملہ کرتے تھے، ہمیں اپنے ماتحتوں کے ساتھ ایسا معاملہ کرنے کی توفیق عطا فرما۔

قاری صاحب آپ تو اونچے دربار میں کھڑے تھے:

حضرت کی خواہش کی بنا پر حضرت کی خانقاہ مکہ مکرمہ میں رمضان شریف میں تراویح سوائے ایک دو رمضان کے لمبی ہی چلتی آرہی ہے، اکثر ساڑھے پانچ پارے ہوتے ہیں، اس لئے یہی ہوتا کہ جب بھی حضرت والا اگر عشاء کے بعد کسی دوسرے ملک اعتکاف کے لئے جاتے، تو ہم نماز تراویح پڑھنے میں ہی مشغول ہوتے تھے، اور حضرت کے جاتے ہوئے حضرت سے مصافحہ نہیں ہوتا تھا، ایک دفعہ ہم تراویح کے کسی چوکڑے کے آخر میں تھے، کہ سلام پھرنے والا تھا، بس ہم نے سلام پھیرا تو ترویحہ یعنی وقفہ کا وقت شروع ہوا، اور لمبی تراویح کی وجہ سے حضرت کے مشورے سے پانچ دس منٹ وقفہ ہوتا ہے، اُدھر پتا چلا کہ حضرت روانہ ہونے والے ہیں اور باہر گاڑی کے پاس ہیں، میں بھاگا بھاگا باہر گیا کہ مصافحہ کرلوں، حضرت نے مجھے دیکھا تو یوں فرمایا کہ او ہو قاری صاحب میں تو سمجھا کہ آپ تو (اللہ کے) اونچے دربار میں کھڑے ہیں، (اس لئے سلام نہیں لی) اللہ رے کیا شان بزرگوں کی، کہ اول تو مجھ جیسے فقیر کے ملنے کا ذہن میں رکھنا ہی کہاں ضروری، دوسرے اگر ذہن میں ہے بھی تو ادھر اللہ سے ہر وقت اس طرح لو لگی ہوئی کہ نماز کی حالت حضرت کے ذہن میں اس طرح راسخ ہے کہ یہ اللہ کے اونچے دربار میں کھڑے ہونا ہے، اور سلام کے لئے ہمیں مشغول کرنا اللہ کے دربار سے ہٹانے کے مترادف ہے، اس لئے حضرت والا سلام کے لئے ہمارے پاس تشریف نہیں لائے، اللہ ہمیں بھی یہ دولت نصیب فرمائے، کہ ہم

دوسروں کا خیال رکھنے والے بھی بن جائیں، اور اللہ تعالی کے ساتھ ہر وقت لو بھی لگ جائے۔

حضرت کو مجلس ذکر کی اہمیت بہت تھی:

1412ھ کی بات ہے کہ ہماری ہفتہ وار مجلس والے دن حضرت کے اپنے بھانجے ہمارے محترم حافظ بھائی طاہر مکی صاحب سلمہ کی شادی تھی، حضرت اور ہم سب اس میں مدینہ منورہ میں مدعو تھے، اور بھائی طاہر کے سسرال والوں نے وہاں ظہر کا کھانا رکھا تھا، اور اس وقت خانقاہ کی مجلس غالباً مغرب کے بعد ہوتی تھی، میں بھولا ہوا تھا کہ آج مجلس ہے، لیکن حضرت کھانا کھا کر فرمانے لگے کہ بھائی ہماری تو آج مجلس ہے ہم تو ابھی نکلیں گے، مجھے حضرت کے کہنے پر یاد آیا اور افسوس ہوا کہ حضرت نے مجھے ذمہ دار بنایا ہے اور مجھے مجلس یاد ہی نہیں، لیکن کیا شان تھی حضرت کی کہ تربیت کیلئے اتنا اچھا انداز اختیار فرماتے تھے کہ کیا بتاؤں، کہ مجھے مخاطب ہو کر حضرت ایک لفظ نہیں بولے، اور اونچے الفاظ سے سب کو یہ الفاظ سنادئے کہ ہماری مجلس ہے، جس سے مجلس کی اہمیت بھی ظاہر ہوگئی، اور مجھے تنبیہ بھی ہوگئی، اور سب کو خبر بھی ہوگئی۔

اسی طرح اگر حضرت کو مجلس کے دن مدینہ منورہ سے آتے ہوئے دیر ہو جاتی تو ایک دفعہ نہیں بلکہ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ حضرت والا کسی کے ذریعے مجھے پیغام پہنچاتے کہ قاری صاحب (خلیل اللہ) کو بتادو کہ میں ان شاء اللہ فلاں وقت تک پہنچ جاؤں گا۔

حضرت کو مجالس ذکر و درود کی اہمیت بہت تھی مگر ان میں غلو پسند نہیں تھا:

ایک دفعہ ہم حضرت کے بہنوئی ہمارے محترم بھائی عامر سلمہ کے ہاں مجلس درود شریف میں تھے، ہماری تحفیظ کے بعض اساتذہ کا اصلاحی تعلق ہمارے حضرت سے نہیں تھا، بلکہ ایک دوسرے اہل حق بزرگ کے ساتھ تھا، وہ حاضر نہ ہوئے، ہماری تحفیظ کے بعض ذمہ داران نے حضرت سے کہا کہ حضرت کیا تحفیظ کے اساتذہ کو ان مجالس میں آنا ضروری نہ کردیں؟ حضرت نے فوراً فرمایا کہ بالکل نہیں، ان کی مرضی آئیں یا نہ آئیں۔

اسی طرح بہت بڑا ایک مشروع جس میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے مروی ہزاروں احادیث جمع ہورہی ہیں جسے ہمارے حضرت ہی کے مشورے سے حضرت مولانا لطیف الرحمن حفظہ اللہ "الموسوعة الحديثيه للامام ابی حنيفة" میں حضرت ہی کی خانقاہ میں جمع فرمارہے ہیں، ان مولانا لطیف الرحمن صاحب کا اصلاحی تعلق بھی ایک دوسرے اہل حق بزرگ حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد ﷾ کے ساتھ ہے، یہ مولانا لطیف الرحمن صاحب ہفتہ وار مجلس میں آئیں یا نہ آئیں حضرت نے کبھی بھی روک ٹوک نہیں فرمائی۔

بزرگوں کا روک ٹوک نہ کرنا بہت بڑی خیر کا سبب ہوجایا کرتا ہے:

اب یہ مولانا لطیف الرحمن ہی نے خود مجھ سے متعدد مرتبہ فرمایا کہ مجھ سے کوئی کام لے لے یہ آسان نہیں ہے، اور میں تو کسی سے دبنے والا نہیں ہوں، لیکن حضرت مولانا عبدالحفیظ علیہ الرحمہ کا کمال ہے کہ حضرت نے مجھے کام پر باندھ کر مجھ سے کام لے لیا، (مولانا کا کلام ختم ہوا)۔ میں خلیل اللہ کہتا ہوں کہ واقعی مولانا کا مزاج ہم بھی کئی سالوں سے جانتے ہیں ایسا ہی ہے، اور چونکہ خوب ذی استعداد ہیں، اس لئے ان کو کسی بات پر قائل کرنا مشکل ہوتا ہے، لیکن حضرت والا تو ماشاء اللہ چونکہ بہت بڑے حکیم تھے، وہ ہر ایک کو اس کے مزاج کے مطابق لے کر چلتے تھے، اس لئے مولانا لطیف الرحمن باوجودیکہ ان کا اصلاحی تعلق دوسرے بزرگوں سے ہے ہمارے حضرت کے گرویدہ ہیں، بلکہ انہوں نے مجھے خود کہا کہ میں نے سارا تصوف حضرت مولانا عبدالحفیظ ﷫ سے سیکھا ہے۔

میں نے اپنے حضرت جی ﷫ کے خلیفہ خاص اور اللہ کے فضل سے پندرہ سال کم وبیش سے حضرت کی خانقاہ پر دل کھول کر خرچ کرنے والے اور حضرت کی حیات سے اب تک خانقاہ کے ذمہ دار اور میرے بچپن کے دوست بھائی عبدالصمد ﷾ (اللہ ان کے رزق میں بہت برکت ڈالے اور ان سے اور ہم سب سے خوب راضی ہو) سے حضرت کے بارے میں کچھ لکھنے کا عرض کیا تو انہوں نے حضرت کی خانقاہ کے اساسی اعمال اور حضرت کے کچھ واقعات لکھے جو مندرجہ ذیل ہیں ان میں عناوین میرے اضافہ کئے ہوئے ہیں، فرماتے ہیں:

مکہ مکرمہ میں حضرت والا کی خانقاہ میں ہونیوالے اساسی اعمال پر ایک نظر

(الف) خانقاہ کی مجالس:

میرے مربی حضرت جی کی مجلس، جیسا کہ بھائی مولانا خلیل اللہ صاحب نے بتایا، کہ کافی پہلے عصر کی نماز کے بعد ہوا کرتی تھی پھر بدلتے بدلتے عشاء بعد کے شروع ہوئی اور دن بھی پہلے جمعہ پھر پیر پھر بدھ ہوا، اور میں نے بھی جب سے دیکھا بروز پیر پھر بروز بدھ بعد از نماز عشاء ہوا کرتی تھی اور تا حال الحمد للہ یہ سلسلہ جاری ہے۔ مجلس کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوتا ہے اس کے بعد حسب الموقع کتاب پڑھی جاتی ہے، کتاب پہلے اردو میں پڑھی جاتی تھی لیکن چند سالوں سے حضرت سیدی و مرشدی نے دو کتابیں کر دیں تھیں اردو اور عربی، اردو میں حضرت رحمہ اللہ کی مرتب کردہ ''زاد السالکین'' اور عربی میں حضرت علامہ امام نووی کی مشہور کتاب ''ریاض الصالحین'' کا اردو میں ترجمہ اور شرح بھی کی جاتی ہے اور یہ سلسلہ تقریباً ایک گھنٹہ تک جاری رہتا ہے، اس کے بعد درود شریف کی چہل حدیث پڑھی جاتی ہے، پھر خاص وظیفہ ختم خواجگان ہوتا ہے اور اس کے بعد تقریباً دس سے پندرہ منٹ دعا ہوتی ہے، دعا کے بعد انفرادی طور پر اپنے اپنے شیخ کے دیے ہوئے طریقے کے مطابق ذکر جہری ہوتا ہے اور پھر کھانے کا انتظام ہوتا ہے، یہ تو ہفتہ وار مجلس کے معمولات کا ذکر ہوا۔

اور روزانہ کے معمولات میں فجر سے اشراق تک ذکر بالجہر کی مجلس، پھر صلاۃ الاشراق پڑھ کر ناشتہ ہوتا ہے اور ظہر کے بعد دس پندرہ منٹ ''فضائل اعمال'' کی تعلیم اور مختصر دعا پھر ظہر کا کھانا ہوتا ہے، اور عشاء کی نماز کے بعد دس منٹ درود شریف اور مختصر دعاء پھر کچھ دیر بعد رات کا کھانا ہوتا ہے۔

ان مجالس کا اہتمام میرے سرتاج، میرے آقا میرے مربی، میرے والد ماجد گرامی قدر حضرت شیخ ملک عبدالحق (رحمۃ اللہ علیہ) کے گھر میں ہوتا ہے جو ''بڑے گھر'' کے نام سے معروف ہے۔ پاکستان، انڈیا، بنگلہ دیش، ساؤتھ آفریقہ یورپ وامریکہ ودیگر مختلف ممالک کے لوگ خانقاہ میں ہونیوالی بابرکت مجالس میں شرکت کرتے ہیں۔

(ب) خانقاہ میں تحفیظ یعنی بچوں کو حفظ کرانے کا شعبہ:

اس گھر میں والد صاحب کے زمانہ سے ہی قرآن پاک کی تعلیم کے لئے مدرسہ شروع ہوا تھا۔ الحمد للہ میں نے اور میرے بڑے بھائی حافظ عبداللہ ملک عبدالحق صاحب اور ان سے بڑے بھائی حافظ عبدالرحمن ملک عبدالحق مرحوم نے بھی اسی مدرسہ میں قرآن پاک حفظ کیا تھا اور الحمد للہ خاندان کے کافی افراد نے اس مدرسہ تحفیظ میں قرآن پاک حفظ کیا اور بفضل اللہ آج بھی حفظ قرآن پاک کا سلسلہ جاری ہے اور تقریباً ہر سال تین یا چار طلبہ قرآن پاک حفظ مکمل کرتے ہیں۔ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ اس مدرسہ کے ذمہ دار تھے، ہمارے اس گھر یعنی بڑے گھر میں تقریباً 25 سال سے خانقاہ کا قیام عمل میں ہے۔

(ج) خانقاہ میں دار التصنیف:

اور الحمد للہ خانقاہ میں دار التصنیف کا سلسلہ بھی جاری ہے، جس میں کئی کتابیں تصنیف ہو چکی ہیں اور ہو رہی ہیں۔

(تنبیہ از خلیل اللہ، حضرت کے اس دار التصنیف اور اس کی مؤلفات کا ذکر ہم ''تالیف وتصنیف میں حضرت کی خدمات'' کے عنوان کے تحت ان شاء اللہ مفصل ذکر کریں گے)

(1) حضرت کا لاکھوں بلکہ کروڑوں ریالوں پر حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی رفاقت کو ترجیح دینا:

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ جسے اس عاجز کو حضرت والا مرحوم نے خود سنایا تھا کہ حضرت نے فرمایا کہ میری جوانی کی بات ہے جب میں سہارنپور سے فارغ ہو کر آیا تھا کہ ہمارے یہاں میاں نواز شریف صاحب اور ان کے والد میاں محمد شریف (مرحوم) تجارت کے سلسلہ میں پاکستان سے سعودی عرب تشریف لائے تو والد صاحب نے ان کا بہت اکرام کیا۔ میاں نواز شریف کے والد صاحب درحقیقت میرے والد صاحب کے بچپن کے دوست تھے، تقسیم ہند سے پہلے وہ امرتسر کے ایک محلہ میں اکٹھے رہا کرتے تھے۔ میرے والد محترم ملک عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان سے تقسیم کے وقت پاکستان (لائل پور)

جس کا نام اب فیصل آباد ہے وہاں ہجرت کر کے آچکے تھے اور پھر اس کے تقریباً پانچ سال بعد مکہ مکرمہ ہجرت کر لی تھی۔ جب میاں نواز شریف کے والد صاحب نے ہمارے والد صاحب سے بات کی کہ میں مکہ مکرمہ میں تجارت کی غرض سے آیا ہوں اور یہاں لوہے کی مل لگانے کا ارادہ ہے تو والد صاحب نے فرمایا کہ ضرور ہم تیار ہیں۔ اس وقت والد صاحب کی مکہ مکرمہ اور مدینہ منورۃ میں ٹرنک، الماریاں اور برتنوں کی ایک فیکٹری تھی۔ تو حضرت جیؒ فرماتے ہیں کہ والد صاحب نے مجھے فرمایا عبدالحفیظ تم میاں صاحب کے ساتھ وزارۃ الصناعۃ اور وزارۃ التجارۃ چلے جاؤ تا کہ شروط وغیرہ اور فیکٹری لگانے کا نظام معلوم ہو جائے۔ تو حضرت جی مرحوم نے فرمایا میں نے فوراً حکم کی تکمیل کی اور صبح اٹھتے ہی ان کے ساتھ نکل گیا اور وزارتوں میں تقریباً تین دن چکر لگائے۔ ہم صبح 8 بجے تقریباً نکل جایا کرتے تھے اور ظہر کے بعد واپس آیا کرتے تھے جب تین دن کے بعد شروط وغیرہ سے فارغ ہو گئے تو میاں صاحب نے مجھے فرمایا کہ اب بیٹا بیٹھ کر بات کر لیں تا کہ سارے معاملات پیار محبت سے طے ہو جائیں۔ حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ چچا جان میں تو آپ کے ساتھ والد صاحب کے حکم کی وجہ سے گیا تھا اور اب جو فیکٹری لگانے کا آپ طے کرنا چاہتے ہیں میں حقیقت میں فارغ نہیں ہوں میں تو حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کا خادم ہوں جو میرے پیر و مرشد ہیں، میں ان کو نہیں چھوڑ سکتا اور آپ کا بہت زیادہ حرج ہوگا آپ والد صاحب سے بات کر لیں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ آپ کے والد صاحب نے ہی کہا تھا کہ تم سے (یعنی حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ سے) طے کر لیں تو حضرت فرمانے لگے کہ میں نے ان سے وہی کہا کہ میں تو فارغ نہیں ہوں اپنے شیخ کیساتھ رہتا ہوں اور میں انکو اور ان کے کاموں کو نہیں چھوڑ سکتا، تو میاں صاحب نے رات کو والد صاحب سے علیحدگی میں بات کی تو والد صاحب نے فرمایا کہ میاں صاحب اگر عبدالحفیظ یہ چاہتا ہے تو ٹھیک ہے آپ کسی اور کو دیکھ لیں کیونکہ میں تو وزارتوں کا کام نہیں کر سکتا، میں نے اگر فیکٹری بھی لگائی تھی تو اسی کے نام پر لگائی تھی میں دفتری کام بھی نہیں کر سکتا اور عربی لکھنے پڑھنے کا کام بھی یہی جانتا ہے، تو حضرت جی نے فرمایا پھر میاں صاحب نے فیصلہ کیا کہ ہم دبئی چلے جاتے ہیں تو

پھر میاں صاحبان دبئی چلے گئے۔ کچھ مہینوں کے بعد سنا کہ میاں فیملی نے وہاں کروڑوں کی مل لگائی ہے اور یہ وہی مل ہے جسکی وجہ سے آج میاں خاندان ارب، کھرب پتی بن گئے ہیں۔ حضرت جیؒ فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اور بہت زیادہ فضل ہے کہ اس نے اپنا قرب عطاء کیا اور اس دنیا سے بچالیا۔ الحمد للہ اولاً و آخراً۔

(2) حضرت جی ہر کسی کو اس کے کاروبار کے ساتھ ساتھ اس کے مناسب حال دِین کا کام کرنے کو کہتے تھے:

مجھ عبدالصمد کو ایک دوسرا قصہ یاد آیا آج سے تقریباً 10 سال قبل میں اپنے مرشد و مربی حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بڑی غمگین حالت تھی اور دل ٹوٹا ہوا تھا تو حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ خیر تو ہے؟ میں نے گذارش کی کہ حضرت جی آپ نے مجھے پگڑی پہنا کر خلافت اجازت مرحمت فرمادی لیکن میں اس کا کوئی حق ادا نہیں کر رہا، میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا، ایسا لگتا ہے کہ میرا سارا وقت "مطابع الوحید پریس" میں گزر جاتا ہے اور آخرت کا کوئی کام نہیں ہو رہا یہ کہہ کر میں نے رونا شروع کر دیا اور کہا کہ حضرت جی مجھ سے دین کا کوئی کام نہیں ہو رہا سمجھ میں نہیں آرہا کہ میں کیا کروں؟ حضرت جیؒ نے بہت زیادہ شفقت کیساتھ فرمایا یا حبیبی، پیارے غم نہ کرو بس لگے رہو، انشاءاللہ وقت آئے گا سب سمجھ میں آجائیگا بس اخلاص کیساتھ لگے رہنے سے اللہ پاک تبارک وتعالیٰ راستے کھولتے ہیں اور جب انسان سالک سڑک پر چڑھ جاتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ منزل تک پہنچادیتے ہیں اور پھر میرے کندھے پر ہاتھ رکھا اور بہت پیار دیتے رہے اور فرمانے لگے کہ ایک قصہ سناؤں تو میں متوجہ ہوا، فرمایا ایک دفعہ قطب الاقطاب حضرت شیخ محمد زکریاؒ مدینہ منورہ میں بیمار ہوگئے۔ ڈاکٹروں نے حضرت شیخ کا مکمل چیک اپ کیا، تمام ایکسرے اور ٹیسٹ کرنے کے بعد ڈاکٹروں نے آپس میں مشورہ کیا اور طے کیا کہ حضرت شیخ کا غالباً آپریشن کرنا ہوگا جب حضرت شیخ کو آپریشن کا بتایا گیا تو فرمانے لگے کہ ڈاکٹر اسماعیل کو

آنے دو ان کے ساتھ مشورہ کر کے طے کریں گے۔ جب شام کو ڈاکٹر اسماعیل صاحب تشریف لائے تو حضرت شیخ فرمانے لگے کہ بھائی ٹیسٹ وغیرہ کرنے کے بعد ڈاکٹروں نے کہا ہے کہ آپ کا آپریشن ہوگا تو آپ بھی وہ ٹیسٹ رپورٹس چیک کرلیں اور بتائیں کہ آپ کا کیا مشورہ ہے؟ تو حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ مجھے ٹیسٹ رپورٹس کو دیکھنے کا زیادہ تجربہ نہیں ہے کیونکہ میرا چھوٹا سا کلینک ہے اس میں میں اور میرا بیٹا ہوتے ہیں اور عرصہ سے ڈاکٹری کتابوں کا مطالعہ بھی نہیں کیا اس لیے میں کوئی بھی رائے دینے سے قاصر ہوں۔ یہ سن کر حضرت شیخ فرمانے لگے کہ پیارے جو بھی کام کرو اسکو عروج تک لیکر جاؤ، یعنی جو بھی کام کرو وہ اعلیٰ معیار اور اخلاص کیساتھ کرو، تجارت کرو تو خوب اچھے طریقے سے کرو، اس کے بعد فرمانے لگے کہ پھر کچھ دن بعد ڈاکٹر اسماعیل صاحب حضرت شیخ قطب الاقطاب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ میں کلینک ختم کرنا چاہتا ہوں آپ مجھے دین کے کام میں لگادیں اس کے بعد حضرت شیخ نے ڈاکٹر صاحب کی تشکیل امریکہ کر دی اور وہاں جا کر ڈاکٹر اسماعیل صاحب نے دار العلوم قائم کیا اور الحمد للہ بہت کامیابی کیساتھ چل رہا ہے، اس کے بعد ڈاکٹر صاحب کینیڈا تشریف لے گئے وہاں ماشاء اللہ دوسرا دار العلوم قائم کیا اور وہ بھی بہت اچھے طریقے سے چل رہا ہے، اس کے بعد حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ پریس چھوڑ دو بلکہ آپ پریس میں خوب لگن ،محنت اور اخلاص کیساتھ کام کریں اور ساتھ ساتھ دین کا کام بھی کرتے رہیں۔

(3) ہمارے حضرت کے والد ماجد کی فیاضی اور حضرت کا ان کی خدمت کرنا اور ان کی ناراضگی پر ان کے پاؤں سے چمٹ کر راضی کرنے تک زار و قطار رونا:

ایک تیسرا قصہ یاد آیا جبکہ میری عمر تقریباً 12 یا 13 سال تھی اُن دِنوں میرے والد صاحب مرحوم ملک عبدالحق سراج الدین نور اللہ مرقدہ کو فالج کا اٹیک ہو چکا تھا، فالج ہوتے

کے بعد جب انکو مکہ مکرمہ لایا گیا تو وہ کافی دیر تک صاحب فراش رہے، تقریباً 2 سال تک والد صاحب کا علاج چلتا رہا جب طبیعت کچھ بہتر ہوئی تو والد صاحب نے دوبارہ پاکستان کے سفر شروع کردیئے۔

ایک دفعہ پاکستان کے سفر کے دوران میں والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیساتھ تھا وہ شعبان کا مہینہ اور غالباً ۱۴۰۳ھ کا سال تھا، ہم فیصل آباد میں تایا جان کے گھر ٹھہرے ہوئے تھے، ایک دو دن کے بعد حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف لے آئے۔ کسی حکیم نے والد صاحبؒ سے کہا کہ آپ چونکہ فالج کے مریض ہیں تو آپ کیلئے بہتر ہے کہ آپ کہیں ٹھنڈے علاقے میں قیام کریں اور وہاں جاکر ریچھ کی چربی کے تیل سے مالش کروائیں، والد صاحبؒ فرمانے لگے کہ ہم پھر مقبوضہ کشمیر چلے جاتے ہیں کیونکہ وہاں کا موسم بھی اچھا ہے اور سنا ہے کہ وہاں ریچھ کی چربی کا تیل ملتا ہے اس سے مالش ہوگی تو ہوسکتا ہے کہ فالج کے مرض میں کچھ بہتری آجائے، چنانچہ حضرت جی (مولانا عبدالحفیظ رحمۃ اللہ علیہ) نے دو دن بعد مقبوضہ کشمیر جانے کا بندوبست کردیا اور میری تشکیل والد صاحبؒ کیساتھ کردی، ہم تقریباً 23 شعبان کو کشمیر پہنچے وہاں والد صاحبؒ کے ایک دوست تھے جو چوہدری صاحب کے نام سے مشہور تھے، کشمیر میں ان کے چیری اور سیب کے باغات تھے۔ ہم ان کے ہاں تین دن رہے، بہت شدید سردی تھی درجہ حرارت تقریباً 11 یا 12 سینٹی گریڈ تھا، تین دن چوہدری صاحب کے ہاں ٹھہرنے کے بعد ہم والد صاحبؒ کے ایک اور دوست علی کاکا کے پاس چلے گئے، اور انہوں نے ہمیں ڈل گیٹ میں ٹھہرایا، دورانِ گفتگو جب ہم نے انکو کشمیر آنے کی وجہ بتائی تو علی کاکا کے والد صاحب نے ایک جگہ ٹنگرناگ کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ آپ وہاں چلے جائیں کیونکہ اس علاقے میں کافی ریچھ ہوتے ہیں وہاں آپ کو ریچھ کی چربی آسانی سے مل جائیگی اور اپنا ایک خادم ہمارے ساتھ روانہ کردیا اسکو ہماری خدمت اور والد صاحب کی مالش پر مامور کردیا۔ چنانچہ ہم ٹنگرناگ رمضان المبارک سے ایک دن قبل پہنچے، الحمدللہ وہاں ہمیں آسانی سے ریچھ کی چربی بھی مل گئی۔ مجھ سے حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ تم (17) یا (18) رمضان تک پورا قرآن پاک تراویح میں والد صاحب کو سنا دینا، اتنی دیر تک میں بھی

کشمیر آجاؤں گا اور پھر تم سہارنپور چلے جانا وہاں سے (28) رمضان کے بعد عید پر فیصل آباد چلے جانا، تو الحمدللہ عید کے بعد جب مکہ مکرمہ واپسی ہوئی اور میں والد صاحبؒ کو عصر کی نماز کے بعد حرم پاک لے کر جاتا تھا۔ والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ وہ رکن یمانی کے سامنے تشریف فرمایا کرتے تھے اور تقریباً ہر روز مطاف میں کسی باشرع آدمی کو اپنے پاس بلا لیتے اور سلام دعا کے بعد پوچھتے کہ آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں اور آپ کے ساتھ کتنے ساتھی ہیں؟ کوئی کہتا کہ ہم (10) افراد ہیں، کوئی (18) اور کوئی (25) افراد کا کہتا۔ تو والد صاحبؒ فرماتے کہ آپ اللہ کے مہمان ہیں اگر آپ ہمارے ہاں کھانے کی دعوت قبول کریں گے تو ہمیں بہت خوشی ہوگی اور میری طرف اشارہ کر کے بتاتے کہ یہ میرا بیٹا ہے یہ کل آپکو باب ملک عبدالعزیز کے سامنے سے لینے آجائیگا اور مجھے والد صاحب نے فرمایا ہوا تھا کہ جتنے آدمی تمہاری گاڑی میں آئیں ان کو ساتھ بٹھا کر لے آیا کرو، اور اگر زیادہ ہو جائیں تو انکو کرایہ کی گاڑی میں ساتھ لیکر آجایا کرو۔ الحمدللہ ایسا ہی ہوتا تھا۔ ایک دفعہ ہم حرم شریف سے نکلے باب الملک عبدالعزیز کے سامنے گاڑی کھڑی کی تو والد صاحب نے بیٹھتے ہی مجھ سے پوچھا کہ عبدالحفیظ کہاں ہے؟ میں نے کہا کہ گھر میں ہونگے تو پھر مجھ سے پوچھنے لگے کہ مدرسہ والی زمین کیوں بیچ دی؟ (یہ وہ زمین ہے جہاں آج کل جابری بقالہ اور بلڈنگ بنی ہوئی ہے) اور اس کے پیسے کہاں ہیں؟ میں اس کا کوئی جواب نہ دے سکا بس میں نے اتنا ہی کہا کہ سنا ہے کہ کچھ قرض واجب الاداء تھا جسکی وجہ سے حضرت جی نے وہ زمین بیچ دی۔ یہ سن کر والد صاحبؒ غصہ میں آگئے اور گھر کے قریب پہنچتے ہی بہت جلال میں فرمایا میں گھر کے اندر نہیں جاؤں گا میری پیشاب دانی لے آؤ اور مجھے فوراً مدینہ منورہ چھوڑ آؤ۔ میں فوراً اندر گیا اور پیشاب دانی والد صاحب کو دیکر دوبارہ گھر کے اندر والدہ ماجدہ کو بتانے کے لیے گیا، گھر داخل ہوتے ہی مجھے حضرت مرشدیؒ نظر آئے تو میں نے انسے کہا کہ والد صاحب اسطرح فرما رہے ہیں اور وہ بہت جلال میں ہیں اور گھر کے اندر نہیں آنا چاہتے، یہ سن کر حضرت جیؒ فوراً باہر تشریف لائے، حضرت جی کو دیکھ کر والد صاحب زور و شور سے خفاء ہوئے اور فرمانے لگے کہ میں اب اندر نہیں جاؤں گا مجھے مدینہ منورہ لے چلو۔ حضرت جیؒ نے کوئی جواب نہ دیا

بلکہ فوراً والد صاحب کے قدموں میں گر گئے، اور قدموں میں گر کر معافی مانگنا شروع کر دی اور قدموں کو چومنا شروع کر دیا اور بالکل کوئی صفائی پیش کی نہیں بلکہ کہنے لگے کہ ابا جی مجھے معاف کر دیں اللہ کیلئے مجھے معاف کر دیں، میں دیکھ رہا تھا کہ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ والد صاحب کے قدموں کو چوم رہے ہیں اور زور زور سے روتے جا رہے ہیں جیسے ایک بچہ روتا ہے اور ہم سب جو ساتھ کھڑے تھے حضرت جی کے ساتھ رو رہے تھے اور حضرت جی کہتے جا رہے تھے کہ ابا جی مجھے معاف کر دیں اور آپ اندر گھر تشریف لے آئیں اس کے بعد میں خود آپکو مدینہ منورہ لے چلوں گا، اتنے میں والد صاحب کا غصہ بالکل ٹھنڈا ہوا اور اُنہوں نے حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کو قدموں سے اٹھانے کی کوشش کی لیکن حضرت جی والد صاحب کے قدموں سے ایسے لپٹے ہوئے تھے جیسے کوئی کسی کے سینہ سے لپٹا ہوتا ہے۔ والد صاحب سے رہا نہ گیا اور انہوں نے بھی رونا شروع کر دیا اور بار بار یہی کہہ رہے تھے کہ عبد الحفیظ اٹھو چھوڑو یہ شیطان تھا، چلو میرے گلے لگ جاؤ میں نے تمہیں معاف کیا، حضرت جی کافی دیر تک والد صاحب کے قدموں سے لپٹے رہے اور پھر والد صاحب نے حضرت جی کو اپنے گلے سے لگایا اور والد صاحب بھی کافی دیر تک حضرت جی کو گلے لگا کر روتے رہے اور اندر تشریف لے گئے اور فرمانے لگے کہ یار شیطان آجاتا ہے بس چھوڑو اس شیطان کو اور اس دنیا کو۔

(4) حضرت کا نماز تہجد، نماز اوابین اور مسواک پر پابندی کرنا:

میں نے اپنے بچپن سے لے کر حضرت جی کو وفات تک کبھی بھی تہجد چھوڑتے نہیں دیکھا، حضرت جی ہمیشہ تہجد کی پابندی کرتے تھے اور صلاۃ اوابین بھی باقاعدگی سے ادا کرتے تھے، وضو کرتے وقت ہمیشہ مسواک کی سنت کا اہتمام فرماتے تھے انہوں نے کبھی بھی برش اور ٹوتھ پیسٹ استعمال نہیں کیا، ہمیشہ سنت پر عمل کرتے تھے۔

(5) حضرت جی کا سفر میں نوافل وغیرہ پڑھنے کی عادت شریفہ:

حضرت جی جب مکہ مکرمہ سے سفر کیلئے روانہ ہوتے تو حدودِ حرم سے نکلتے ہی 6 رکعات نفل گاڑی میں ہی پڑھ لیتے تھے۔ ایک دفعہ میرے سوال کرنے پر حضرت جی

نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ جب بھی سفر کیلئے روانہ ہوتے تو اونٹنی پر بیٹھنے کے بعد مدینہ منورہ سے نکلتے ہی 6 رکعات پڑھ لیتے تھے، چاہے اونٹنی کا رخ جس طرف بھی ہوتا۔ حضرت جی بھی اس مبارک سنت پر عمل کرتے ہوئے جب بھی حدود سے نکلتے تو اس مبارک عمل کو ضرور کرتے تھے۔ اور جب بھی حضرت جی کا سفر ہوتا تو ایئر پورٹ پر چھوڑنے اکثر میں ہی جایا کرتا تھا اس لیے میں نے دیکھا کہ یہ عمل حضرت جی نے ہمیشہ کیا۔ اور اسی طرح جب بھی حضرت جی جہاز پر سفر کرتے تو جہاز اڑنے کے تقریباً 10 منٹ کے بعد اپنی سیٹ پر بیٹھے بیٹھے 6 رکعات کا باقاعدگی سے اہتمام فرماتے تھے۔ اور جب کسی شہر یا بستی میں داخل ہوتے تو داخل ہوتے ہی بستی میں داخل ہونے کی مسنون دعا کبھی اونچی اور کبھی ہلکی آواز میں ضرور پڑھتے تھے۔ اللهم رب السموات السبع وما أظللن، ورب الأرضين السبع وما اقللن ، ورب الشياطين وما اضللن ، ورب الرياح وما ذرين، أسالك خير هذه القرية وخير أهلها وخير مافيها، وأعوذبك من شرها وشر أهلها وشر مافيها۔

(6) حضرت کی کچھ مزید صفات عالیہ کا ذکر:

اس کے علاوہ حضرت جی اخلاق نبوی ﷺ کا بہترین نمونہ تھے۔ کبھی بھی کسی کا دل نہیں دکھاتے تھے، ہر ایک کیساتھ انتہائی محبت اور شفقت سے پیش آتے تھے۔ شکوہ، غیبت، بدگوئی اور تنگ دلی کا حضرت جی کہ شخصیت میں دور دور تک نام ونشان نہیں تھا۔ میں نے کبھی بھی حضرت جی کے منہ سے گالی یا کوئی لغو بات نہیں سنی۔ طبیعت میں انتہائی عاجزی اور انکساری تھی۔ چھوٹا ہو یا بڑا، بھائی ہو یا بیٹا، اپنا ہو یا بیگانہ حضرت جی سب کو مسکرا کر اپنے گلے سے لگاتے تھے اور ملنے والوں کے سب دُکھ، درد دور ہو جاتے تھے، یہی وجہ ہے کہ آج لاکھوں لوگ یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ وہ حضرت جی کے زیادہ قریبی تھے۔ حضرت جی ہر لحاظ سے دوسروں کی فکر خود سے زیادہ کرتے تھے، ہمیشہ دوسروں کی راحت اور آرام کا خیال رکھتے تھے۔ اگر سونے کیلئے ایک پلنگ ہوتا تو حضرت جی دوسرے کو ترجیح دیتے اور خود نیچے

سوجاتے تھے۔کھانے پینے کے معاملے میں بھی بڑے قناعت پسند تھے،کبھی بھی پر تکلف کھانوں کی فرمائش نہیں کرتے تھے،اپنے نفس کی ہمیشہ بہت فکر کیا کرتے تھے۔حضرت جی نے پوری قدرت کے باوجود اپنے نفس کی خاطر کبھی بھی اپنے کمرے کی اشیاء نہیں بدلی۔ تقریباً 30 سال پرانا بنا ہوا ایک لوہے کا پلنگ تھا اسی پر آرام فرماتے تھے۔کمرہ میں ایک لوہے کی الماری تھی جو ہمارے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی فیکٹری کے زمانہ کی تھی۔حضرت کی وفات سے کچھ عرصہ قبل مولانا عبدالرؤف صاحب جو حضرت جی کے بڑے صاحبزادے ہیں انہوں نے ایک نئی الماری،ٹیبل اور ایک عدد کرسی بنوا کر دی تھی اسے حضرت نے ان کی خاطر قبول فرمایا تھا۔

(7)صوفی سائیں نہیں ہوتا بلکہ اس کی چھ آنکھیں ہوتی ہیں:

تقریباً 22 سال پہلے کی بات ہے کہ میرا حضرت جی کی خدمت اور ان کی معیت میں یورپ جرمنی کا سفر ہوا، ہمارا قیام وہاں جرمنی کے شہر فرنک فورٹ کی ایک مسجد میں تھا۔ تقریباً ایک ہفتہ حضرت جی کی خدمت میں ہمارا اسی مسجد میں قیام رہا۔اس مسجد میں ہم سے پہلے ہمارے بھانجے مفتی عدنان بٹ صاحب بھی پہنچے ہوئے تھے اور اسی شہر میں ہمارے عزیز بھائی افتخار صاحب کا قیام بھی تھا وہ تقریباً 27 سال پہلے سعودی عرب سے وہاں شفٹ ہو گئے تھے۔افتخار صاحب ہر روز کسی مسجد میں حضرت جی کا بیان رکھوا دیتے تھے۔ایک دفعہ حضرت جی تصوف کے موضوع پر پنجابی میں بیان فرما رہے تھے کہ دورانِ بیان ایک آدمی نے کوئی بات کی تو حضرت جی نے فرمایا کہ "صوفی ہونا سائیں ہونا نہیں ہوتا" یعنی درویش ہونا نہیں ہوتا بلکہ صوفی ایک جرنیل کی مانند ہوتا ہے اس کی چھ چھ آنکھیں ہوتی ہیں اور وہ ہر بات سوچ سمجھ کر کرتا ہے،فضول اور لغو باتوں سے پرہیز کرتا ہے۔

(8)بنگلہ دیش میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں ایک عالم حضرت مولانا شہید الاسلام حفظہ اللہ کے ذریعہ کئی عظیم کام:

حضرت مولانا شہید الاسلام صاحب جو المرکز الاسلامی ڈھاکہ بنگلا دیش کے بانی

اوراس کے مہتمم بھی ہیں۔ میں نے ان کے ساتھ پیش آنے والا ایک ایمان افروز واقعہ ان کی زبانی سنا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں جامعۃ العلوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن میں پڑھا کرتا تھا۔ مجھے شروع سے ہی خدمت خلق کا بڑا شوق تھا، اسی جذبے کی وجہ سے مدرسہ میں بھی اساتذہ اور طلباء کی بڑی خدمت کیا کرتا تھا، پھر فراغت کے بعد کچھ عرصہ حضرت مولانا حکیم اختر صاحب کی خدمت میں گزارا اور پھر اجازت بھی ہوئی۔ اس کے بعد بنگلہ دیش واپسی ہوئی تو سوچا کہ بنگلہ دیش میں غربت بہت زیادہ ہے اور بعض لوگ اتنے غریب ہیں کہ موت کے بعد ان کے پاس کفن کے پیسے بھی نہیں ہوتے اور اکثر دور دراز علاقوں میں بعض چھوٹے چھوٹے دیہات ایسے بھی ہیں کہ وہاں میت کو غسل دینے والے اور جنازہ پڑھانے کیلئے علماء بھی نہیں ہوتے، اس لیے میں نے سوچا کہ غسل وتکفین کا کام شروع کرلوں۔ اسی غرض سے میں نے ڈھاکہ شہر میں ایک جگہ کرایہ پر حاصل کی۔ ہم نے ایک صاف ستھری جگہ بھی متعین کی ہوئی تھی جہاں ہم غسل اور تکفین کیا کرتے تھے پھر مسجد میں نماز جنازہ پڑھ کر وہاں سے ہم میت کو قبرستان لے جاتے اور سنت کے مطابق اس کی تدفین کرتے اور شروع سے لیکر آخر تک پوری ذمہ داری ہماری ہوتی۔ پس جہاں بھی کوئی فوتگی ہوتی لوگ ہمیں فون کر دیتے اور ہم اپنی ایمبولینس لے جاتے اور اول تا آخر خوب اپنی ذمہ داری نبھاتے۔ ہمارا ماہانہ خرچہ تقریباً ڈیڑھ سے دو لاکھ ٹکہ تھا۔ ہم المرکز الاسلامی کے نام سے فی سبیل اللہ غسل و تکفین کا اشتہار لگاتے اور اسمیں اپنا ٹیلیفون نمبر بھی لکھ دیتے تھے، ہم نے جگہ جگہ غسل وتکفین کے بورڈ بھی لگائے اور آہستہ آہستہ ہمارے ادارے کی شہرت دور دراز علاقوں تک پھیل گئی خصوصاً مدارس دینیہ اور غرباء میں ہماری شہرت بہت زیادہ ہوگئی اور کام بہت زیادہ بڑھ گیا، جس کی وجہ سے ہم پر قرضہ چڑھ گیا۔ جب تقریباً دو سال کے بعد ہمارا اجلاس ہوا تو اس میں یہ طے ہوا کہ کیونکہ کام بہت زیادہ ہو چکا ہے اس لیے ملک سے باہر جا کر کسی دوسرے ملک سے چندہ کرنا چاہیے۔ ایک ساتھی نے یہ مشورہ دیا کہ مکہ مکرمہ سے ہمارے بہت سے احباب مدارس کیلئے چندہ جمع کرتے ہیں تو ہمیں بھی وہاں سے اپنے ادارے کیلئے چندہ کرنا چاہیے۔ مولانا شہید الاسلام صاحب کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ میں تو وہاں کسی کو نہیں جانتا

تو مشورہ میں موجود ایک شخص نے بتایا کہ سنا ہے وہاں ایک اللہ والے بزرگ ہیں جن کا نام حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی ہے اور وہ بزرگ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کے اجل خلفاء میں سے ہیں اور ان کی مکہ مکرمہ میں خانقاہ بھی ہے اور مدارس کیلئے چندہ کرنے والوں کی بہت مدد کرتے ہیں اور ان کے ہاں ٹھہرنے کا انتظام بھی ہے۔ میں نے کہا کہ میں انکو کیسے پہچانوں گا تو ایک ساتھی نے کہا کہ وہاں جا کر مدرسہ صولتیہ سے ان کا پتہ مل سکتا ہے یا پھر کسی بھی دیوبندی حضرات سے ملکر ان سے ملا جا سکتا ہے۔ چنانچہ مولانا شہید الاسلام صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے طے کرلیا کہ مکہ مکرمہ جانا چاہیے اور تقریباً دو مہینے بعد ہی میں نے اپنی سیٹ بک کروالی اور مکہ مکرمہ حرم شریف پہنچ کر پہلے عمرہ ادا کیا اور اللہ رب العزت کے حضور بہت گڑگڑا کر دعا کی کہ یا اللہ میں تو تیری راہ میں نکلا ہوں اور تیری رضا کیلئے یہ کام شروع کیا تھا، یا اللہ تو میری مدد فرما۔ مولانا صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے سوچا کہ میں عمرہ سے فارغ ہو گیا ہوں اب آرام کرنے کے بجائے میں کسی دیوبندی شخص کو تلاش کرتا ہوں جو مجھے مولانا عبدالحفیظ مکی کا پتہ بتا دے، اسی غرض سے میں مطاف کی طرف واپس آیا اور ڈھونڈتے ڈھونڈتے میری نظر ایک آدمی پر پڑی جو مجھے دیکھنے میں دیوبندی لگا، میں ان کے پاس چلا گیا اسوقت وہ نماز میں مشغول تھے میں نے سوچا کہ جب نماز سے فارغ ہو جائیں تو میں ان سے حضرت جی کے بارے میں پوچھوں گا۔ جب وہ شخص نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے پہلے انکو سلام کیا اور پوچھا کہ کیا آپ یہاں مکہ مکرمہ میں رہتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ جی میں مکہ مکرمہ میں رہتا ہوں، میں نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ مولانا عبدالحفیظ مکی کو جانتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ جی جانتا ہوں۔ مولانا شہید الاسلام صاحب کہتے ہیں کہ مجھے بہت زیادہ خوشی ہوئی اور میں سوچنے لگا کہ الحمدللہ میرا آدھا کام تو فوراً ہو گیا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ ان سے میری ملاقات کروا سکتے ہیں، تو انہوں نے کہا کہ انشاء اللہ ضرور کروا سکتا ہوں پھر اس آدمی نے میرا تھوڑا سا تعارف پوچھا کہ آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں اور مکہ مکرمہ کب پہنچے۔ اس کے بعد فرمایا کہ چلیں ملاقات کیلئے چلتے ہیں، ہم حرم شریف سے نکلے اور تقریباً دس پندرہ منٹ کا سفر ہوا تو انہوں

نے فرمایا کہ یہ گھر ہے، اندر تشریف لے آئیں، انہوں نے مجھے اپنے پاس بلایا اور کہنے لگے کہ فرمائیں کیا حکم ہے میں ہی عبدالحفیظ ہوں۔ مولانا شہید الاسلام صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ یہ خود ہی ہیں اور حضرت جی نے بہت زیادہ شفقت فرمائی اور میرے ساتھ بہت زیادہ تعاون کیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بہت برکت ہوئی۔ اور پھر ایک وقت ایسا آیا کہ ہمارے پاس 35 کے قریب ایمبولینسیں، 100 سے زیادہ مختلف گاؤں میں پانی کے کنوئیں اور اسی طرح سے 100 سے زیادہ مساجد بنوائیں اور بعض مساجد میں قرآن پاک کے حفظ کیلئے مراتب قرآنیہ بھی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ نابینا بچیوں کیلئے مدرسہ بنایا جس میں 450 سے زائد طالبات پڑھتی ہیں، آنکھوں کا ہسپتال اور ہر شہر میں مکاتب قائم کیے، نیز بڑا دارالعلوم بنایا جس میں ایک ہزار سے زائد طالب علم پڑھتے ہیں اور الحمدللہ اب یہ کام پورے بنگلہ دیش میں بفضل اللہ جاری وساری ہے اور آج سے تقریباً 20 سال پہلے سے لیکر جب تک حضرت مولانا عبدالحفیظ مکیؒ حیات رہے وہ ہی ہماری سرپرستی فرماتے رہے۔

بس یہ چند واقعات تھے جو میں نے حضرت مولانا خلیل اللہ صاحب کے کہنے پر لکھے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اس دنیا کے دھوکوں سے بچائے اور اپنے فرمان کے مطابق چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے اور اپنے بزرگوں کے ساتھ قلبی تعلق عطا فرمائے اور ان کے فیوض وبرکات سے مالا مال فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی معرفت کا نور عطاء فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

العبدالفقیر عبدالصمد ملک عبدالحق ۱۸ شوال ۱۴۳۸ھ

بروز بدھ بمطابق 17 جولائی 2017ء

(حضرت حافظ بھائی عبدالصمد حفظہ اللہ کا کلام ختم ہوا اور آگے بندہ فقیر خلیل اللہ کا کلام ملاحظہ فرمائیں)

حضرت والا ہر ایک کو اس کے مناسب حال ذمہ داری اور انفع امر پر لگاتے تھے:

مجھے یاد ہے کہ چودہ سو انیس 1419 ہجری سے پہلے ایک دفعہ میں نے حضرت سے عرض کیا کہ میرا بھی جی چاہتا ہے کہ رمضان آپکے ساتھ گزاروں، حضرت نے اجازت نہیں دی، پھر اس چودہ سو انیس 1419 کو میں حضرت کے پاس اوپر حضرت کے ساتھ بالا خانہ میں بیٹھا تھا، میں نے عرض کیا کہ حضرت اس سال میں نے شوال میں دارالعلوم کراچی پڑھنے کو تو جانا ہی ہے، تو اب میں آپکے ساتھ اعتکاف کر لیتا ہوں، حضرت نے فرمایا کہ نہیں یہیں ٹھیک ہے، اور یہاں کے لئے ہاتھ کا اشارہ (اوپر سے نیچے زمین کی طرف) بھی کیا، پھر میرے دل میں رہتا تھا کہ میں نے حضرت کے ساتھ کوئی اعتکاف نہیں کیا، اس گزشتہ سال جو حضرت کا آخری اعتکاف بنا حضرت جب اعتکاف کے لئے روانہ ہونے لگے تو میں نے دیکھا کہ اس دفعہ سب سے زیادہ افراد حضرت کے ساتھ جانے لگے تو میرے دل میں وہ ہی بات آئی کہ میں پھر محروم، اور بے ساختہ میرے منہ سے بلند آواز سے نکلا کہ مجھ اکیلے کو چھوڑ کر سب حضرت کے ساتھ جا رہے ہیں۔ اور مجھے علم نہیں تھا کہ یہ بات حضرت نے بھی سن لی، اور اچانک حضرت میرے سامنے آگئے، اللہ حضرت پر بہت ہی کروٹ کروٹ رحمت کی بارش نازل فرمائے اور اپنی شایان شان جزائے خیر عطا فرمائے، حضرت نے میرے پاس آکر بہت پیار سے فرمایا کہ قاری صاحب ہمیں پتا ہے نا کہ آپ ہمارے لئے یہاں دعائیں فرمائیں گے اس لئے چھوڑ کر جا رہے ہیں، بس حضرت کا یہ فرمانا تھا کہ میرا سارا غم دور ہو گیا اور میں سمجھ گیا کہ میرا یہاں خانقاہ ہی میں رہنا مناسب بلکہ انفع ہے، اور حضرت کے انتقال کے بعد تو اب حضرت کا مجھے تین دفعہ خانقاہ سے نہ جانے دینا یاد آنے پر خانقاہ کو چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا، اللہ میری ہر امر میں مدد فرمائے، اور حضرت نے جو ذمہ داریاں دی ہیں اللہ انہیں خوب اچھے طریقے سے نبھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت کو اس بات کی فکر کہ میرا سارا وقت قیمتی بنے اور کچھ بھی ضائع نہ جائے:

ایک دفعہ مکہ مکرمہ میں میرا ایکسیڈنٹ ہو گیا جس سے میرا گھٹنا اور ٹخنہ ٹوٹ گئے اور ہسپتال میں داخل ہو گیا حضرت نے جان لیا کہ اب کافی وقت ہسپتال میں گزرے گا مجھے فرمایا آپ اس وقت میں حضرت شیخ کی آپ بیتی کا مطالعہ کریں، سبحان اللہ حضرت کو کس قدر دوسروں کی طرح میری عمر کو بھی قیمتی بنانے کی فکر تھی اللہ ہی انہیں جزائے خیر دے اور واقعی میں مہینہ یا کم وبیش ہسپتال میں رہا، اللہ ہمیں بھی اس کی فکر عطا فرمائے۔

حضرت والا اپنے پر دوسروں کو ترجیح دیتے تھے اس کی ایک مثال:

قرآن مجید میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی صفت یوں بیان کی گئی ویوثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ (الحشر: ۹) کہ وہ دوسروں کو اپنے پر ترجیح دیتے ہیں (اس چیز کے حق میں بھی جس میں) اگر چہ خود ان کو احتیاج ہو، ایک دفعہ حضرت نے تصوف کا اجتماع رکھا اور غالباً یہ حضرت کی خانقاہ میں تصوف کا پہلا اجتماع تھا، اور تہجد کے لئے ایک وقت مقرر کیا گیا کہ فلاں وقت سب کو اٹھا دیا جائے، اور حضرت کو آرام کے لئے ایک خاص کمرہ دیا گیا، اور حضرت کو جگانے کے لئے مجھے مقرر کیا گیا، میں وقت مقررہ پر حضرت کے کمرے میں گیا، تو دیکھتا کیا ہوں کہ کمرہ تو تنور بنا ہوا ہے، نہ اے سی اور نہ پنکھا سب کچھ بند، اور سخت گرمیوں کے دن، میں سمجھ گیا کہ حضرت کی طبیعت بہت خراب ہے، کہ یہ سب کچھ نقصان دے رہا ہے، حضرت کو جگایا یا حضرت خود ہی جاگ گئے، وضو فرمایا اور خانقاہ میں آنے لگے تو میں نے ذہن بنا لیا کہ حضرت جیسے ہی آئیں گے میں اے سی بند کر دونگا، اور اگر کوئی بولے گا تو میں کہہ دوں گا کہ حضرت کی طبیعت خراب ہے، اب جب حضرت تشریف لائے تو میں نے حضرت کے سامنے اے سی بند کر دیا، اور لوگوں کو دیکھنے لگا کہ اب وہ بولیں گے تو میں جواب میں کہوں گا کہ حضرت والا کی طبیعت خراب ہے، لیکن

حضرت کی شان نرالی کہنے لگے کہ قاری صاحب اے سی کیوں بند کر دیا؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ کی طبیعت خراب ہے اے سی آپکو نقصان دے رہا ہے، حضرت فرمانے لگے نہیں نہیں آپ اے سی چلاؤ، اگر اے سی نہیں چلائیں گے تو لوگوں کو تکلیف ہوگی، اللہ اللہ کیا شان ہے حضرت کی کہ اپنی بیماری اور تکلیف کی پرواہ نہیں اور لوگوں کی فکر لگی ہوئی ہے، اے اللہ ایسا ایثار ہمیں بھی نصیب فرما، اور ہمیں بھی ہمت دے دے کہ ہم اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے والے بن جائیں۔

ایثار وتواضع کی ایک اور مثال:

ایک دفعہ حضرت جی نے اور میں نے مل کر ایک چارٹ بنایا کہ اس رمضان میں فلاں فلاں حفاظ اس اس طرح تراویح میں قرآن سنائیں گے، اور یہ جمعہ کے دن جمعہ کے بعد طے پایا جاتا تھا، جب ہم نے چارٹ تیار کر لیا اور جن نوجوانوں کے نام لکھے تھے وہ اسی مجلس میں تھوڑے سے دور تھے، حضرت مجھے فرمانے لگے کہ چلو ان کے پاس چل کر ان کو اس کی خبر کرتے ہیں، میں نے حضرت سے عرض کی کہ حضرت! ان کو آواز دے کر بلا لیتے ہیں، یہ لوگ یہیں اس کمرے میں ہی تو ہیں، حضرت فرمانے لگے نہیں نہیں ہم ہی ان کے پاس جاتے ہیں، چنانچہ ہم ہی ان کے پاس گئے اور انہیں جا کر اس سے آگاہ کیا، یا اللہ ہمیں بھی یہ تواضع وایثار کی دولتیں عطا فرما کر ہمارے حضرت کی روح کو ہم سے خوش فرما۔

ہمدردی کی ایک مثال:

ہمارے بچوں کے اقامے نہیں بنے تھے کہ ایک عرب ساتھی نے مجھے دن کے غالباً ساڑھے نو یا دس بجے کہا کہ اگر آپ مجھے ابھی درخواست لکھ کر دے دیں تو میں ریاض جا رہا ہوں، میں داخلی اقامہ لگانے کی منظوری لے آؤں گا، اب حضرت کی عادت شریفہ اس وقت سونے کی تھی، میں حضرت کے گھر چلا گیا (اب سوچتا ہوں کہ یہ غلط ہوا اور حضرت کو بے آرام کیا) اور دستک دی، حضرت باہر تشریف لائے، میں نے بلا جھجک حضرت والا سے کہا کہ اس طرح بات ہے، آپ مجھے درخواست لکھ دیں، حضرت نے ذرہ برابر ناراضگی نہیں

فرمائی کہ میری نیند خراب کی، بلکہ اندر گئے اپنے لیٹر پیڈ پر درخواست لکھی اور باہر آئے، اور مجھے لکھی ہوئی درخواست دے کر دعائیں دینے لگے کہ قاری صاحب اللہ آپ کا کام کر دے۔

ہمدردی کی ایک دوسری مثال:

ایک دفعہ حضرت نے مولانا قاری محمد حنیف جالندھری حفظہ اللہ کی رات کے کھانے کی دعوت کی، اور مجھے بھی فرمایا کہ آپ بھی شریک ہو جائیں، میں عشاء کے بعد گھر جانے کی بجائے حضرت کے پاس آگیا، حضرت کو میرا پتا تھا کہ یہ جلدی سوتا ہے، قاری محمد حنیف جالندھری حفظہ اللہ کو آنے میں دیر ہو گئی، حضرت میرا خیال کر کے بار بار فرماتے جائیں کہ ہماری تو کوئی بات نہیں، اور میری طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ قاری صاحب کا مسئلہ ہے کہ یہ جلدی سونے کے عادی ہیں ان کو دیر ہو رہی ہے۔

مظاہر علوم میں پڑھنے کے وقت سے ہی اپنے کو نیچے کر کے ساتھیوں کے ساتھ ہمدردی:

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے اجل خلیفہ حضرت مولانا حسان صاحب نے سنایا کہ ہم جب مولانا عبدالحفیظ صاحب کے ساتھ مظاہر علوم میں پڑھتے تھے اس وقت کی بات ہے کہ اس وقت مدرسہ میں عبارت پڑھنے میں مسابقت ہوتی تھی، اور اس مسابقت میں دو جماعتیں بنی ہوئی تھیں، اور ہر جماعت کوشش کرتی کہ عبارت ہمارا ہی ساتھی پڑھے، میں اور مولانا عبدالحفیظ صاحب ایک جماعت میں تھے، ایک دفعہ مخالف جماعت کے ساتھی نے مولانا عبدالحفیظ صاحب سے کہا کہ میں عبارت پڑھنا چاہتا ہوں لیکن آپ کے ساتھی مجھے عبارت پڑھنے نہیں دیتے حالانکہ میرا بھی حق ہے، مولانا عبدالحفیظ صاحب نے اس کی بات سن کر خود یہ طے کر لیا کہ دیکھو آج میں عبارت پڑھنا شروع کروں گا، اور جب میں کچھ پڑھ لوں گا تو تم عبارت پڑھنا شروع کر دینا اور جب تم عبارت پڑھنا شروع کرو گے تو میں خاموش ہو جاؤں گا، اس طرح تمہیں عبارت پڑھنے کا موقع مل جائے گا، چنانچہ جب عبارت پڑھنے کا وقت آیا مولانا عبدالحفیظ صاحب نے فوراً عبارت پڑھنا شروع کر دی اور

چونکہ مولانا کا اکرام سارے کرتے تھے اس لئے مولانا کی جماعت کے ساتھی بھی خاموش رہے، اب جب تھوڑی دیر گزری تو مخالف جماعت کے اسی ساتھی نے عبارت پڑھنا شروع کی، اوران کے پڑھنے پر مولانا عبدالحفیظ صاحب خاموش ہوگئے، اب مولانا کی جماعت کے ساتھیوں کو غصہ آیا کہ یہ کیا حرکت ہوئی کہ خود سے دوسری جماعت کو موقع دیا، کلاس ختم ہونے پر ہمارے ساتھی مولانا کے پاس آئے اور کہا کہ یہ آپ نے کیا حرکت کی، تو مولانا نے کہا کہ بھائی وہ بھی تو مدرسہ کا طالب علم ہے اس کا بھی تو حق ہے، یہ بات اچھی نہیں کہ دوسروں کو موقع نہ دیا جائے۔

پاکستان ہندوستان بنگلا دیش کے مدارس کی فکر:

حضرت کو دینی مدارس کی بڑی فکر رہتی تھی، جتنا بھی حضرت کا رمضان مکہ مکرمہ میں ہوتا تھا عشاء کے بعد تراویح وتعلیم وختم خواجگان ودعاء ومہمانوں کو چاٹ وغیرہ کھلانے کے بعد ان ملکوں کے مدارس کے سفراء کو ان کے مدارس چلانے کے لئے چندہ کے لئے ہمارے حضرت مستقل تزکیے لکھتے رہتے، کبھی اس تاجر کے نام کبھی اس کے نام، شروع میں میں اپنی بے وقوفی سے یہ دل میں خیال کرتا کہ رمضان کے اوقات تو عبادت کے لئے ہیں حضرت پتا نہیں کیوں عبادت میں نہیں لگتے، ایک دفعہ شاید میری بے وقوفی پر مطلع ہوکر فرمانے لگے کہ پوری دنیا میں مدارس کو خشک (لفظ خشک ہی بولا) کرنے کی کوششیں جاری ہیں، اسی لئے کبھی کوئی مشروع کھولا جاتا ہے کبھی کوئی، اور یہ سارا اس لئے ہے تاکہ لوگ ان مشروعوں میں لگ جائیں اور مدارس تک چندہ نہ پہنچے، اور وہ خشک ہوجائیں، تب میری بے وقوفی کا ازالہ ہوا کہ حضرت تو اس لئے سارا کچھ چھوڑ چھاڑ کر مستقل تزکیے ہی لکھتے رہتے ہیں، بلکہ بہت دفعہ ایسا بھی ہوا کہ کئی حضرات کے تزکئے لکھے اور وہ حضرات کسی وجہ سے حضرت سے وہ تزکیے نہ لے سکے، اور حضرت خود اعتکاف کے لئے دوسرے ملک سفر پر جانے لگتے، تو وہ لکھے ہوئے تزکیے کبھی مجھے اور کبھی کسی دوسرے ذمہ دار کے حوالے کردیتے اور فرماتے کہ یہ ساتھیوں کو میرے بعد دیتے جائیں۔

اگر دس فیصد بچے اچھے ہوں تو اعلیٰ معیار ہے:

میں اپنے کتابوں والے اور حفظ والے بچوں میں کوشش کرنے کے باوجود جب ضعف پاتا تو اندر اندر کڑھتا رہتا تھا، حتی کہ غالباً خانقاہ میں تصوف کے پہلے والے اجتماع میں میں حضرت کے پاس ہی عشاء کھانے میں بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت نے فرمایا کہ جس مدرسہ میں دس فیصد بچے کامیاب ہوں تو وہ مدرسہ اعلیٰ معیار والا سمجھا جاتا ہے، پھر فرمایا حتی کہ اگر چار فیصد بھی کامیاب ہوں تب بھی معیاری مدرسہ سمجھا جاتا ہے، اس وقت سے میری کڑھن ختم ہوئی، لیکن الحمدللہ کوشش بدستور باقی ہے۔

هذا اسلوب الحكيم (یہ تو اسلوبِ حکیم ہے):

ایک دفعہ میں حضرت کے بالا خانہ میں حضرت کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک ساتھی نے دستک دی، حضرت نے آنے کی اجازت دی، اور ان ساتھی کا عشاء کے بعد فوراً آنے کا وقت طے تھا، اور ان سے وقت مقررہ سے دیر ہوگئی تھی، وہ ساتھی جیسے ہی بیٹھے حضرت نے ان کی بات شروع کرنے سے پہلے ان کے وعدے والے وقت سے دیر سے آنے کی خود ہی توجیہات شروع کردیں، کہ آج کل روڈوں پہ رش بہت ہوتا ہے، اور ساری مسجدوں والے جلدی جماعت نہیں کھڑی کرتے اس میں بھی دیر ہوجاتی ہے، شائید یہ بھی فرمایا کہ پھر قراءت بھی لمبی چھوٹی ہوسکتی ہے، اسی طرح کی شائید اور بھی توجیہات حضرت نے خود ہی ذکر کیں، وہ ساتھی پڑھے لکھے تھے، عالم فاضل تھے، وہ کہنے لگے "هذا اسلوبُ الحكيم" کہ یہ تو اسلوبِ حکیم ہے۔

حضرت والا اپنے شیخ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کی باتوں کو ہی اکثر دہرایا کرتے تھے:

میں جب بھی حضرت سے کوئی تصوف کی بات پوچھتا تو حضرت والا اپنے شیخ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کا حوالہ دیکر فرماتے کہ حضرت شیخ یوں فرمایا کرتے تھے، اور اگر جھاڑ پھونک کے بارے میں پوچھتا تو اس میں بھی اپنے شیخ حضرت شیخ الحدیث ہی کا حوالہ

دیگر جواب مرحمت فرماتے تھے، اور اگر کوئی تعلیمی لائن کی بات ہوتی تو بھی حضرت شیخ الحدیث ہی کے حوالے سے بات فرماتے تھے، وعظ میں بھی اسی بات کا لحاظ ہوتا تھا، جس کا لوگوں کو بھی مشاہدہ ہوگا۔

حضرت والا کا چیزوں کے وجود میں اسباب کی طرف دھیان کی بجائے ہر وقت مسبب الاسباب کی طرف دھیان وفکر:

اسی سال رواں میں ہمارے مخلص دوست اور حضرت کے خلفاء میں سے مولانا استاد احمد بن محمد نواز نے اپنی تحفیظ کا سالانہ جلسہ رکھا اور حضرت سمیت ہمیں بھی شرکت کی دعوت دی آخر میں حضرت کے دستر خوان پر مَیں بھی شریک تھا اور اس وقت اسرائیل میں بہت بڑی آگ لگی ہوئی تھی جس کی وجہ سے اسرائیل حکومت نے کچھ شہروں سے لوگوں کو نکل جانے کا کہا تھا اس آگ کا دستر خوان پر تذکرہ ہوا میرے منہ سے نکلا کہ یہ اتنی بڑی آگ کیسے لگ گئی؟ حضرت نے فوراً فرمایا کہ اللہ نے بھیجی اللہ اپنی قوت دکھاتے ہیں کہ میں ایسا ہوں ایسا ہوں، مجھے بڑی شرم آئی اور اپنے پر ندامت بھی کہ اسباب معلوم ہونے سے کیا مل جائے گا اصل تو مسبب الاسباب کی طرف دھیان ہونا چاہئے جیسا حضرت والا کا ہے، اللہ ہمارا بھی اپنی طرف دھیان لگا دے۔

سیرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اجتماع کرانے میں حضرت کی بڑی حکمت ودانائی کا ظہور:

پچھلے سال سے ہمارے حضرت نے سالانہ سیرت کا اجتماع بھی شروع کروایا ہے پچھلے سال جب حضرت نے اجتماع کا اعلان فرمایا تو اعلان پر جب سب حاضر ہوئے تو مجھے حضرت کی دانائی پر خوب رشک آیا کہ حضرت نے جو حضرات خانقاہ کی ہفتہ وار مجلس میں مستقل آتے تھے ان کے ذمہ بھی اجتماع کا کچھ کچھ حصہ لگایا اور اپنے اہل خاندان میں جو ہفتہ وار مجلس میں اکثر آتے تھے یا کبھی کبھی آتے تھے ان سب کے ذمے بھی کچھ کچھ حصہ لگایا اس طرح کہ تقریباً ہر فیملی میں سے ایک ایک فرد کو چنا پھر مثلاً کسی کے ذمہ حضور

پاک ﷺ کی قبل الولادت کے احوال کسی کے ذمہ ولادت کے وقت کے احوال کسی کے ذمہ جوانی کے کسی کے ذمہ غزوات وسرایا کے کسی کے ذمہ آخری زمانہ کے اور کسی کے ذمہ رشتہ داروں کا بیان ذمہ لگایا، اور کسی سے نعت مبارک سنی اس طرح حضرت نے سب کو شریک کر کے حضور پاک ﷺ کی سیرت پاک کو اجاگر بھی کیا اور سب کو دین پر جوڑ بھی لیا اور سب کے ساتھ صلہ رحمی کرنے والے بھی ہو گئے، اور حضور پاک ﷺ کے حجر اسود کو اس کی جگہ پر لگانے والے واقعہ پر سب قبائل کو جمع کرنے کی یاد بھی تازہ کر دی۔

ہمارے حضرت اپنی حیات میں بھی خوب نیکیاں کمانے والے بنے اور بعد الوفات بھی:

ابوداود شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث شریف ہے:

عن أبي هريرة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: " إذا مات الإنسان انقطع عنه عمله إلا من ثلاثة أشياء: من صدقة جارية، أو علم ينتفع به، أو ولد صالح يدعو له" روا أبو داود في باب ما جاء في الصدقة عن الميت۔

کہ انسان جب فوت ہو جاتا ہے تو اس کے سارے عمل اس سے منقطع ہو جاتے ہیں مگر تین چیزیں ایسی ہیں کہ ہمیشہ ان کا ثواب اس کی قبر میں پہونچتا رہتا ہے (1) صدقہ جاریہ (2) ایسا علم جس کے ذریعہ لوگ فائدہ اٹھائیں (3) ایسی اولاد و فرزند جو نیک صالح ہوں اور اس کے لئے دعائے خیر کریں، ہمارے حضرت پر یہ حدیث خوب صادق آئی:

اس عنوان پر ہمارے مخلص دوست حضرت مولانا محمد علی مظاہری نے اس حدیث کے تحت حضرت پر ایک تحریر لکھی تھی بندہ فقیر خلیل اللہ نے اس میں حذف اور اضافات کر کے اسے درج ذیل کی ترتیب سے مرتب کیا ہے

مذکورہ حدیث کی رو سے بندہ کی وفات کے بعد اس کے کام آنے والی اشیاء میں سے ایک صدقہ جاریہ ہے اس کا حضرت کے حق میں پورا ہونا:

پوری دنیا میں پتہ نہیں کتنے مدارس، مکاتب اور مساجد اور رفاہی کام حضرت رحمۃ

اللہ علیہ کے حکم سے اور کوشش سے قائم ہوئے ہیں جن میں رات دن قال اللہ وقال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صدائیں بلند ہورہی ہیں اور کتنی خانقاہیں آباد ہیں جن میں لا إلہ إلا اللہ اور اللہ اللہ کے ذکر کی آوازیں بلند ہورہی ہیں، اور کتنے رفاہی ادارے چل رہے ہیں جن سے خلق خدا فائدہ حاصل کررہی ہے اور خدا کے فضل سے حضرت کے 211 خلفاء کرام دنیا کے مختلف خطوں میں علاج قلب کیلئے دواء دل تقسیم کررہے ہیں اور حضرت کے فیوضات کو عام کرنے میں مصروف ہیں، اور حضرت کی برکت سے کتنی درود شریف کی مجالس قائم ہیں، جن کی برکت سے اللہ کی رحمتوں کا نزول شروع ہے، اللہ پاک ان سب صدقات جاریہ کو قبول فرمائے اور حضرت کیلئے نجات ورفعت درجات کا ذریعہ بنائے۔

مذکورہ حدیث کی رو سے بندہ کی وفات کے بعد اس کے کام آنے والی اشیاء میں سے ایک ایسا علم ہے جس کے ذریعہ لوگ فائدہ اٹھائیں اس کا حضرت کے حق میں پورا ہونا:

اس موضوع پر بھی دیکھا جائے تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر یہ جزء بھی خوب صادق آیا، کیونکہ حضرت والا نے چالیس سے زائد کتب ورسالے تصنیف وتالیف کئے جو ایک عظیم علمی یادگار ہیں جس سے الحمد للہ لوگ مستفید ہورہے ہیں، ان میں سے آئندہ چل کر ”تالیف وتصنیف میں حضرت کی خدمات“ کے عنوان کے تحت ہم حضرت کی انتیس تصنیفات ان شاء اللہ ذکر کریں گے۔

ان تصنیفات کے علاوہ حضرت کا علمی سرمایہ:

(الف) حضرت نے ایک عظیم کتب خانہ چھوڑا جس میں ہزاروں کتابیں ہیں اور اس سے استفادہ کیا جارہا ہے

(ب) حضرت والا متعدد اشخاص مؤلفین کو متعدد کاموں پر لگا کر گئے ہیں جیسے بندہ فقیر اور حضرت مولانا محمد علی مظاہری کہ ہم دونوں ملکر حضرت کی شرح ترمذی ”فیض الباري السرمدي ما في الكوكب الدري وجامع الترمذي" کو مکمل کر رہے ہیں اور اس میں الحمد للہ کام جاری ہے۔

(ج) اسی طرح حضرت والا کی حیات میں محدث ومحقق حضرت مولانا لطیف الرحمن صاحب بہرائچی قاسمی مدظلہ مجاز حضرت مولانا پیر ذوالفقار علی صاحب نقشبندی مدظلہ العالی نے بیس کی لگ بھگ کتابیں حضرت کی سرپرستی میں لکھیں اور ان میں کئی کئی جلدوں والی بھی ہیں منجملہ ان کے ایک اہم تصنیف "**الموسوعة الحديثية لمرويات الإمام أبي حنيفة**" ہے، اس موسوعہ میں حضرت کی وفات کے بعد بھی کام جاری ہے اور اس موسوعہ میں امام صاحب کی دس ہزار سے زائد مرویات جمع کی گئیں ہیں، یہ تاریخ اسلام میں پہلی ایسی کتاب ہے جس میں امام صاحب کی اتنی مرویات کو تحقیق وتخریج وتبویب کے ساتھ جمع کیا گیا ہے جو ان شاء اللہ 18 اٹھارہ جلدوں میں آئیگی۔

(د) اسی طرح حضرت والا نے اپنے خلیفہ مجاز حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب کو حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی نور اللہ مرقدہ کی "امانی الاحبار" کی تکمیل کرنے پر لگایا تھا اور یہ امام طحاوی کی شہرہ آفاق تصنیف شرح معانی الآثار کی شرح ہے اور حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب کے کہنے کے مطابق حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی کا کام ہنوز باب الوتر، باب ماجاء فی رکعتی الفجر ہی پہنچا تھا کہ حضرت کاندھلوی اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ پھر انہوں نے شعبان سنہ 1436 ہجری کے اواخر سے تکمیل شروع کی اور الحمد للہ کتاب الصلوۃ، کتاب الزکاۃ، کتاب الصوم مکمل کر چکے ہیں، اور اب ان شاء اللہ کتاب الحج شروع ہونا چاہتی ہے۔

بندہ فقیر خلیل اللہ قارئین کرام سے درخواست کرتا ہے کہ دعا فرمائیں کہ جو کام چل رہے ہیں اللہ تعالی اپنی رحمت خاصہ سے سب کاموں کی تکمیل کرنے کی بھی توفیق دے اور مزید کی بھی۔ اور ان کاموں کو اپنی بارگاہ عالیہ میں قبول فرما کر ہمارے حضرت کے لئے صدقہ جاریہ اور ہم سب کے لئے ذریعہ نجات اور امت کے لئے مفید ونافع بنائے۔

بندہ فقیر خلیل اللہ عرض کرتا ہے کہ یہ تو ہماری کوتاہ نظر سے تین چار آدمیوں کا ذکر ہوا ورنہ فی الواقع کتنے بندوں کو علمی اور غیر علمی کاموں پہ حضرت لگا گئے ہونگے اللہ ہی کو علم ہے اللہ سبھی کی مدد فرمائے اور پوری امت مسلمہ سے راضی ہو۔

مذکورہ حدیث کی رو سے بندہ کی وفات کے بعد اس کے کام آنے والی اشیاء میں سے ایک ایسی اولاد ہے جو نیک صالح ہوں اور اس کے لئے دعائے خیر کریں اس کا حضرت کے حق میں پورا ہونا:

اللہ پاک نے حضرت والا کو چار صلبی اولاد عطا فرمائی ہے اور سب ذکور ہی ہیں، ان میں سب سے بڑے **حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب مدظلہ** ہیں، جو ماشاء اللہ حافظ قرآن اور عالم دین ہیں، مکہ مکرمہ کے مشہور مدرسہ، مدرسہ صولتیہ میں حدیث اور تفسیر وغیرہ کی کتابیں پڑھاتے ہیں، روحانی طور پر جانشین حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب مدظلہ کے مجاز بیعت ہیں، اور حضرت مولانا عبدالحفیظ رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا جو اہم مشن تحفظ ختم نبوت ہے اس کے نائب صدر ہیں اور بدھ کی مجلس ذکر میں حضرت کی خانقاہ میں ریاض الصالحین کا درس دیتے ہیں، اور ماشاء اللہ بہت خوبی سے دیتے ہیں، اللہ پاک ان کی حیات میں علم وعمل میں برکت عطا کرے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مشن کو احسن طریقہ پر چلانے کی توفیق عنایت کرے۔

دوسرے صاحبزادے **حضرت مولانا عمر مکی** حفظہ اللہ ہیں جو سیرت وصورت میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مشابہ ہیں، اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے عظیم مشن سلوک واحسان میں حضرت کے مجاز وجانشین ہیں، حضرت کی طرح ملک ملک شہر شہر محلہ محلہ اس شعبہ احسان وسلوک کے لئے خوب کوشاں رہتے ہیں، اس وقت اس تحریر کے لکھنے کے وقت بھی وہ اسی شعبہ میں پاکستان طویل دورہ پہ ہیں، اللہ پاک ان کی حیات میں علم وعمل میں برکت عطا کرے اور اپنی ذمہ داریوں کو احسن طریقہ پر ادا کرنے کی توفیق عنایت کرے اور لوگوں کو زیادہ سے زیادہ مستفید فرمائے، اور ہر جگہ ان کی اور ان کے ساتھیوں کی حفاظت فرمائے رکھے۔

تیسرے صاحبزادے **حضرت مولانا معاذ مکی مدظلہ** ہیں، وہ اپنے اخلاق کریمانہ کے ساتھ اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے میں مصروف ہیں، اور حضرت والا کے مکتبہ امدادیہ کی ذمہ داری بھی ان کے سپرد ہے، اللہ پاک ان کو اپنی مرضیات والی حیات عطا فرمائیں اور

کاروبار میں بے حد برکت عنایت کرے۔

بندہ فقیر خلیل اللہ عرض کرتا ہے کہ اللہ کی شان ہے کہ ہم کھلی آنکھوں دیکھتے ہیں کہ ان ہر تین میں حضرت والا کے فوت ہونے کے بعد رجوع الی اللہ بڑھا اور یہ تینوں حضرات مجالس ذکر و درود میں اور مشن ختم نبوت میں اور دیگر دینی امور میں پہلے سے زیادہ توجہ دینے لگے، اور دعاؤں میں رونا دھونا بھی زیادہ ہونے لگا اور حضرت کے لئے اور ان کے لگائے گئے دینی باغات کے لئے بھی خاص کر دعائیں کرنے لگے اس طرح حدیث کے تیسرے جزو (ایسی اولاد و فرزند جو نیک صالح ہوں اور اس کے لئے دعائے خیر کریں) کا حضرت پر صادق آنا بھی الحمد للہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا، **وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔**

اور پھر یہ تینوں حضرات، حضرت کی وفات کے بعد حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب مد ظلہ العالی کے ہاں بھی سہارنپور گئے اور ان سے مستفید ہوئے اور حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب نے بھی ان پر خاص توجہ رکھی، اور ان سب کو دعائیں دیں، اللہ ان سب کو مزید خوب نوازے۔

چوتھے صاحبزادے بھائی انس مکی حفظہ اللہ ہیں جو ابھی چھوٹے ہیں، انہوں نے اللہ کے فضل سے قاعدہ اور ناظرہ قرآن مکمل کر کے ایک صفحہ کم دو پارے حفظ بھی مکمل کر لئے ہیں جب کہ عربی اسکول میں بھی دو کلاس پاس کر چکے ہیں، اللہ پاک ان کو بھی صحت و عافیت کے ساتھ علم و عمل کی دولت سے مالا مال کرے اور اپنے والد بزرگوار رحمۃ اللہ علیہ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور انہیں اپنی والدہ محترمہ اور بھائیوں اور دیگر رشتہ داروں اور ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے۔

ہمارے حضرت والا کو اپنے شیخ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے ان کے ذمہ لگائے ہوئے شرح ترمذی والے کام کی فکر

حضرت کی خانقاہ مکہ مکرمہ میں مجھ فقیر کی عادت رمضان شریف میں یہ رہی اور ہے، کہ عشاء کی فرض نماز مسجد میں پڑھ کر پھر خانقاہ میں تراویح (جو کہ عام طور پر ساڑھے پانچ

پارے کی ہوتی ہے) پڑھتا پڑھاتا ہوں پھر تعلیم ”فضائل رمضان“ پھر وظیفہ ختم خواجگان و دعاء وغیرہ میں شرکت کرتا ہوں پھر میں اپنے گھر قرآن مجید سننے سنانے چلا جاتا ہوں، چودہ سو اکتیس 1431 ہجری والے سال رمضان شریف میں حضرت نے مجھے فرمایا کہ قاری صاحب تراویح وغیرہ کے بعد آپ جائیے گا نہیں میں نے آپ سے بات کرنی ہے، اس سال ساؤتھ افریقہ سے کچھ ساتھی بھی خانقاہ میں آئے ہوئے تھے، میں حضرت کے فرمان پر سب معمولات سے فارغ ہو کر انتظار کرنے لگا، حضرت پہلے ان ساؤتھ افریقہ والے ساتھیوں کے پاس دوسرے کمرے میں تشریف لے گئے، میں بھی وہاں چلا گیا، حضرت نے انہیں بہت اچھا وعظ فرمایا، پھر میں تراویح والے ہال میں آ کر انتظار کرنے لگا، حضرت بھی فارغ ہو کر ہال میں تشریف لے آئے، اور مجھے الگ ایک طرف ہو کر فرمانے لگے کہ: قاری صاحب بات یہ ہے کہ ہمارے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں یہ بتایا تھا کہ ان کو ان کے شیخ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ تم ترمذی کی شرح لکھو، لیکن حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں تو بھائی نہیں کر سکا، اور مجھے شرم آتی ہے کہ میں اپنے شیخ کو کیا منہ دکھاؤں گا؟ اب تم دونوں (یعنی حضرت مولانا عبد الحفیظ اور ایک اور بزرگ کا نام لیا جو میں خلیل اللہ اب بھول رہا ہوں) اس کو کرو، پھر ہمارے حضرت مرشد و مربی حضرت مولانا عبد الحفیظ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ (خلیل اللہ) کو مخاطب کر کے فرمایا کہ قاری صاحب میں بھی یا فرمایا ہم بھی یہ کام نہیں کر پائے اب آپ یہ کام کر لیں، میں نے حضرت سے انکار نہیں کیا، کیونکہ میں نے بزرگوں سے سنا تھا کہ بزرگ کسی کام کا کہیں تو انکار نہیں کرنا چاہئے، اس لئے میں نے عرض کیا حضرت ٹھیک ہے شروع کرتے ہیں، تو حضرت نے فرمایا کہ چلو قاری صاحب بسم اللہ لکھو اور تاریخ لکھو، میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ ہی بسم اللہ کریں، لیکن حضرت کے اندر تواضع حد درجہ کی تھی، مجھ گناہگار ہی سے بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھوائی اور تاریخ بھی، اور اس وقت سے الحمد للہ یہ سلسلہ جاری ہے، اور اب تک كتاب الصلاة باب ما جاء فيمن أدرك ركعة من العصر قبل أن تغرب الشمس حدیث نمبر 186 تک کام ہو چکا ہے، اور یہ مذکورہ

کام تقریباً تین جلدوں میں آیا ہے، اور اس کو بندہ فقیر خلیل اللہ اور ہمارے مخلص دوست مولانا محمد علی فاضل مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور دونوں ملکر کر رہے ہیں، اللہ تعالی سے دل سے دعاء بھی ہے اور قارئین سے بھی التجاء کہ وہ بھی دعاء کریں کہ اللہ کرے یہ باقی ترمذی شریف کی شرح کا کام پورا ہو جائے، اور ہمارے پیر و مرشد حضرت مولانا عبد الحفیظ مکی صاحب اور ہمارے دادا پیر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب اور ہمارے پڑدادا پیر محدث کبیر حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری صاحب رحمہم اللہ سب کی روحیں خوش ہوں، اور ہمیں بھی اپنے بزرگوں کی دی گئیں ذمہ داریوں کو نبھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

اس شرح میں حضرت کا حوصلہ افزائی کرنا اور تسلی دینا:

حضرت کے ساتھ جو بھی رہا ہوگا وہ اس بات کی ضرور شہادت دے گا کہ حضرت والا بہت زیادہ حوصلہ افزائی اور تسلی دیا کرتے تھے حتی کہ آدمی کو پست ہمتی کی بجائے آگے بڑھنے اور کام میں لگے رہنے کی ہمت اور شوق ہو جاتا تھا، میرے ساتھ بھی حضرت کا یہی معاملہ رہا ،شروع شروع میں میں لکھتا تو حضرت فرماتے کہ ایسے صحیح نہیں ایسے کرو، پھر لکھتا تو کہتے ایسے نہیں ایسے کرو، اور پست ہمتی دور کرنے کے لئے یہ بھی ساتھ ساتھ فرماتے کہ کوئی بات نہیں قاری صاحب، جب ہم نے کنز المتواری لکھی تھی تو ہم نے حضرت مفتی عاشق الٰہی رحمہ اللہ کے ساتھ ملکر کئی دفعہ اس کو کاٹا تھا پھر آخر ایک صورت اختیار کی تھی، اسی طرح اس شرح کی بھی ان شاء اللہ ایک صورت سامنے آجائے گی، پھر کام چلتا جائے گا، اور واقعی حضرت نے ایسا ہی کیا پہلے ایک صورت اختیار کی، پھر دوسری پھر تیسری، بالآخر ایک صورت پکی کرادی اور اس کو اختیار کر لیا گیا، اور اللہ کے فضل سے کام شروع ہو گیا، اب اللہ سے دعاء ہے کہ اللہ کرے حضرت کی منشاء کے مطابق یہ پایہ تکمیل تک پہنچے، اور مجھ جیسے نااہل کی غلطیاں نہ آڑ بنیں۔

اسی شرح میں حضرت کی ایک خاص عادت:

حضرت کی ایک خاص عادت یہ بھی دیکھی کہ کسی عبارت کو ختم کرنا مقصود ہوتا مثلاً کسی صفحہ کو لکھنا مناسب نہ ہوتا تو یوں نہیں کاٹتے تھے کہ اوپر دائیں سے لکیر کھینچ کر نیچے بائیں

تک پہنچادیں، اور اوپر بائیں سے لکیر کھینچ کر نیچے دائیں تک پہنچادیں، جس کو عام زبان میں عبارت کاٹنا کہا جاتا ہے، بلکہ اس عبارت پر دائرہ لگا کر باہر حاشیہ میں اس کے بارے میں مناسب بات لکھ دیتے، واللہ میں نے حضرت سے بڑھ کر ہر امر میں دوسرے کی رعایت کرنے والا نہیں دیکھا، اللہ ہمیں بھی ایسی پیاری صفات عطا فرمائے۔

اسی شرح میں حضرت کا یہ بھی طرز رہا کہ اگر کوئی راوی عبادت وزہدوتقوی میں مشہور ہوتے، اور میں ان کا ترجمہ مختصر لکھتا، مثلاً حافظ ابن حجر کی ''تقریب التہذیب'' پر اکتفاء کرتا، تو حضرت باقاعدہ کہتے کہ قاری صاحب یہ اتنے بڑے بزرگ ہیں اتنے ترجمے پر اکتفاء نہ کریں ان کے مزید مناقب لکھیں۔

اسی شرح میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے آخری ترمیم مشائخ صوفیہ کے سلاسل اربعہ کے راوی حضرت حسن بصریؒ اور حضرت علیؓ کا تذکرہ بنا:

یہ اللہ کی شان ہے اور حسن اتفاق کہ حضرت نے جس طرح ساری زندگی میں تصوف کی اشاعت واہمیت اور مخلوق خدا کی اصلاح نفس میں زیادہ زور رکھا، اور لوگوں کو اللہ، اللہ، سکھاتے رہے، اور پھر آخری سفر بھی یہی اصلاح نفس ہی کا بنا، اور پھر آخری الفاظ بھی ان کے اللہ، اللہ، ہی بنے، اسی طرح اللہ کی شان ہے کہ اس شرح میں بھی حضرت نے جو مجھے آخری ورقہ ترمذی کی شرح میں اضافہ کرنے کا دیا، اس میں حضرت نے متعدد دلائل سے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا سماع حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ثابت کیا ہے، اور یہ دونوں بزرگ ہمارے سلاسل اربعہ چشتیہ قادریہ نقشبندیہ سہروردیہ میں ظاہر ہے کہ بہت اہمیت کے حامل ہیں، کیونکہ ان چاروں سلسلوں میں یہ ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت بیعت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دی اور انہوں نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو اجازت بیعت دی ہے اسی طرح نیچے تک۔

اب اگر حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا سماع حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نہ مانا جائے تو ان سلاسل میں جن کا ایک ہی طریق ہے اور اس میں حضرت حسن بصری ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ

سے اجازت لینے والے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے، تو ان میں تو بالکل انقطاع لازم آئے گا، اور جن سلاسل میں حضرت حسن بصری کے علاوہ دوسرا طریق بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محفوظ ہے جیسا کہ سلسلہ قادریہ میں دوسرا طریق حضرت علی سے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما والا طریق بھی ہے، اور ایسے ہی سلسلہ نقشبندیہ میں دوسرا طریق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ والا بھی ہے، (دیکھیے شجرات نعمانیہ مُرتّبہ حضرت قطب الدین ملا خلیفہ مجاز حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمہا اللہ) تو ان میں وہ طریق جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت حسن بصری کو اجازت بیعت دینے والے ہیں میں انقطاع لازم آئے گا، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے سماع کے ثبوت میں اگر چہ حضرت مولانا گنگوہی اور حضرت شیخ الحدیث رحمہا اللہ نے بھی دلائل دیئے ہیں، لیکن ہمارے حضرت کو اللہ ہی اپنے شایان شان جزاء خیر دیں انہوں نے دلائل بھی دئے پھر وہ روایت بھی ذکر کی جس میں صراحۃً سماع ثابت ہے، اس طرح حضرت نے جیسے آخری سفر شعبہ تصوف کا کیا، اسی طرح اپنی اس شرح میں آخری کام بھی اسی شعبہ تصوف کے سلاسل اربعہ کے شجروں کے تحفظ میں ہی کیا، کہ ان سلاسل اربعہ کے چاروں شجروں کو خوب مضبوط کردیا، کہ ان کے کسی بھی طریق میں انقطاع کی کوئی گنجائش نہیں، اور ہر طریق بالیقین متصل ومسند ہے۔

اور میری بھی حضرت سے آخری ملاقات اور آخری گفتگو اسی ترمذی کی شرح میں اسی مذکورہ ترمیم ہی کے بارے میں جمعہ کے دن مکہ مکرمہ میں حضرت کی خانقاہ کے متصل مسجد الامیر منصور میں ہوئی ہے، پھر ہمارے حضرت شہر (پیٹر میرزبرگ) ملک جنوبی افریقہ میں مکہ مکرمہ کے مطابق مغرب سے کچھ پہلے اٹھارہ ربیع الثانی چودہ سواڑتیس ھجری میں بروز پیر اپنے محبوب حقیقی اللہ تبارک وتعالی سے جاملے، پھر ان کی نعش مبارک مدینہ منورہ منتقل کی گئی اور بروز جمعرات نماز فجر کے بعد مسجد نبوی میں نماز جنازہ ہوئی اور جنت البقیع میں تدفین ہوئی، وہیں پہنچی خاک جہاں کا خمیر تھا۔

حضرت کی تین ہجرتیں اور حضرت کا پاکستان وسعودی عرب کی حفاظت کرنے میں کوشش

از مفتی شاہد محمود صاحب

حضرت مفتی شاہد محمود صاحب نے حضرت کی تین ہجرتوں کا اور حضرت کا ان دو ملکوں کی حفاظت کا نقشہ کچھ یوں کھینچا ہے فرماتے ہیں کہ:

حضرت کی پہلی ہجرت ملک پاکستان میں اور حضرت کا پاکستان کی حفاظت کے لئے جدوجہد کرنا:

حضرت شیخ عبدالحفیظ نور اللہ مرقدہ کا خاندان امرتسر غیر منقسم ہندوستان میں قیام پذیر تھا جب 27 رمضان المبارک بمطابق 14 اگست سنہ 1947 کو پاکستان کے قیام کا اعلان ہوا تو حضرت مکی رحمہ اللہ کے بڑوں نے فوراً ہجرت کا فیصلہ کیا اور ایک خون کا دریا پار کرکے آپ کا خاندان فیصل آباد (جو اس وقت لائل پور کہلاتا تھا) پہنچا اور اس کو وطن بنانے کا فیصلہ کیا۔

پاکستان چونکہ اسلام کے نام پر بنا اور پہلے دن ہی سے کفار اور ان کے ایجنٹ اس ملک کو نقصان پہنچانے کے درپے ہو گئے، خصوصاً جھوٹے نبی مرزا غلام احمد قادیانی ملعون کی ذریت، حضرت مکی رحمہ اللہ نے اپنے شعور سنبھالنے کے بعد ہمیشہ پاکستان کی بقاء کے لئے جدوجہد کی، اسی لئے کشمیری مجاہدین کی بھرپور مدد کی، اور اس کے لئے سعودیہ اور دوسرے ملکوں میں رائے عامہ کو ہموار بنانے کے لئے مختلف بڑی بڑی کانفرنسیں کیں۔

اس کے علاوہ پاکستان کے ہر مشکل وقت میں ساتھ کھڑے ہوئے، پاکستان کے نامور صحافی سیف اللہ خالد صاحب حضرت کی وفات پر ایک جگہ لکھتے ہیں:

آقا دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام ومرتبہ کے تحفظ کی جنگ لڑنے والے اس مجاہد کو یہ بلند مقام حاصل ہو گیا کہ قبر آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں جگہ مل گئی، بہرحال یہ نصیب کی بات ہے، یہ رب کریم کی کرم نوازی کے فیصلے ہیں، مولانا مکی حال مدنی بھی صرف درس وتدریس

اور وعظ ونصیحت تک محدود نہ تھے، بلکہ پاکستان اور سعودی عرب کے تعلقات، سویت یونین کے خلاف جہاد، جہاد کشمیر، فرقہ وارانہ خونریزی پر قابو پانے اور پاکستان کی سیاست کے بعض اہم ادوار اور فیصلوں میں ان کا کردار مرکزی رہا، لیکن ایک سچے صوفی کی طرح انہوں نے پاکستان اور اسلام کے حق میں جو بھی کردار ادا کیا خاموشی سے کیا، آج بھی وطن عزیز میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو ان کے لافانی کردار کے گواہ ہیں، ان کے خصوصی دوستوں سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ مولانا مکی رحمۃ اللہ علیہ کی جانب سے پاکستان کے حوالہ سے ان خدمات کو ریکارڈ پر ضرور لائیں، جن کا ریکارڈ پر لانا ممکن ہے، اس بات کا بھی ادراک ہے کہ انہوں نے اس ملک کے لئے ایسی خدمات بھی سرانجام دی ہیں جن کو ریکارڈ پر لانے کا ابھی وقت نہیں آیا، لیکن ان کی ذات کو خراج عقیدت ضرور پیش کیا جانا چاہئے، اور یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ متعلقہ حلقوں میں ان کا کردار ہمیشہ سراہا جائے گا (سیف اللہ خالد صاحب کا کلام مع معمولی تبدیل ختم ہوا)۔

اسی طرح قادیانیت کے بارے میں حضرت مکی رحمہ اللہ ہمیشہ بیانات اور انٹرویو میں فرماتے تھے کہ" یہ قادیانی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت اور اسلام کے دشمن ہیں ہی، لیکن یہ پاکستان کے بھی کٹر دشمن ہیں، اس پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ قادیانی نے قائد اعظم کا جنازہ نہیں پڑھا، اور عبدالسلام قادیانی نے ملک کے راز دشمنوں کو فراہم کئے، اور ملک میں ایسے لٹریچر پھیلائے ہیں جن سے ملک میں فرقہ واریت کو ہوا ملے اور ملک میں انتشار ہو، اور پھر حضرت مکی رحمہ اللہ اپنی دعاؤں میں ہمیشہ رو رو کر پاکستان کی سالمیت کے لئے دعا فرماتے تھے (موضوع کو مزید لمبا نہیں کرنا چاہتے)

حضرت کی دوسری ہجرت سعودیہ میں اور حضرت کا سعودیہ کی حفاظت کے لئے جدوجہد کرنا:

حضرت شیخ عبدالحفیظ مکی نور اللہ مرقدہ کی دوسری ہجرت آٹھ سال کی عمر میں پاکستان سے سعودی عرب کے شہر مہبط الوحی مکہ مکرمہ کی طرف ہوئی جس کی قسم اللہ تعالی نے قرآن

پاک میں کھائی ہے۔

حضرت مکی رحمہ اللہ کا بچپن، جوانی، بڑھاپا، اس شہر میں گزرا، یہیں پر یہیں کے مدرسہ صولتیہ کے مدرس سے قرآن پاک پڑھنا شروع کیا، پھر سرکاری سکول میں ابتدائیہ، متوسطہ، اور ثانویہ عامہ تک تعلیم حاصل کی، جو پڑھائی کے بارہ سال بنتے ہیں اور اس کے علاوہ الگ اوقات میں مختلف اساتذہ سے مختلف دینی کتابیں بھی پڑھیں، پھر مظاہر العلوم سہارنپور سے دورہ حدیث شریف کے بعد مکہ مکرمہ کے مشہور اور حجاز کے پہلے دینی مدرسہ، مدرسہ صولتیہ میں پڑھانا شروع کیا، ساتھ ساتھ اپنے شیخ کی خدمت میں رہے اور ساتھ ہی اپنے والد رحمہا اللہ کے ساتھ تجارت میں ہاتھ بٹاتے رہے، اور حضرت فرمایا کرتے تھے کہ یہاں کے اسکولوں میں دینی مواد بہت ہے تو ظاہر بات ہے کہ جب اتنا لمبا حضرت نے یہاں پڑھا ہے تو حضرت کو دینی معلومات خود سعودی اسکولوں سے کتنی ملی ہونگی، یہی وجہ ہے کہ حضرت نے خود سعودی عرب کے متعلق تعریفی کلمات لکھے چنانچہ پیچھے ہم لکھ آئے ہیں کہ حضرت نے ایک عنوان "سعودیہ کے متعلق ایک افواہ کی تحقیق" باندھا پھر فرمایا کہ اس سیاہ کار نے مکہ مکرمہ میں ہی ہوش سنبھالا جو کہ سعودی عرب کا ایک متبرک شہر ہے، اور سعودی حکومت اس وقت دنیا میں شرعی طور پہ واحد اسلامی حکومت ہے۔ جس کا دین اسلام ہے، اور مذہب سنی حنبلی ہے، یہاں حدود شرعیہ کا نفاذ ہے اور بیشتر انتظامی امور میں بھی شرعی احکام کا لحاظ کیا جاتا ہے، اور سربراہان مملکت ڈنکے کی چوٹ پر اس کے اسلامی حکومت ہونے کا نہ صرف اقرار ہی کرتے ہیں بلکہ ہر جگہ فخریہ انداز سے اسے بیان کرتے ہیں، اور دوسروں کو اس کی دعوت بھی دیتے ہیں، یہاں قضاۃ اور تعلیم تمام محاکم وعدالتیں اور تمام مکاتب و مدارس وکالجوں وغیرہ میں فقہیات میں فقہ حنبلی پہ ہی عمل درآمد ہے، اور ذاتی طور پر ہر شخص کو مذاہب اربعہ معتمدہ میں سے کسی مذہب پر بھی عمل کرنے کی آزادی ہے، الخ۔

تو حضرت مکی رحمہ اللہ نے اپنی اس طویل زندگی جو سعودی عرب کے شہر مکہ مکرمہ میں گزاری (جیسا کہ حضرت کی آپ بیتی اور ذاتی سیرت میں مفصل گزرا) اسمیں جہاں باقی اہم دینی خدمات انجام دیں وہیں حرمین اور سعودی عرب کے تحفظ کے لئے بہت ساری

خدمات سرانجام دیں۔

سعودیہ میں ایک اہم فتنہ خمینی ازم کا تھا:

جس نے جہاں دوسرے مسلم ممالک کو متاثر کیا وہیں ارض حرمین کو خون میں نہلایا، حضرت مکی رحمہ اللہ نے جہاں سعودیہ کے جید مشائخ اور رابطۃ العالم الاسلامی کے ذمہ داروں کے ساتھ دنیا کے مختلف ممالک میں کانفرنسیں کرواکر خمینی ازم کی خطرناک پہلو کو لوگوں کے سامنے کھولا، وہیں ان ملکوں کے علماء ومشائخ کو اس فتنہ کی طرف متوجہ کیا۔

دوسرا فتنہ لامذہبیت تھا:

اس کی طرف بھی حضرت مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے عربی مقالوں اور بیانات میں واضح کیا کہ اس کے پس پردہ خوارج ہیں جو اپنے علاوہ ہر ایک کو کافر سمجھتے ہیں، یہ بات بہت بعد میں لوگوں کے سامنے واضح ہوئی جب ان لامذہبیت والوں نے سعودی عرب کے مختلف شہروں میں بم دھماکے کئے، اور مسلمانوں کو قتل کیا، اور حضرت نے اے آر وائی ٹی وی پر انٹرویو دیتے ہوئے داعش کے خلاف کھلم کھلا ان کی گمراہی کو واضح کیا، (حضرت مفتی شاہد محمود حفظہ اللہ کا کلام ختم ہوا)۔

بندہ فقیر خلیل اللہ عرض کرتا ہے کہ ہمارے حضرت کے سامنے ایک دفعہ سعودی عرب میں اشارہ کاٹنے کا ذکر آیا تو فرمایا کہ ٹریفک کا اشارہ کاٹنا شرعاً حرام ہے کیونکہ آیت میں ہے یایھا الذین امنوا اطیعوااللہ واطیعوالرسول واولی الامر منکم النساء: ۵۹ کہ اے ایمان والو تم اللہ کا کہنا مانو اور رسول کا کہنا مانو اور تم میں جو لوگ اہل حکومت ہیں ان کا بھی" اور یہ اشاروں کے قوانین اہل حکومت نے بنائے ہیں اس لئے ان کا کہنا ماننا ضروری ہے اور اس کے خلاف کرنا شرعاً حرام ہے، اور ہمارے حضرت سعودیہ حکومت کے لئے بہت دعائیں کیا کرتے تھے جس کے سب ہی شاہد ہیں۔

(آگے حضرت مفتی شاہد محمود حفظہ اللہ کا کلام ملاحظہ ہو)

حضرت کی تیسری ہجرت، وفات کے بعد افریقہ کے شہر پیٹر میرز برگ سے مدینہ منورہ میں:

حضرت شیخ عبدالحفیظ مکی نور اللہ مرقدہ کی پہلی ہجرت ہندوستان سے پاکستان کی طرف ہوئی دوسری ہجرت پاکستان سے مکہ مکرمہ سعودی عرب کی طرف ہوئی، یہ دونوں ہجرتیں حضرت کی چھوٹی عمر یعنی لاشعوری میں ہوئی اور پھر تیسری ہجرت حضرت کی وفات کے بعد حضرت کی ظاہری لاشعوری میں اللہ تعالی نے اپنے اس محبوب الخلائق بندہ کو ساؤتھ افریقہ کے شہر پیٹر میرز برگ سے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں پہنچا دیا، اور اس طرح ہمارے حضرت جنت البقیع مدینہ منورہ میں مدفون ہوئے، جس کی طرف ہجرت کرنے کی آپ کی پوری عمر کی تمنا تھی۔

7 ذی الحجہ سنہ 1438 ہجری 29 اگست سنہ 2017 عیسوی

(حضرت مفتی شاہد محمود صاحب حفظہ اللہ کا کلام ختم ہوا)۔

حضرتؒ کی سعودی عرب اور پاکستان کے لئے قابل قدر مساعی

از ڈاکٹر سعید احمد عنایت اللہ

حضرت رحمہ اللہ کے خلیفہ خاص اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بعد انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے رئیس مولانا ڈاکٹر سعید عنایت اللہ نے لکھا:

حضرت مولانا عبدالحفیظ المکی رحمۃ اللہ علیہ وسطی فکر کے ایک داعی تھے، وہ سمجھتے تھے کہ امت کے جمہور اسی فکر پر جمع ہو سکتے ہیں، سعودی عرب اور پاکستان دو اکثریتی اہل سنت والجماعت کی ریاستیں ہیں جو صرف وسطی سوچ سے ہی پروان چڑھ سکتے ہیں ان کے عوام مختلف معاشی ومسلکی طبقات میں منقسم ہیں جنہیں اسلام کی وسطی سوچ ہی متحد کر سکتی ہے پھر اسی فکر سے ان کے حکمرانوں اور عوام میں اتحاد وتعاون کی فضا قائم ہو کر وہ ترقیات کی منازل طے کر سکتے ہیں اور ایسا کیونکر نہ ہو حق تعالیٰ شانہ قرآن کریم میں فرماتے ہیں۔ وکذلک جعلنکم امۃ وسطالتکونوا۔البقرۃ: ۱۴۳ ہم نے تمہیں وسطیت والی امت بنایا ہے اس وسطی فکر کو حضرت مولانا عبدالحفیظ المکی نے قرآن وسنت کے گہرے مطالعہ اور اپنے قابل فخر مربیان ومشائخ عظام اور اساتذہ کرام سے سیکھا تھا، یاد رہے کہ اس سنی وسطی فکر کا طرہ امتیاز یہ ہے کہ اسمیں حکام اور عمومی عوام کی کسی گناہ یا معصیت کی وجہ سے تکفیر نہیں کی جاتی یہی فکر تاریخ اسلام کے ہر ہر دور میں جمہور عوام وخواص پر غالب رہی یہی فکر اہل سنت کے فقہا، محدثین اور مفسرین کی ہے، اسی وسطی فکر نے امت کے طبقات کو ایک دوسرے کے لئے ناصح اور نافع بنائے رکھا، جس کے نتیجے میں اہل ثروت اہل فقر کے حقوق کی رعایت کرنے والے ہوتے ہیں اور اہل حکم عوام الناس کے مفادات کے تحفظ کرنے والے بنتے ہیں، ہماری امت مسلمہ میں جب ہماری ہی صدی میں اہل شدت نمودار ہوئے اور انہوں نے خارجی افکار اپنا کر خوامخواہ تکفیر تضلیل کی فضا قائم کی اور امت کے طبقات کو تصادم کی راہ دکھائی اور عوام اور حکام کے مابین ایک فاصل خلیج قائم کر دی اور غیر وسطی یا تشدد پر مبنی فکر نے بعض مسلم ممالک کے عوام اور حکمرانوں میں عداوت کو جنم دیا اور امت میں

بجائے اصلاح اور باہمی تعاون اور بھائی چارہ کے ساتھ کھڑے ہونے کے الٹا وہ فرقت کا شکار ہونے لگی اور اسی پر شدت فکر نے مصر و پاکستان میں اپنی خاصی تاثیر چھوڑی اور ساتھ سعودی عرب کا رخ کیا تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اہل بصیرت بندوں نے حالات کا جائزہ لیا اور اس کا حل صرف وسطی فکر کو اجاگر کرنے میں سمجھا۔

حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی رحمہ اللہ بھی انہی اہل بصیرت لوگوں میں تھے انہوں نے بھی پوری بصیرت سے اس امر کی ہولناکی کا تدارک فرمایا اور اس امر کا بھی کہ پاکستان اور سعودی عرب دونوں سنی اکثریت کے ممالک ہیں ان کی خدمت، ان کے عوام وخواص کی راہنمائی یقیناً اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ ہے اور ان میں شاذ اور پر شدت فکر کے خلاف وسطی فکر کو اجاگر کرنے کی ضرورت ہے، لہٰذا انہوں نے اس غرض کے لئے عربی اور اردو میں ایسے مقالات تحریر فرمائے جن میں اسلام کی وسطی فکر کی توضیح وتائید اور تاکید فرمائی اور اسے ہی اہل سنت اور جمہور مسلمانوں کا اسلام کے ہر دور میں ملی سرمایہ قرار دیا، اس سلسلہ میں حضرت کی پاکستان اور سعودی عرب ہر دو ملکوں سے خصوصی دلچسپی رہی۔

پاکستان تو وہ مملکت خداداد ہے جو کلمہ طیبہ کے نام پر قائم ہوئی اس کی تاسیس میں علما اور عوام نے بے شمار قربانیاں دیں اور حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی رحمہ اللہ نے بھی قربانی دی اور امرتسر علاقہ ہندوستان سے ہجرت کر کے علاقہ پاکستان فیصل آباد آئے تھے اور سعودی عرب ان کے لئے مستقبل میں ہجرت کا گھر تھا، پھر دونوں ملکوں کے حکمرانوں اور عوام میں گہرا ایمانی رابطہ اور قوی اسلامی رشتہ ہے کہ دونوں ہی ملکوں کی اکثریت اہل سنت ہے، دونوں ممالک کے حکمران اور عوام نہ صرف ایک دوسرے کی ترقی کے خواہاں ہیں بلکہ عملی طور پر اس میں شریک بھی، دونوں ملکوں کا عقدی اور فکری اتحاد، دونوں علاقائی اور بین الاقوامی مسائل اور حالات کے تناظر میں ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھی ہیں۔

حضرت رحمہ اللہ ہمیشہ ہمارے سامنے ذکر فرماتے کہ مملکت سعودی عرب ایسا ملک ہے جس کے حکمران اور فرماں روا مشرق ومغرب میں کھل کر ہمیشہ اس امر کا اظہار کرتے ہیں کہ ہمیں اس امر پر فخر ہے کہ ہمارا نظام اور دستور کتاب وسنت ہے، پھر یہ کہ پاکستان کے

حالات کیسے بھی ہوں مقتدر طبقہ اس امر کا منکر نہیں ہے کہ پاکستان کی بناء لا الہ الا اللہ ہے اس بناء نے ہی عوام کو متحد کر رکھا ہے جب پاکستان اسلامی ممالک کے تعاون سے ایٹمی طاقت بن گیا تو حضرت ہمیشہ فرماتے کہ عالمی کفر کی نظریں اب پاکستان پر لگی رہیں گی اور وہ اسے اس کے نظریے سے دور کرنے کے لئے کوشاں رہیں گے لہٰذا اہل علم کو عوام وخواص میں اس امر کی خوب محنت کرنا ہوگی کہ ان کی وابستگی عقیدۂ ایمان سے رہے، اسی فکر کی ابیاری کے لئے حضرت مولاناؒ ایک سال میں پاکستان کے کئی اصلاحی سفر فرماتے، اور سعودی عرب میں ان معمولات خاصہ میں اسی وسطی فکر کو اجاگر کرنے کی خاطر یہاں کے اداروں میں میل ملاپ کا سلسلہ جاری رکھتے تھے۔

وہ مختلف ممالک کے ذمہ داروں سے اور پاکستان میں تمام مسالک سے گہرے مراسم رکھتے تھے تاکہ دونوں ملکوں کے عوام وخواص کے مابین محبت اور انس، موافقت کی فضا قائم رہے اور شاذ اور شدت فکر سے مسلم عوام وخواص کو تحفظ رہے۔

یہی ایک مربی کا وہ کردار ہے جو ہر دور میں عقیدت اور احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور جس کے اثرات مسلم عوام وخواص سے شروع ہو کر ممالک کی وسیع حدود تک پہنچتے ہیں۔ پاکستان اور سعودی عرب ہر دو ریاستوں کے بارے میں حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی رحمہ اللہ فرماتے تھے۔

"پاکستان اسلام کا قلعہ ہے کیونکہ اس میں دین کے تمام شعبے زندہ ہیں" ایمانیات بھی اسلامیات بھی اور احسانیات بھی۔

"سعودی عرب کے بارے میں حضرت فرماتے! کہ اس دور میں یہ واحد حکومت ہے جس میں حدود اللہ قائم ہیں"۔ (حضرت ڈاکٹر صاحب کا کلام ختم ہوا)

حضرت کا اسلام کی وجہ سے "پاکستان" اور "سعودی عرب" سے خاص تعلق ومحبت از بندہ فقیر خلیل اللہ

بندہ فقیر خلیل اللہ عرض کرتا ہے کہ ہمارے حضرت والا ویسے تو سبھی مسلمانوں اور اسلامی ممالک کے خوب خیر خواہ تھے ہی لیکن پاکستان اور سعودی عرب سے کچھ زیادہ ہی تعلق ومحبت تھی اور وجہ محبت ان دو میں بھی اسلام ہی تھی کیونکہ پاکستان تو بنا ہی اسلام کے نام پر، تو اس سے محبت کرنے اور اس کی حفاظت کرنے کا تو ہر سچے مسلمان کے اندر ولولہ ہونا ایک طبعی امر ہے، اور چونکہ ہمارے حضرت اپنے بچپن سے آخر حیات تک سعودی عرب ہی میں رہے اور اس میں اسلامی قوانین اور حدود شرعیہ کا نفاذ اپنی لمبی زندگی میں پوری دنیا میں سب سے زیادہ اسی سعودی عرب کے اندر ہی دیکھا، (اسی وجہ سے حضرت جی خود فرمایا کرتے تھے کہ جو امن سعودی عرب میں ہے ایسا امن پوری دنیا میں کہیں بھی نہیں پایا جاتا) اور یہ بھی دیکھا کہ یہاں ملکی غیر ملکی سب امن کی زندگی گزارتے ہیں، اور یہ بھی کہ تمام حجاج کرام سعودی قیادت میں ہی لاکھوں لاکھ کی تعداد میں ہر سال امن کے ساتھ اسلام کا عظیم رکن حج بیت اللہ اور زیارت کے لئے مدینہ منورہ آنا جانا سب کچھ بخوبی انجام دیتے ہیں تو یہ بھی ایک سچے مسلمان کی فطرت کے مطابق اس امر کی طرف ابھارتا ہے کہ ایسی حکومت سے محبت کی جائے خاص طور سے ان حضرات کی نظر میں جنہیں سعودی حکومت سے پہلے کے حالات کا علم ہو کہ اُس وقت کیسے قتل وغارت اور حجاج کرام کو لوٹنا اور بدامنی اور بدعات کا زور تھا؟ اور حضرت والا تو ہر ملک تو کیا ہر آدمی کو اس کے سب زاویے کے مطابق سوچ کر اس کے حق میں فیصلہ فرمایا کرتے تھے تو جب حضرت والا کو سعودی حکومت آنے سے قبل کے اور بعد کے حالات بخوبی معلوم تھے تو کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت والا کو سعودی حکومت کے ساتھ محبت نہ ہو؟!

ویسے تکوینی طور پر بھی حضرت والا کو ان دو ملکوں کی طرف ہی ہجرتیں نصیب ہوئیں جیسا کہ متعدد جگہ گزرا اس وجہ سے بھی حضرت کا ان دو ملکوں سے محبت رکھنا اور ان کی

حفاظت کرنا ایک فطری امر ہے، اور حضرت نے بھی ہر موڑ پر ان دو ملکوں کا ساتھ دیا، جیسا کہ یہ بھی حضرت کے دونوں خلفاء حضرت مفتی شاہد صاحب اور حضرت مولانا ڈاکٹر سعید عنایت اللہ صاحب کے کلام میں گزرا۔

حضرت کے ہاں تبلیغی کام کی اہمیت

حضرت کا تبلیغی جماعت میں چلّے اور سال لگانا:

حضرت کو تبلیغی کام سے شغف اور محبت بچپن سے تھی چنانچہ پیچھے حضرت کی مختصر سوانح میں سوال (1) ''آپ نے حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کو کس عمر سے جانا'' کے جواب میں حضرت کا اپنا کلام گزر چکا کہ بچپن سے ہی الحمد للہ چونکہ تبلیغی جماعت سے تعلق ہے اور ہفتہ واری اجتماع کے لئے تقریباً نو سال کی عمر سے ہی جبکہ مکہ معظمہ کا اجتماع مسجد خیف منی میں ہوا کرتا تھا یہ سیاہ کار والد صاحب اور ان کے دوستوں کے ساتھ ہوتا تھا، اور اسی وقت سے ان کے ساتھ کبھی تین دن کبھی دس دن اور پھر بعد میں چلہ و تین چلوں کے لئے مختلف اوقات میں نکلنا ہوا، اور چونکہ جماعت میں حضرت کی کتب فضائل ہی کی تعلیم ہوتی تھی اور خود گھر میں بھی تعلیم ہوتی تھی اس لئے (تبلیغی جماعت میں) جانا تو تقریباً نو سال کی عمر سے ہی ہو رہا ہے۔

اور سفر ہند و پاک کے عنوان کے تحت حضرت کا یہ فرمان بھی گزرا کہ جب میرا ایک سال تبلیغی جماعت میں پورا ہو گیا جس میں سے اکثر وقت حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب رحمہ اللہ کی صحبت و معیت خاصہ میں ہی گزرا تو میں نے حضرت والد صاحب مدظلہ العالی کو عریضہ لکھا الخ۔۔

اور یہ بھی تبلیغی اسفار کے عنوان کے تحت گزر چکا کہ: سنہ 1969 عیسوی میں امریکہ تبلیغی جماعت میں حضرت شیخ قدس سرہ کے حکم سے تین چلوں کے لیے جانا ہوا جو سفر حجاز، پاکستان، اور پاکستان سے تھائی لینڈ، جاپان، ہنلولو، سانفرانسسکو (امریکہ کا مغربی کنارہ) امریکہ میں پورے چار ماہ قیام رہا۔ اس دوران کچھ دن کے لئے کینیڈا بھی جانا

ہوا، پھر انگلینڈ میں چار روز رہ کر واپس مکہ مکرمہ جماعت آگئی، یہ سیاہ کار یہیں رہ گیا بقیہ جماعت پاکستان چلی گئی،

حضرت کا حضرت شیخ الحدیثؒ کی تبلیغی جماعت کے حق میں وصیت نقل کرنا:

ہمارے حضرت والا نے وفات سے غالباً دو تین مجلس پہلے والی مجلس میں فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خلفاء کو جمع کر کے فرمایا کہ میں تم سب کو وصیت کرتا ہوں کہ تبلیغی جماعت کی مخالفت نہ کرنا، اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کام کے نافع ہونے پر بہت سی بشارتیں اور رؤیاء صالحہ سامنے آئی ہیں۔

ہمارے محلے ہنداویہ مکہ مکرمہ میں تبلیغی کام کے ذمہ دار بھائی ایوب صاحب بنگلور والوں کو حضرت کہا کرتے تھے کہ یہاں خانقاہ میں آپ جماعتیں لایا کریں، اور جب وہ ذمہ دار تھے تو جماعتیں آتی بھی تھیں اور ہم بھی ان کے ساتھ مشورہ وغیرہ میں شریک ہوتے تھے۔

حضرت کا سنہ 1425 ہجری میں عربی میں تبلیغی جماعت کے دفاع میں کتاب ”جماعة التبليغ أكبر حركة إصلاحية“ لکھنا:

حضرت کی یہ کتاب 254 صفحہ کی ہے اس کے مقدمہ میں حضرت فرماتے ہیں کہ بلا شک اصلاحی لائن میں یہ جماعت سب سے عظیم اور سب سے بڑی جماعت ہے اور پورے عالم کے کونے کونے میں پھیلی ہوئی ہے۔۔۔۔ اور اس جماعت والوں کا مقصد اعظم اور ان کی آخری غرض وغایت سارے عالم میں سارے دین کو زندہ کرنا ہے، نیز ان کا بڑا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو حکمت وعظِ حسن کے ساتھ اور نرمی وتواضع کے ساتھ اور رات دن کام کرنے کے ساتھ خیر کی طرف بلایا جائے، پھر خوب گڑگڑا کر اور اللہ کے سامنے رو دھو کر اور رات کے آخری حصہ میں اللہ سے دعائیں کر کر کے یہ مانگا جائے کہ یا اللہ اپنے بندوں کو ان کے دین (اسلام) کی طرف اور اپنی اطاعت کی طرف پھیر دے اور اس سارے عالم میں سارے دین کو زندہ کرنے والے بلند کام میں جو کمی کوتاہی ہوئی ہے اور جو گناہ بندوں

سے ہوئے ہیں ان سب کو یا اللہ تو معاف فرمادے۔

اور واقعی آپ ان کو دن رات ایسے ہی دیکھیں گے، اور جو بھی ان حضرات کے ساتھ (اللہ کے راستے میں) نکلے گا چاہے تھوڑی ہی مدت کے لئے ہی نکلے ان کی مبارک عملی زندگی سے متاثر ہو کر رہے گا اور ان جیسے ہی نیک کاموں میں لگ کر وہ نفسانی اغراض اور دنیا کی حرام لذتوں کو چھوڑنے والا اور دنیا کے دھوکے سے نکلنے والا ہو جائے گا، جبکہ یہی مذکورہ چیزیں اس کے اکثر اوقات کو گھیرے ہوئے اور یہی مقصد غالب بنی ہوئی تھیں۔

پھر ہمارے حضرت نے اس کے بعد مقدمہ ہی میں بنگلہ دیش اور پاکستان کے اجتماعات کا تذکرہ کیا اور بتایا کہ کبھی ان اجتماعات میں تیس تیس لاکھ تک کا مجمع ہوتا ہے جیسا کہ اخباروں اور رسالوں میں اس کی خبر نشر ہوتی ہے اور حضرت نے یہ بھی بتایا کہ میں نے خود ایک دفعہ برطانیہ کے اجتماع غالبا سنہ 1995 میں شرکت کی جو کہ غالباً تین دن کا تھا اور اس میں وہاں کے اخبار اور مقامی رسالوں کے مطابق ایک لاکھ بندوں نے شرکت کی تھی اور یہ تعداد وہاں برطانیہ کے اعتبار سے بہت بڑی تعداد ہے۔

پھر حضرت نے بتایا کہ اس جماعت میں اس سب خیر کے باوجود بعض لوگ اس مبارک جماعت کے خلاف رسالے اور کتابیں لکھنے لگ گئے اور ان کی طرف ایسے برے امور منسوب کرنے لگ گئے جو ان میں سرے سے ہیں ہی نہیں اور بعض ایسے امور جو مسلمانوں میں زمانہ قدیم سے مختلف فیہ تھے ان میں اپنی سوچ کے مطابق والے امور کو توحق صریح سمجھنے لگے اور جن امور کی جماعت والے قائل تھے انہیں باطل محض بلکہ کفر وضلال قرار دینے لگے، اور یہ سب کچھ غلو محض اور حد اعتدال سے تجاوز کرنا ہے۔

پھر حضرت نے بتایا کہ اس کے برخلاف بہت سارے لوگوں نے جماعت کے دفاع میں کتابیں لکھیں اور ان میں ان اتہامات کا جواب بھی دیا اور بتایا کہ اس جماعت کا اسلوب تو اس پر مبنی ہے کہ حکمت و وعظِ حسن کے ساتھ لوگوں کو دعوت دی جائے اور نرمی وتواضع کے ساتھ خیر کو پھیلایا جائے اور اس کام کو کرنے والے سیاست میں بالکل حصہ نہ لیں

اور فقہ کے مختلف فیہ مسائل سے جدا رہیں اور لوگوں میں الفت ومحبت کی فضاء ہی قائم کریں۔
حضرت نے فرمایا کہ دونوں طرف کے لوگوں کی کتابیں لکھنے کے باوجود جب دفاع والی کتابوں کی نشر واشاعت اس درجہ کی نہ ہوئی جتنی ہونی چاہیے تو نتیجہ یہ ہوا کہ رد والی کتابیں پھیل گئیں جن میں محض غلو اور حد سے تجاوز اور بلا وجہ دوسروں کو گمراہ اور بدعتی قرار دیا گیا تھا جس سے بہت سارے نوجوان اور سادہ مسلمان متاثر ہونے لگے تو میں نے سوچا کہ ان دفاع والی کتب ورسائل میں سے اہم اہم مضامین جمع کر کے بقدر استطاعت ان کو نشر کروں اور تقسیم کروں، پس میں اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے ان مضامین کو ذکر کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ اللہ مجھے خیر کی توفیق عطا فرمائیں گے اور اس مجموعہ کو اپنے فضل سے شرف قبولیت سے نواز کر اپنے بندوں کے لئے نافع بنائیں گے **فانہ سبحانہ وتعالی جواد کریم۔**

پھر حضرت نے الاھم فالاھم ان مضامین کو پوری کتاب میں لکھا۔

حضرت کا تبلیغی جماعت کے لئے شاہ عبداللہ کو خط لکھنا:

حضرت کے متعلق میں حضرت کے یہ مذکورہ بعض یادگار اعمال لکھ چکا تھا کہ حضرت کے کمرے سے ہمارے دار التصنیف سے متعلق اوراق میرے پاس حضرت کے فرزند رشید محترم بھائی معاذ حفظہ اللہ نے بھیجے، ان کو چیک کرتے ہوئے ان میں سے ایک خط نکلا جو ہمارے حضرت نے امیر فیصل بن خالد الترکی کے واسطے سے سعودی عرب کے سابق بادشاہ عبداللہ کے نام لکھا تھا، اور یہ خط بہت خوبصورت انداز سے عربی میں پانچ صفحات پر مشتمل ہے، مَیں اس کا ترجمہ مختصراً ذکر کرتا ہوں،

حضرت نے بادشاہ عبداللہ کو دیگر امور کے ساتھ یہ بھی لکھا کہ یہ جو ہمارے ملک سعودی عرب ودیگر ملکوں میں غالی لوگ پیدا ہو گئے ہیں، حتی کہ یہ لوگ حکام تک کو کافر قرار دیتے ہیں، اور ملک میں امن کو تباہ وبرباد کر رہے ہیں، وغیرہ وغیرہ، اس غلط سوچ کو ایک اچھی سوچ ہی سے تبدیل کیا جا سکتا ہے، اور اس کام کے لئے تبلیغی جماعت کے لوگ بالکل

مفید ہیں کہ یہ لوگ اچھی سوچ والے ہیں، جو اسلامی تعلیمات کا خیال بھی رکھتے ہیں، اور سیاست میں بھی نہیں پڑتے، اور فقہاء کے مذہبی اختلافات میں بھی نہیں الجھتے، اور ان کی ساری کوشش مسلمانوں کو جوڑنے اور آپس میں الفت ومحبت پیدا کرنے ہی کی ہوتی ہے، اور ان کے اصول متفقہ علیہ ہیں، اور وہ انہیں کو مدنظر رکھتے ہیں، ان میں سے بعض یہ ہیں (1) ایمان وتوحید کی دعوت دینا، (2) نماز کو خشوع خضوع کے ساتھ پڑھنا، (3) ایسے علم نافع کا اہتمام کرنا جو اللہ تعالی کے ذکر کے ساتھ جڑا ہوا ہو اور اللہ کی طرف رجوع پیدا کرنے والا اور اللہ سے خشیت پیدا کرنے والا ہو، (4) سارے مسلمانوں کا اکرام کرنا، اگرچہ کوئی نافرمان وفاسق ہی ہو، کیونکہ فاسق بھی پیار وشفقت کا محتاج ہے، (5) تمام اعمال میں نیت کو خالص رکھنا کہ ہر عمل اللہ کی رضا کے واسطے ہو، (6) ان مذکورہ اچھے امور کو اپنی استطاعت کے مطابق تھوڑے یا زیادہ دن لگا کر لوگوں کے پاس جا جا کر یا اللہ کے گھروں میں رہ کر مخلوق خدا میں پھیلانا، (7) یہ دعوت کا کام صحابہ کرام کے طریقے کے مطابق حکومت کی سرپرستی میں کھلم کھلا لوگوں کے سامنے مساجد میں ہو۔

پھر صفحہ نمبر چار پر حضرت نے بادشاہ عبداللہ کو یہ بھی بتایا کہ آپ کے والد امام عادل ملک عبدالعزیز نے بانی جماعت تبلیغ حضرت شیخ محمد الیاس کاندھلوی اور ان کے ساتھی کے خط کے جواب میں اس تبلیغی جماعت کی سوچ اور ان کے طرز عمل جو اوپر بیان ہوئے کو سراہا اور اس کی تائید کی ہے، جیسا کہ خطاب دیوان ملکی رقم 21/2/111 میں تاریخ 1357/2/3 ھجری میں اس طرح لکھا ہے کہ

حضرت مکرم محمد احتشام ومحمد الیاس سلمہما اللہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آپ کے بھیجے گئے خط پر عظیم المرتبت میرے آقا بادشاہ (سلامت) مطلع ہوئے، اور مجھے حکم فرمایا کہ میں آپ کی عقیدہ سلف صالح کی دعوت وتبلیغ اور اسی لائن کی دیگر خدمات کی مساعی طیبہ پر آپ کا شکریہ ادا کروں، میں اللہ سے دعاء کرتا ہوں کہ وہ ہمیں اور آپ حضرات کو ہر خیر اور بھلائی سے نوازے، والسلام۔

پھر حضرت نے علامہ شیخ محمد بن ابراہیم آل شیخ سابق مفتی اعظم سعودی عرب اور شیخ عبدالعزیز بن باز سابق رئیس دعوت وارشاد کی بھی تائیدات ذکر کیں۔

پھر اسی صفحہ چار پر ہی بادشاہ عبداللہ صاحب سے حضرت نے درخواست کی کہ ان مذکورہ بالا امور کی بناء پر اور ان دردناک حالات کے ہوتے ہوئے میری کوتاہ رائے کے مطابق مناسب یہ ہے کہ آپ تبلیغی جماعت کو خدمت کا موقع دیں تاکہ اس تبلیغی جماعت کے افراد سے ان کی خیرورشد والی اور اعتدال ومیانہ روی والی سوچ پھیلے، اور ان کے افراد سے لوگوں میں الفت ومحبت کی فضاء قائم ہو، تاکہ غلط اور گمراہ اور سیدھے راستے سے ہٹنے والے افراد کا ٹولہ جو کہ لوگوں میں فساد پھیلانے والا اور لوگوں کی تکفیر کرنے والا اور فرقہ ضالہ خوارج کی سوچ رکھنے والا ہے اس کا قلع قمع کیا جاسکے، اور یہ سارا اس لئے تاکہ حرمین شریفین کو ہر برائی سے بچایا جاسکے۔

پھر حضرت نے صفحہ نمبر پانچ پر بادشاہ سلامت سے کچھ اور بھی معروضات ارشاد فرما کر نام ودستخط کیے ہیں اور تاریخ 16 / 1 /......... لکھی ہے۔

یہ تو عربی خط کا اختصار ہے اور اس سے پتا چلتا ہے کہ حضرت کے ہاں تبلیغی کام کی کتنی اہمیت تھی، اور اس سے حضرت کی فکر اور دانائی کا بھی بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ یہ خط سیاسی اور دینی اعتبار سے کس قدر مکمل ہے، اللہ ہمیں بھی ایسی فکر ودانائی اور ہمت وسوچ نصیب فرمائے۔

فضائل اعمال کے دفاع میں حضرت کا ''تحقیق المقال فی تخریج احادیث فضائل اعمال'' کا اپنے خرچہ پر لکھوا کر تقسیم کروانا:

جب غیر مقلدین حضرات نے ''فضائل اعمال'' پر اعتراضات شروع کیے خاص کر اس بات پر کہ اس میں بہت احادیث ضعیف ہیں اور اس میں خوارق عادت حکایات ہیں تو حضرت مولانا لطیف الرحمن قاسمی صاحب حفظہ اللہ نے کی تالیف کردہ تحقیق المقال فی تخریج احادیث فضائل اعمال ۶۶۴ صفحات پر مشتمل جس میں ان کا مضبوط عربی رد تھا اور طبع نہیں ہوئی تھی اس کو اپنے خرچہ پر اہتمام سے بیروت سے چھپوایا۔

حضرت کو تبلیغی کام کی اہمیت کے ساتھ ساتھ اس کو اکابر کے منہج پر چلنے کی بہت زیادہ فکر:

پیچھے میں لکھ چکا ہوں کہ حضرت والا کی کوشش ہوتی تھی کہ ہر امر میں اپنے حضرت حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ ہی کی بات نقل کرتے تھے، چنانچہ یہاں بھی ہمارے موضوع پر حضرت کا چونکہ اپنا کلام اپنے حضرت حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے بارے میں موجود ہے اسی کو نقل کرتا ہوں، حضرت کا کلام حضرت ہی کے رسالہ "حضرت شیخ الحدیث کی دینی فکر" کے صفحہ نمبر 26 میں ہے، اس میں ہمارے حضرت تبلیغی کام کے فضائل ذکر فرمانے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

اور اس تبلیغی کام کے ساتھ غایت درجہ محبت وقلبی تعلق اور وہ سرپرستی جو حضرت (شیخ الحدیث) کے ذمہ ڈالی گئی تھی وجہ بنی کہ (حضرت شیخ الحدیث کی) وفات سے تقریبا سوا سال پہلے جب حضرت (شیخ الحدیث رحمہ اللہ) نے یہ محسوس کیا کہ یہ مبارک (تبلیغی) کام تو ماشاء اللہ پورے (عالم) میں پھیل گیا ہے اور اب ہر طرح کے لوگ کام میں آگئے ہیں، اور ہر محنت کرنے والے کو ذمہ داری سونپی جانی طبعی امر ہے، اور ذمہ داروں کے فکر وقلب کا اثر سامعین اور شرکاء میں پہنچنا بھی حتمی ولازمی ہے، اور ایسے بہت آگئے جنہوں نے کام کا ابتدائی دور نہیں دیکھا، اور پرانے اکثر اٹھ گئے، اور ایک کثیر تعداد ایسے لوگوں کی ہوگئی جو اس مبارک کام کو صرف تحریکی نظر سے دیکھنے اور تنظیمی وتشکیلی کوششوں کو ہی اپنی محنتوں کا مرکز ومحور بنالیا، اور تعلق مع اللہ انابت الی اللہ ویقین کامل باللہ وتوجہ الی اللہ ودین کے لئے حزن وملال امت کے حال پر قلبی تاثر وتڑپ وغیرہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ومحبت اوران کی کامل اتباع کا جذبہ وغیرہ جو ایک داعی کے لئے جسم میں روح کا درجہ رکھتی ہیں اس کی اہمیت کے بارے میں ان میں بہت سوں میں اتنی کمی ہونا جتنی ہونی نہ چاہئے تھی، جس کی وجہ سے وہ ان صفات کے حصول کے لئے جو وسائل لابدیہ ہیں، جیسے خانقاہیں ومشائخ طریقت اوراذکار واشغال مشائخ وغیرہ کو بھی یہ لوگ غیر اہم اور بعض دفعہ کلیۃ بیکار سمجھنے لگے،

بلکہ اپنے اس کام کی تشکیل وتنظیمی ترتیبوں میں حائل رکاوٹ تصور کیا جانے لگا، اور اس میں شک نہیں کہ اس مبارک کام کے بانی حضرت مولانا الیاس صاحب دہلوی قدس سرہ نے جس نہج پر اس کام کو اٹھایا تھا اور جس کام پر چلاتے رہنے کی تاکید فرمائی تھی اس کے یہ مخالف چیز تھی اور اس لحاظ سے یہ قطعاً ایک خطرناک قسم کی گمراہی کا پیش خیمہ تھی، جس کے لئے نہائت زوردار اور مؤثر کوشش کی ضرورت تھی، اور بظاہر حضرت (شیخ الحدیث رحمہ اللہ) قدس سرہ ہی ایک ایسی واحد شخصیت تھے جو اس شدید اور خطرناک دھارے کا منہ موڑنے میں کامیاب ہو سکتے تھے۔ حضرت نے اپنی فراستِ مؤمنانہ اور نورِ بصیرت سے اس کو ملحوظ فرمالیا کہ اگر انہوں نے اِس وقت ہر لحاظ کو بالائے طاق رکھ کر اس امر کے لئے کوشش نہ کی تو پھر آئندہ کوئی بھی اس کی ہمت نہیں کر سکے گا، کہ پہلے بہت مدت سے اس قسم کی کوئی نہ کوئی بات حضرت تک پہنچتی ہی رہتی تھی، اور حضرت کبھی شاکی کی دلجوئی فرمادیتے کبھی مرکز والوں کو اس طرف متوجہ فرماتے، اور کبھی تقریراً یا تحریراً اس صاحب کو حسب ضرورت نصیحت وتنبیہ فرمادیتے، اور کبھی یہ کہہ کر ہی ٹال دیتے کہ کام بہت پھیل گیا ہے اس قسم کے اِکا دُکا واقعات کسی نہ کسی سے ہو ہی جاتے ہیں، مگر جب مدت مدیدہ تک یہ سلسلہ بڑھتا ہی چلا گیا تو حضرت نے وفات سے قبل یکے بعد دیگرے تین رسائل اپنے لسان حال وخلیفہ خاص حضرت صوفی اقبال صاحب مدظلہ العالی سے بہت اہتمام سے لکھوائے۔

ان میں سے پہلا رسالہ "ایک نصیحت آموز اور تربیتی خط" انتقال سے تقریباً سوا سال قبل شروع سنہ 1401ھ میں مدینہ طیبہ میں لکھوایا، جس کو سن کر بہت پسند فرمایا اور صوفی صاحب کو اس کے لکھنے پر نقد انعام بھی مرحمت فرمایا اور باوجود اس کے کہ حضرت قدس سرہ کی تصانیف "خدام" شائع کرانا اپنی سعادت سمجھتے ہیں، مگر اس رسالہ کی چھپائی میں حضرت نے نقد حصہ لیا اور چھپنے کے بعد اسے بار بار سنا اور پسند فرمایا اور اپنے مخصوص متعلقین کو ہدیۃً ہندو پاک خاص طور سے بھجوایا۔

دوسرا رسالہ "دعوت وتبلیغ میں ذکر کی اہمیت" افریقہ سٹینگر میں عین رمضان شریف میں اعتکاف کی حالت میں حضرت صوفی (اقبال) صاحب کو حکم فرمایا کہ اسے لکھیں اور اس

کے بعد وہیں افریقہ میں ہی اس کی کتابت کا اہتمام کروایا اور حضرت کے خواص میں سے مولانا ابراہیم میاں المعہد الاسلامی بواتر فال والوں نے اسے شائع کیا، جن کو حضرت نے بہت ہی دعاؤں سے نوازا۔

پھر تیسرا رسالہ "حضرت شیخ کا اہم مکتوب اور تبلیغ میں اعتکاف کی اہمیت وفضائل اعتکاف کے لئے خاص طور سے جیسے اوپر گزرا حضرت نے صوفی صاحب کو حکماً دارالعلوم بری انگلینڈ میں قیام کرکے اس کو اور رسالہ "صقالۃ القلوب" کو تصنیف کرنے کا حکم دیا۔

صوفی صاحب نے حضرت قدس سرہ کی انگلینڈ موجودگی میں ہی اس کو مکمل کرلیا اور حضرت نے حرفاً حرفاً اس کو سنا اور پسند فرمایا، اور وہیں انگلینڈ میں اس کی چھپائی ہوئی پھر حضرت قدس سرہ کے محبین میں سے چوہدری شاہین صاحب گلاسکو والوں نے سنہ 1402ھ کے شروع میں ان تین رسالوں کو یکجا کرکے انگلینڈ ہی میں چھپوا کر اس کے تقریباً پچاس نسخے حضرت کی خدمت میں مدینہ منورہ پیش کئے تو حضرت نے بہت مسرت کا اظہار فرمایا اور بہت دعائیں دیں، اور اس مجموعہ کو بھی اپنے خواص میں مدینہ طیبہ اور ہندوپاک میں تقسیم فرمایا، پھر جب مکرم الحاج صغیر احمد صاحب مدظلہ مجاز بیعت حضرت شیخ قدس سرہ کو لاہور یہ مجموعہ چھاپنے کے لئے بھیجا گیا اور اس میں کچھ دیر ہوئی تو حضرت قدس سرہ نے ان کو علالت کی حالت میں ہی ایک مختصر گرامی نامہ تحریر فرمایا تقاضا کے لئے، اس میں ان کو بہت دعاؤں سے نوازا، اور الحاج صغیر احمد صاحب نے اس گرامی نامہ کو اس مجموعہ کے شروع میں چھپوا بھی دیا ہے۔

یہ سب حضرت (شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ) نے بظاہر اپنی شرعاً ذمہ داری جان کر اور حق سرپرستی ادا کرنے کے لئے اور اس (تبلیغی) مبارک کام کے ساتھ قلبی تعلق اور حقیقی محبت ہی کی بناء پر کیا کہ آئندہ ہر آنے والے کے علم میں ہو کہ اس مبارک کام میں دین کے اس اہم شعبہ وجزو یعنی (تصوف وسلوک) کا کیا مقام ہے اور یہ کہ یہ عظیم کام ایسی چیز نہیں کہ اس کے بارے میں تساہل برتا جائے یا اس کو ہلکا سمجھا جائے، کہ کسی مصلحت کی خاطر بھی اس کو

ترک کیا جاسکتا ہے بلکہ یہ (شعبہ تصوف) ایک ایسی بنیادی چیز ہے کہ اس کو حرز جان بنایا جائے، اور جیسا کہ دین میں اس کا بہت اونچا مقام ہے اسی طرح اس مبارک (تبلیغی) کام کرنے والوں کے دلوں میں بھی اس (شعبہ تصوف وسلوک) کا وہی عظیم مقام اور انتہائی عظمت واہمیت ہو اور اس سے متعلق تمام امور مثل اس کے مشائخ اور ان کی خانقاہیں، ان کے اذکار واشغال سب ہی مہتم بالشان چیزیں ہیں، حضرت شیخ اپنے رسالہ فتنہ مودودیت میں بالکل واضح الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں

''بہر حال ہم لوگ جماعتی حیثیت سے اس زمانہ میں تقلید کو ضروری سمجھتے ہیں اور اسلاف نے جو اجتہاد کے لئے شرائط لکھی ہیں وہ آج کل کے علماء میں مفقود پاتے ہیں، اسی طرح شرعی تصوف کو تعلق مع اللہ اور حلاوت ایمان اور ایمانی صفات پیدا کرنے اور پیدا ہونے کے لئے اقرب الطرق سمجھتے ہیں، اس لئے جو شخص ان دونوں چیزوں میں ہمارے مخالف ہے وہ یقیناً ہماری جماعت سے علیحدہ ہے، دیوبندی مسلک میں یہ دونوں چیزیں بڑی اہم ہیں'' فقط۔

نیز یہ بھی کہ اس میں اور خود تبلیغی کام میں قطعاً کوئی منافات کسی قسم کا نہیں ہے کہ جس اہم کام کے بانی اور پھر ان کے خلف رشید اور ان کے بعد ان کے خلف آج تک تینوں امراء تبلیغ اس کام کو کرتے کرتے اس شعبہ (تصوف) کو لے کر چل رہے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں مریدین ہیں، تو پھر کون احمق کہہ سکتا ہے کہ اس کام میں اور دین کے اس اہم شعبہ (تصوف) میں منافاۃ ہے

اس مبارک کام کو صحیح رخ پر چلانے کے لئے اس عمومی اصلاح کی ضرورت اسی لئے ہوئی کہ حضرت (شیخ الحدیث) قدس سرہ اس تبلیغی کام کو پوری دنیا کے مسلمانوں کے لئے خصوصاً اور تمام انسانوں کے لئے عموماً رشد وہدایت اور خیر وبرکت کا ذریعہ سمجھتے تھے، حضرت کے سینکڑوں مکتوبات وملفوظات اس کے شاہد موجود ہیں،

مختصر ہی لکھنے کا ارادہ تھا مگر خلاف ارادہ اللہ تعالی نے زیادہ ہی لکھوا دیا، فاللہ المستعان وعلیہ التکلان، ونسأل اللہ الخیر لجمیع الإنس والجان۔

(ہمارے حضرت کا کلام حضرت کے اپنے رسالہ ''حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کی دینی فکر'' سے ختم ہوا)۔

فائدہ: ہمارے حضرت کا یہ رسالہ ''حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کی دینی فکر'' (جس کا متعدد جگہ حوالہ دیا گیا ہے اور آئندہ بھی آئیگا) ہمیں حضرت کی وفات کے بعد حضرت کی خاص کتابوں سے دریافت ہوا ہے، اور حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے نواسے حضرت مولانا محمد شاہد صاحب سہارنپوری حفظہ اللہ نے اپنی کتاب ''علماء مظاہر علوم سہارنفور وانجازاتہم العلمیۃ التالیفیۃ (عربی) میں ہمارے حضرت کے ترجمہ میں ہمارے حضرت کی تالیفات میں اس کا تذکرہ بھی کیا ہے، اور یہ جو نسخہ ہمیں حضرت کے رسالے کا ملا ہے اس پر ہمارے حضرت نے اپنی خط سے سرخ قلم سے لکھا ہے (للنشر) جس سے پتا چلتا ہے کہ حضرت کی خواہش تھی کہ اس رسالہ کو دوبارہ نشر کیا جائے تبھی میں نے اس کے حوالے دیئے، اور ان شاء اللہ سے حضرت کی منشاء کے مطابق شائع بھی کریں گے۔

تبلیغی جماعت میں اختلافات پر حضرت کا کڑھنا اور طرفین کے بزرگوں کے بارے میں حضرت کا رو کر فرمانا ھما عنیای فی رأسی یعنی یہ دونوں بمنزلہ میرے جسم میں میری دو آنکھوں کے ہیں:

حضرت کے آخری دو سالوں میں خاص کر آخری مہینوں میں جب تبلیغی جماعت میں اختلاف نے شدت پکڑی ایک طرف حضرت مولانا سعد صاحب سہارنپوری بڑے تھے اور دوسری طرف اہل شوری تھے اور ان میں حضرت مولانا زہیر بھی ہیں جو بڑوں کی اولاد میں سے ہیں تو لوگ کسی ایک طرف کی طرفداری کرنے لگے اور مقابل والوں کو برا بھلا کہنے لگے لیکن حضرت والا نے ایسی صورت میں بھی اس اختلاف کی وجہ سے کبھی بھی کسی ایک طرف کے کسی ایک بزرگ کی بھی توہین نہیں کی بلکہ اس کے برخلاف ہمیشہ ایک طرف کو دوسری طرف کے ساتھ صلح کرانے اور ایک کو دوسرے کے ساتھ جوڑنے ہی کی کوشش کی اور حضرت کے دل میں اس اختلاف کی وجہ سے بہت درد اور کڑھن رہتی تھی، اور اپنے

ساتھ تعلق رکھنے والوں کو فرمایا کرتے تھے کہ کوئی کسی کا بھی فریق نہ بنے حتی کہ بنگلہ دیش میں جماعت کے ذمہ داروں میں بعض حضرات ہمارے حضرت کے خلفاء بھی تھے انہیں خاص طور سے فرمایا کہ آپ لوگ فریق نہ بنیں اور صلح کرنے کی کوشش کریں اور سب کو لے کر چلیں۔

اور اسی وقت کی بات ہے کہ ہمارے حضرت کے جانشین اور فرزند رشید حضرت مولانا عمر مکی صاحب حفظہ اللہ نے سنایا کہ حضرت کی طبیعت خراب رہتی تھی ڈاکٹروں کو چیک کرایا تو ڈاکٹروں نے یہ کہا کہ ان کو کوئی ٹینشن ہے جس کی وجہ سے طبیعت پر اثر ہے، اور وہ ٹینشن یہی تھی کہ حضرت کو تبلیغی جماعت میں اختلاف وانتشار پریشان کرتا رہتا تھا حتی کہ (حضرت مولانا عمر مکی نے فرمایا) ایک دفعہ ہم حضرت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک دم میری نظر حضرت پر پڑی کہ حضرت کچھ پڑھ رہے ہیں اور رو رہے ہیں تو میں حضرت کے پاس گیا اور دیکھا تو حضرت والا مولانا سعد صاحب کے خلاف دارالعلوم دیوبند کا فتوی پڑھ رہے تھے اور رو رہے تھے تو میں نے عرض کیا کہ آپ کیوں ایسی چیز پڑھتے ہیں جس سے آپ کے دل پر اثر ہوتا ہے حالانکہ ڈاکٹر حضرات آپکو ایسی چیز پڑھنے سے منع کرتے ہیں تو حضرت نے بے ساختہ جواب میں مکہ مکرمہ کی عامی عربی میں فرمایا "أيش أسوي ماعيناي في راسي" کہ میں کیا کروں یہ دونوں (فریقین یعنی "ایک فریق شوری والا اور دوسرے فریق امارت والا مولانا سعد والا" یا یہ کہ "یہ دونوں فرد یعنی" ایک فرد حضرت زہیر شوری والے اور دوسرے فرد حضرت سعد امارت والے) بمنزلہ میرے جسم میں میری دو آنکھوں کے ہیں یعنی جب یہ میری نزدیک ایسے ہیں تو میرے دل کو کسی ایک کے بغیر کیسے سکون ہو اور کیسے مجھے رونا نہ آئے جب تک ان میں اتحاد نہ ہو جائے؟!

محترم بھائی عمر حفظہ اللہ نے مزید فرمایا کہ اگر کوئی حضرت کو کہتا ان آپس میں اختلاف کرنے والوں میں نفس پرستی ہے تو حضرت فرماتے نہیں نہیں ایسا نہیں ہے بلکہ دونوں طرف اللہ والے اور اللہ والوں کی اولادیں ہیں، اور فرماتے کہ مجھے اس اختلاف میں بھی اللہ تعالیٰ سے خیر ہی کی امید ہے، اور حضرت ہمیشہ حضر وسفر میں فریقین کے لئے

روروکر دعا کرتے تھے اور دوسروں کو بھی دعا کی ترغیب دیتے تھے کہ اللہ انہیں حق پہ مجتمع فرمائے۔

حضرت کا طرفین کو محبت و درد کی نگاہ سے دیکھنے سے طرفین کا اپنے مسئلے کے حل کیلئے حضرت کی طرف متوجہ ہونا:

حضرت کے طرفین سے اس درجہ تعلق کی بنا پر یہ نتیجہ ہوا کہ شوری والے حضرت کے ساتھ برابر رابطے میں رہتے اور حضرت کو بیچ میں ڈال کر مسئلہ کا حل چاہتے رہے اور حضرت نے بھی کوشش شروع کی ہوئی تھی، اُدھر پچھلے حج سنہ 1437 ھ کے تقریباً متصلاً بعد حضرت مولانا سعد صاحب بھی خود ہمارے حضرت کے پاس خاص طور سے ملنے کے لئے حضرت کی خانقاہ مکہ مکرمہ تشریف لائے اور ان کے ساتھ ان کے دونوں صاحبزادے بھی تھے اور حضرت بھی انسے ان کے آپس کے اختلافات کو ختم کرنے کی کوشش میں تھے لیکن اللہ کی طرف سے یہی ایک ہی نشست ہوئی اور مزید پیش قدمی ابھی باقی تھی کہ حضرت والا اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے، ہم اللہ سے فریاد کرتے ہیں کہ اللہ تعالی اس خلفشار وانتشار کو ختم فرمائیں اور اہل حق میں اتحاد واتفاق عطا فرمائے اور ہمارے حضرت کی تمنا پوری فرمائے۔

حضرت کا شعبہ جہاد میں بھرپور حصہ لینا

جب سے نبی اکرم رسول اعظم خاتم الانبیاء سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم دین برحق اسلام کے ساتھ اللہ تعالی کی طرف سے مبعوث ہوئے تب ہی سے تمام کفار کی یہ کوشش رہی ہے کہ اسلام کا یہ نور پھیلنے نہ پائے اور اس سلسلہ میں مختلف انداز سے انہوں نے ہمیشہ سازشیں کیں اور مختلف پلان بنائے۔

اللہ سبحانہ وتعالی کا ارشاد مبارک ہے **یریدون لیطفؤ نور اللہ بأفواھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکفرون** الصف:۸ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور (یعنی دین اسلام) کو اپنے منہ سے (پھونک مار کر) بجھادیں حالانکہ اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچا کر رہے گا، گو کافر لوگ کیسے ہی ناخوش ہوں۔

تو یہ معرکہ حق وباطل میں شروع دن ہی سے برپا ہے اور یہ سلسلہ چلتا رہے گا حتی کہ ایک دن پورے عالم کے ایک ایک گھر میں اسلام کا نور داخل ہوگا جیسا کہ حضرت خاتم النبیین الصادق المصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر ارشاد فرمایا »لا یبقی علی ظهر الأرض بیت مدر، ولا وبر إلا أدخله الله كلمة الإسلام، رواه أحمد عن المقداد بن الأسود کہ (ایک وقت آئے گا کہ) روئے زمین پر کوئی بھی پکا اور کچا گھر نہیں رہے گا الا یہ کہ اللہ اس میں دین اسلام کو داخل کردیں گے۔

کفار نے ہر زمانہ میں اس نور اسلام کو بجھانے کے لئے مختلف طریقوں سے سعی کی اور خطرناک چالیں چلیں مگر بحمد اللہ وفضلہ باحمیت وغیور مسلمانوں نے ہمیشہ ہمت وعزیمت سے ان کا مقابلہ کیا اور ان فتنوں کی سرکوبی کی، اور اسلام کی سربلندی کے لئے کسی بھی قربانی سے گریز نہ کیا۔

دین اسلام کا ایک اہم ستون جہاد ہے، قرآن پاک میں مختلف پیرایہ میں اللہ تعالی نے جہاد وقتال فی سبیل اللہ کا ذکر فرمایا، کہیں قتال فی سبیل اللہ کی شان اس کی فرضیت سے ذکر فرمائی چنانچہ سورہ بقرہ آیت نمبر 216 میں فرمایا کتب علیکم القتال وھو کرہ لکم جہاد تم پر فرض کیا گیا ہے اور وہ تم کو (طبعا) گراں (معلوم ہوتا) ہے۔

اور کہیں اس کی شان کمزور مسلمانوں کی مدد کرنے کے پیرایہ میں ذکر فرمائی، ومالکم لاتقاتلون فی سبیل اللہ والمستضعفین من الرجال والنسآء والدان النساء: ۷۵ اور تمہارے پاس کیا عذر ہے؟ کہ تم جہاد نہ کرو اللہ کی راہ میں اور کمزوروں کی خاطر سے جن میں کچھ مرد ہیں اور کچھ عورتیں ہیں اور کچھ بچے ہیں۔

اور کہیں غزوہ بدر میں اللہ کی مسلمانوں کی مدد کرنے کا ذکر فرمایا ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ فاتقوا اللہ لعلکم تشکرون۔ آل عمران: ۱۲۳ اور یہ بات محقق ہے کہ حق تعالی نے تم کو بدر میں منصور پایا (یعنی مدد فرمائی) حالانکہ تم بے سروسامان تھے۔

اور کہیں احد میں مدد کرنے کا ذکر فرمایا ثم انزل علیکم من بعد الغم امنۃ نعاسا یغشی طائفۃ منکم عمران: ۱۵۴ پھر تم پر اتارا تنگی کے بعد امن کو جو اونگھ تھی کہ ڈھانک لیا اس اونگھ نے بعض کو تم میں سے۔ (ترجمہ شیخ الہند)

اور کہیں حنین میں مدد کرنے کا ذکر فرمایا، ولقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ و یوم حنین التوبۃ: ۲۵ تم کو خدائے تعالیٰ نے (لڑائی کے) بہت موقعوں میں (کفار پر) غلبہ دیا اور حنین کے دن بھی۔

اور کہیں اس جہاد میں فرشتوں کی مدد کا ذکر فرمایا اذ تستغیثون ربکم فاستجاب لکم انی ممدکم بالف من الملئکۃ مردفین۔ انفال: ۹ اس وقت کو یاد کرو جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے پھر اللہ نے تمہاری سن لی کہ میں تم کو ایک ہزار فرشتوں سے مدد دوں گا۔

اور احادیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے بنفس نفیس غزوات میں شرکت فرمائی اور زخمی ہوئے حتی کہ جنگ احد میں ثابت ہے کہ آپ ﷺ کے دندان مبارک شہید ہوئے، بلکہ حضور ﷺ کو یہ عمل اتنا مبارک تھا کہ بخاری شریف کے باب تمنی الشہادہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے اس میں وہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوَدِدْتُ أَنِّي أُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ثُمَّ أُحْيَى، ثُمَّ أُقْتَلُ، ثُمَّ أُحْيَا، ثُمَّ أُقْتَلُ، ثُمَّ أُحْيَا، ثُمَّ أُقْتَلُ کہ اس ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں اللہ کے راستے میں یعنی جہاد میں قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں۔

تو جب جہاد، اللہ و رسول ﷺ کے نزدیک اتنا زیادہ محبوب عمل ہے کہ حضور پاک ﷺ اس میں بار بار جان دینے کو پسند فرما رہے ہیں جیسا کہ اس حدیث میں واضح نظر آ رہا ہے تو سچے عاشق رسول ﷺ سے کیسے ہو سکتا ہے کہ اس سے اس شعبہ کا عمل چھوٹ جائے۔

لیکن چونکہ بندہ فقیر خلیل اللہ اس شعبہ میں رہا نہیں اس لئے بلا واسطہ میرے پاس حضرت کی اس شعبہ میں کسی خدمت کا علم نہیں، ہاں البتہ جو حضرات اس شعبہ جہاد فی سبیل اللہ میں تعلق رکھتے ہیں وہ حضرات اس کے متعلق حضرت کی خدمات پر معلومات وافرہ ضرور رکھتے ہوں گے، تاہم پاکستان سے اس پر ایک مضمون لکھا ہوا ملا کہ

حضرت شیخ مولانا عبدالحفیظ مکی رحمۃ اللہ علیہ ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے، دین کے کسی بھی شعبے میں آپکی خدمات جلیلہ کا احاطہ کرنے کی کوشش کی جائے تو یوں لگتا ہے کہ آپ کی حیات مستعار اسی شعبہ کے لئے وقف تھی، تاہم دین اسلام کی سربلندی اور اس کے لئے کوشاں دینی قوتوں میں اتحاد واتفاق آپ کے نمایاں اوصاف میں سے تھا، سیاست سے لے کر جہاد فی سبیل اللہ تک ہر میدان میں افتراق وانتشار کی کیفیت کو ختم کرکے اتحاد ویکجہتی کی فضاء قائم کرنے کے حوالہ سے آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں، چنانچہ پاکستان اور بنگلہ دیش میں لادین عناصر کے خلاف مذہبی سیاسی جماعتوں کے بننے والے مختلف اتحادوں کا جائزہ لیں تو ہر جگہ آپ کی شخصیت نمایاں نظر آتی ہے، جبکہ میدان جہاد میں برسرپیکار مجاہدین کو آپ اپنی اولاد کی طرح سمجھتے تھے، نہ صرف ان کی سرپرستی فرماتے انہیں نیک مشورے دیتے، ان کی ضروریات پورا کرنے کے لئے اپنی تمام توانائیاں صرف کرتے، ان کے لئے دعاؤں کا اہتمام کرتے بلکہ بار بار عملی طور پر افغانستان میں مجاہدین کے اگلے مورچوں تک تشریف لے جاتے، کشمیر میں مجاہدین کے کیمپوں اور دفاتر میں تشریف لے جاکر ان کی حوصلہ افزائی فرماتے۔

دور حاضر میں احیاء جہاد کے بانی حضرت مولانا ارشاد احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ جنہیں یہ اعزاز حاصل ہے کہ افغانستان میں روسی جارحیت کے خلاف برسرپیکار افغان مجاہدین کے شانہ بشانہ لڑنے والے پہلے غیر ملکی مجاہد تھے، (27 دسمبر 1979 کو روسی افواج افغانستان میں داخل ہوئیں اور ٹھیک 50 دن بعد 15 فروری 1980 کو آپ اپنے دو ساتھیوں حضرت مولانا قاری سیف اللہ اختر شہید رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا عبدالصمد سیال صاحب کے ہمراہ افغانستان پہنچ گئے) مولانا ارشاد احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت شیخ مکی رحمہ اللہ سے

بہت گہرا تعلق تھا، حضرت ہی کے مشورے سے آپ نے حرکۃ الجہاد الاسلامی العالمی کی بنیاد رکھی اور قدم بقدم پر ان سے رہنمائی لیتے رہے۔

حضرت شیخ مکی رحمۃ اللہ علیہ عرب دنیا میں روسی جارحیت کے خلاف برسر پیکار افغان مجاہدین کے نمائندے سمجھے جاتے تھے، افغان جہاد کے قائدین مولانا نصر اللہ منصور، مولانا محمد نبی محمدی، مولانا ارسلان خان رحمانی، مولانا جلال الدین حقانی، اور دوسرے کئی نامور مجاہدین سے آپ کے گہرے مراسم تھے، حج عمرہ کے موقعہ پر یہ تمام حضرات خانقاہ میں حاضر ہوتے آپ ان کی پر تکلف دعوتیں کرتے، ائمہ حرمین اور دوسرے شیوخ سے ان کی ملاقاتیں کرواتے، اخبارات اور ٹی وی وغیرہ پر ان کے انٹرویو کرواتے اور ان کے ساتھ ہر ممکن اخلاقی و مالی تعاون کرتے۔

بانی حرکت حضرت مولانا ارشاد احمد شہید 25 جون 1985 کو افغانستان میں جام شہادت نوش فرما گئے اور مجاہدین کی قیادت قاری سیف اللہ اختر صاحب نے سنبھالی تو حضرت مکی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق اور بھی گہرا ہو گیا حضرت کی لطف و عنایات بھی بڑھ گئیں، آپ مختلف سیمناروں اور کانفرنسوں میں قاری صاحب کو اپنے ساتھ لے جاتے اور ان کا بھرپور تعارف کراتے، حرکت الجہاد الاسلامی کے جہادی کردار اور کارناموں سے لوگوں کو آگاہ کرتے، حرکت کے تیسرے امیر حضرت مولانا سعادت اللہ صاحب نے جب اس امارت سے سبکدوشی اختیار فرمائی تو کئی سال مکۃ المکرمۃ میں آپ کی صحبت میں گزارے، حضرت مکی رحمہ اللہ مولانا سے بہت محبت کرتے تھے، تین سال قبل جب مولانا سعادت اللہ صاحب پر آزمائش کا وقت آیا تو نہ صرف آپ ہر مجلس میں ان کے لئے خصوصی دعائیں کراتے بلکہ مختلف شخصیات سے ملاقاتیں کر کے ان کی بازیابی کی بھرپور کوشش کرتے رہے، حضرت کی دعاؤں اور کاوشوں سے اڑھائی سال بعد کو مولانا سعادت اللہ تو (اپنے) گھر پہنچ گئے لیکن حضرت مکی رحمۃ اللہ علیہ اس سے پہلے پردہ فرما چکے تھے، اسی جہادی تعلق اور محبت کی وجہ سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا سعادت اللہ صاحب اور مولانا عبدالصمد سیال صاحب کو اجازت وخلافت سے بھی نوازا، ان حضرات سے محبت و تعلق میں بھی جہادی عنصر ہی کارفرما تھا۔

نوّے کی دہائی کے اوائل میں جب سرخ ریچھ روس کے خلاف ایک طویل مسلح جدو جہد اپنے اختتام کے قریب تھی اور افغان جہاد کے ثمرات کو سمیٹنے کا وقت آیا تو اسلام دشمن عالمی طاقتوں کی سازشیں بھی پورے عروج پر پہنچ گئیں ایسے نازک وقت میں افغان قیادت میں اتفاق واتحاد پیدا کرنے میں آپ کی خدمات نمایاں رہیں۔

1986 میں جب مولانا فضل الرحمن خلیل نے حرکۃ المجاہدین کی بنیاد رکھی تو پاکستانی مجاہدین جو افغانستان میں دفاع پاکستان کی جنگ لڑ رہے تھے کی طاقت بھی دو حصوں میں منقسم ہونا شروع ہوئی اور یہ سلسلہ 1991 تک چلتا رہا یہ وہ زمانہ تھا جب مجاہدین افغانستان سے فارغ ہو کر تکمیل پاکستان کے معرکہ کے لئے کشمیر کی طرف رخ کر رہے تھے ایسے موقع پر مجاہدین کو ایک مرتبہ پھر ایک پرچم تلے جمع کرنا وقت کی اہم ترین ضرورت بن گیا تھا چنانچہ حضرت شیخ مکی رحمہ اللہ نے بروقت اس ضرورت کا ادراک کیا اور خود میدان میں اترے ہفتوں عشروں کے طویل مشوروں اور ملک بھر کے تمام علماء کرام سے طویل ملاقاتوں اور انتہائی مشکل اسفار کے بعد آپ دونوں جہادی تنظیموں کو حرکۃ الانصار کے نام سے متحد کرنے میں کامیاب ہوئے چنانچہ اس اتحاد کی برکت سے حرکۃ الانصار نے بہت کم وقت میں بہت نمایاں کامیابیاں حاصل کیں اور عالم کفر کی نیندیں حرام کر کے رکھ دیں تھیں، الغرض حضرت شیخ مکی رحمہ اللہ کی جہاد سے وابستگی اور جہادی خدمات ایک ضخیم کتاب کی متقاضی ہیں اس مضمون میں ان کا احاطہ ممکن نہیں ہے، مشتے از خروار حضرت کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے چند جملے لکھ دیئے ہیں اللہ تعالی حضرت شیخ مکی کی ان مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے اور تا قیامت ان کے فیض کو جاری وساری رکھے۔

(مکتوب تاریخ 8 مئی 2017 عیسوی)

قضیہ کشمیر میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات

بندہ فقیر خلیل اللہ عرض کرتا ہوں کہ میں نے حضرت کے خلیفہ اجل اور مدرس حدیث مدرسہ صولتیہ اور حضرت کے بعد "انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ" کے امیر حضرت مولانا ڈاکٹر سعید احمد عنایت اللہ سے قضیہ کشمیر کے بارے میں کچھ لکھنے کا عرض کیا تو انہوں نے لکھا کہ:

حضرت شیخ مولانا عبدالحفیظ مکی رحمۃ اللہ علیہ ایک جامع شخصیت کے مالک تھے، اور کسی شخصیت کے جامع ہونے کے لئے جو عناصر ضروری ہوتے ہیں وہ ان کے اندر بدرجہ اتم موجود تھے، وہ مسند حدیث پر شیخ الحدیث بن کر تشریف رکھتے، مسند فقہ پر ایک فقیہ بن کر، تالیف میں کامیاب مؤلف، تدریس میں کامیاب مدرس، تزکیہ اور سلوک میں کامیاب مربی تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ عوام الناس کا، اور اہل علم کا، اور پوری امت کا ان پر کیا حق ہے، وہ امت کے آلام اور امراض کو بھی خوب جانتے تھے، وہ علاقائی اور جغرافیائی اونی سوچ کی بجائے امت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو عالمگیر زاویے سے دیکھتے تھے، وہ امت کی تکلیف کو اپنی تکلیف اور امت کی راحت کو اپنی راحت سمجھتے تھے، وہ فقہاء کے اس مقولہ کو سامنے رکھتے تھے لو أن امرأة سبيت في الغرب لوجبت على أهل الشرق إنقاذها کہ اگر ایک عورت مغرب میں مظلوم ہو تو مشرق کے مسلمانوں کا شرعی فریضہ ہے کہ وہ اس کی مصیبت سے نجات کے لئے کوشاں رہیں۔

یہی وجہ تھی کہ پچھلی صدی کی آخری دہائی میں امت کو پیش آنے والے حالات میں وہ اپنی مجلس یا زاویہ ذکر ہی میں سکون سے نہیں بیٹھے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ امت کے آلام کو دور کرنے کی کوشش میں جو کچھ کر سکتے تھے انہوں نے کیا، یہی وجہ ہے کہ مختلف ممالک میں امت کے حق میں اٹھنے والی تحریکوں میں مولانا عبدالحفیظ مکی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک فعّال کردار رہا ہے، ہم چونکہ قضیہ کشمیر کے متعلق بات کر رہے ہیں اس لئے ہم دوسری تحریکوں کی بجائے قضیہ کشمیر ہی کا ذکر کرتے ہیں، بیسویں صدی کے آخری عشرہ میں جب کشمیری مسلمانوں پر ہندوستان کی طرف سے مظالم کی حد کر دی گئی اور ہندوستان کی فوج نے کشمیری نوجوانوں،

عورتوں اور ان کے بچوں پر مظالم کی انتہاء کردی تو مولانا عبدالحفیظ مکی رحمہ اللہ یہاں مکہ مکرمہ میں انتہائی بے چین ہوئے، انہوں نے یہاں مختلف شخصیات سے رابطہ کیا، ان میں سے ڈاکٹر عبداللہ عمر نصیف جو رابطہ عالم اسلامی کے سیکرٹری جنرل تھے، اسی طرح شیخ محمد عبداللہ السبیل جو حرم مکی کے امام اور امور حرمین کے رئیس عام تھے، اور اسی طرح یہاں کے دیگر اہل قلم اور اہل علم حضرات سے رابطہ کیا، پھر مولانا عبدالحفیظ مکی رحمہ اللہ نے رابطہ عالم اسلامی کے سیکریٹری جنرل ڈاکٹر عبداللہ عمر نصیف کی خدمت میں ایک درخواست پیش کی جس کا مفہوم یہ تھا کہ:

عزت مآب ڈاکٹر عبداللہ نصیف سیکریٹری جنرل رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ!

جیسا کہ آپ کو بخوبی معلوم ہے کہ کشمیری قوم نے ہندوستان سے آزادی کی خاطر محض اسلام کی بنیاد پر جہاد شروع کر رکھا ہے، اور کشمیری عوام رات دن جانی ومالی اور عزت وآبرو کی قربانیاں پیش کر رہے ہیں، لہٰذا مملکت میں مقیم کشمیری اور دیگر مسلمان چاہتے ہیں کہ وہ اپنے ان بھائیوں کے ساتھ مالی تعاون کریں، اور یوں ان کی تحریک آزادی میں شریک ہوں، اور ان کی یہ خواہش ہے کہ وہ یہ کام رابطہ عالم اسلامی کے زیر سایہ کریں، لہٰذا ہم آپ سے اس پر موافقت کے خواست گار ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم سب کو اسلام کی سر بلندی کے لئے قبول فرمائے۔

اس پر ڈاکٹر عبداللہ نصیف صاحب نے لکھ دیا کہ اس امر سے کوئی مانع نہیں ہے، میں اس بات پر موافق ہوں، مجھے کوئی اعتراض نہیں"۔

پھر مولانا عبدالحفیظ مکی رحمہ اللہ کی زیر صدارت کشمیر کمیٹی نے اپنا کام شروع کردیا، اور مکہ مکرمہ کی مختلف شخصیات اور اہل خیر حضرات اس کمیٹی میں شریک ہوئے، مکہ مکرمہ کے علاوہ مملکت کے دیگر شہروں میں بھی حضرت کی امارت میں برائے تعاون کشمیر جدوجہد ہوئی، مملکت کی مختلف سیاسی شخصیات سے میل جول، رابطے، مختلف جرائد کو انٹرویوز، اور ان کے ذریعے قضیہ کشمیر کو خوب نمایاں کیا، پھر مقبوضہ کشمیر کی طرف سے آنے والی شخصیات کو یہاں کے اکابر سے ملانا، ان کے لئے استقبالیہ کا بندوبست کرنا، کہ جس میں یہاں کے

لوگوں کی شرکت ہو، اور ایسی مجالس میں رابطہ عالم اسلامی کے ارکان، آئمہ حرمین اور بعض رجال کار امور حرمین شریک ہوسکیں، یہ تمام غیر معمولی کام حضرت کی سرپرستی میں ہوتے رہے، پھر مختلف مساجد میں چندے بھی کشمیریوں کے لئے جمع ہوئے، اور یہ امداد ذمہ دار کشمیری شخصیات، ان کے تعلیمی اداروں، اور آزاد کشمیر کی حکومت، خصوصاً مجاہد اول سردار عبدالقیوم صاحب، رابطہ عالم اسلامی کی خدمت میں پیش کی گئی، اور حضرت کی کوشش یہ رہی کہ وہ مسئلہ کشمیر کو مسئلہ فلسطین کی طرح عرب دنیا کے سامنے واضح کریں، اور دونوں کشمیری و فلسطینی عوام کی مظلومیت سے ان عرب برادران اسلام کو آگاہ کریں، اس ہدف کی خاطر آپ مختلف شخصیات سے رابطے کرتے، اور مختلف اداروں میں جا کر اس مسئلہ پر خوب محنت کرتے رہے، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک مجلس میں استاذ احمد جمال جو رابطہ عالم اسلامی کے منبر اور سعودی شوری کے رکن اور جامعہ ام القری میں اسلامی ثقافت کے معروف استاذ تھے، انہوں نے اپنی ایک شاندار تالیف انہی ایام میں جس کا عنوان تھا "فلسطین اور کشمیر دو جڑواں قضیے" جو مسلمانوں کے لئے پیدا کئے گئے ہیں ہمیں دی، بظاہر یہ حضرت ہی کی کاوشوں کا نتیجہ تھا، اور یوں اللہ تعالی نے دیگر دینی خدمات کی طرح مسئلہ کشمیر میں بھی حضرت سے علمی و مالی اور اخلاقی خدمت لی، اللہ تعالی حضرت کی ساری دینی خدمات کو قبول فرمائے اور ان کی ساری دینی خدمات کو صدقہ جاریہ بنا کر قیامت تک جاری و ساری رکھے، اور ہمیں بھی دین کی خدمت کے لئے قبول فرمائے اور ہم سب سے خوب راضی ہو جائے۔

(حضرت مولانا ڈاکٹر سعید عنایت اللہ صاحب کا کلام ختم ہوا)

بندہ خلیل اللہ عرض کرتا ہے مجھے یاد ہے کہ حضرت نے ائمہ حرم اور حکومت کے ذمہ داران سے مل کر یہ پاس کروایا تھا کہ حرمین کے خطبات جمعہ و عیدین و دعاء وتر میں کشمیر کا نام لے کر اس کے مجاہدین کے لئے دعاء کی جائے چنانچہ اس کے مطابق کافی عرصہ عمل رہا۔

فرق باطلہ کی تردید

اللہ تعالیٰ نے اور نبی کریم ﷺ نے ان مسلمانوں کے لئے جو اللہ کے اس دین اسلام کے لئے ہاتھوں سے یا زبان وقلم سے جہاد کرتے ہیں، کفار سے ہو یا اہل فرق باطلہ سے، ان کے لئے انعامات واوصاف حمیدہ ذکر فرمائے ہیں:

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗۤ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۤءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ المائدة: ۵۴

یعنی اے ایمان والو جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر جاوے تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم کو پیدا کرے گا جن سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہوگی اور ان کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی وہ مسلمانوں پر مہربان ہوں گے، کافروں پر سخت ہوں گے، اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہونگے، اور وہ لوگ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے۔

اور حدیث میں ہے:

إنه سيكون في آخرهذه الأمة قوم لم مثل أجر أولهم يأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر ويقاتلون اهل الفتن روا البيهقي في دلائل النبوة عن عبدالرحمٰن بن العلاء الحضرمي عمن سمع النبي - صلى الله عليه وسلم في باب ما جاء في الاخبارعن ملك بني العباس بن عبد المطلب۔ رضي الله عنه۔

کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ حقیقت یہ ہے کہ وہ زمانہ آنے والا ہے جب اس امت کے آخری دور میں ایک جماعت پیدا ہوگی جس کا ثواب اس امت کے ابتدائی دور

کے لوگوں (یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم) کے ثواب کی مانند ہوگا، اس جماعت کے لوگ مخلوق خدا کو (ان) اچھی باتوں کا حکم کریں گے اور بری باتوں سے روکیں گے، اور اہل فتن سے لڑیں گے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے مرقاۃ میں "اہل فتن سے لڑیں گے" کی تشریح یوں فرمائی (ويقاتلون)، أي: بأيديهم أو بألسنتهم (أهل الفتن) . أي من البغاة والخوارج والروافض، وسائر أهل البدع۔ کہ (جن کا اجر صحابہ رضی اللہ عنہم کے اجر کے مانند ہوگا) یہ وہ لوگ ہونگے کہ وہ اپنے ہاتوں اور زبانوں سے لڑیں گے (یعنی جہاد کریں گے) اہل فتن یعنی باغیوں، اور خارجیوں، اور رافضیوں اور تمام بدعتیوں کے ساتھ۔ (دیکھئے مرقاۃ کے آخر سے پانچ حدیث قبل شرح میں)

اور مظاہر حق میں (ویقاتلون) کی شرح یوں ہے کہ خواہ اسلحہ وطاقت کے ذریعے لڑیں، یا زبان وقلم کے ذریعے۔

اس آیت وحدیث مبارکہ سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ کس قدر خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی حفاظت کے لئے اہل فتن کا ہر طور پر ہر زمانہ میں مقابلہ کرتے ہیں حسب ضرورت کبھی ہاتھ سے کبھی زبان سے کبھی قلم سے، تاکہ اللہ تعالی کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھیجا ہوا دین قیامت تک اصلی حالت میں باقی رہے۔

انہی خوش بخت لوگوں میں اللہ تعالی نے ہمارے حضرت اقدس مولانا عبدالحفیظ مکی رحمہ اللہ ونور مرقدہ کو چنا، آئندہ صفحات میں آپ مختصراً دیکھیں گے کہ حضرت مکی رحمہ اللہ نے قادیانیین اور روافض اور خوارج وغیرہ اہل فتن کے خلاف کیسے کام کیا، اور ان اشخاص اور جماعتوں کے ساتھ بھرپور تعاون فرمایا جوان کے خلاف برسرپیکار تھیں۔

قادیانیت کی تردید

ہمارے حضرت کے اجل خلفاء میں سے مفتی شاہد صاحب حفظہ اللہ نے فرمایا کہ

عقیدہ ختم نبوت اسلام کے بنیادی اور اساسی عقائد میں سے ہے، چنانچہ حضرت ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی ابتداء ہی میں جب ارتداد کا فتنہ اٹھا جو کہ خیر القرون صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا زمانہ تھا، اس وقت امت اسلامیہ کا سب سے پہلا اجماع منکرین ختم نبوت کے کفر وارتداد کے مسئلہ پر ہی ہوا، اور جھوٹے نبی مسیلمہ کذاب کے خلاف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک لشکر بھیجا اور مشہور جنگ، جنگ یمامہ ہوئی خوفناک معرکہ ہوا جس میں 22 ہزار مرتدین قتل ہوئے، اور 1200 بارہ سو صحابہ کرام شہید ہوئے جس میں 700 حفاظ وقراء کرام تھے، (حضرت مفتی شاہد صاحب حفظہ اللہ کا کلام ختم ہوا)۔

بندہ فقیر خلیل اللہ عرض کرتا ہے کہ ہمارے حضرت نے بھی مسلمانوں کے اس متفق علیہ مسئلہ ختم نبوت کے عقیدہ کے تحفظ کے لئے بھی خوب کام کیا اور جھوٹے مدعی نبوت ملعون مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی جماعت کی خوب سرکوبی کی، اس بارے میں کھل کر تو بڑے حضرات ہی لکھیں گے البتہ میرا مقصد یہاں حضرت کی اس بارے میں کچھ سرگرمیوں پر روشنی ڈالنا مقصود ہے۔

اور چونکہ حضرت والا نے حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر ان کی دینی خدمات تحریر فرمائی ہیں جو مجھے ان کے ذاتی کاغذات سے ملی ہے اور ان دینی خدمات کے تحت اس رد قادیانیت پر بھی تحریر موجود ہے لہٰذا میں حضرت ہی کی زبانی حضرت کی قادیانیت کی سرکوبی کے لئے ثابت شدہ جدوجہد مختصراً ذکر کرتا ہوں:

حضرت نے فرمایا کہ قادیانیوں کا دستور تھا کہ ہر دسمبر کے آخر میں سالانہ انٹرنیشنل اجتماع چناب نگر (ربوہ) میں کراتے تھے لیکن جب 1983 میں مرحوم صدر ضیاء الحق نے امتناع قادیانیت آرڈیننس نافذ کیا تو اس کے نتیجہ میں مرزا طاہر قادیانیوں کا سربراہ چھپ کر لندن بھاگ گیا اور قادیانی اس سال اس آرڈیننس کی بناء پر وہ سالانہ انٹرنیشنل اجتماع چناب نگر (ربوہ) میں بھی نہ کرا سکے۔

''انٹرنیشنل ختم نبوت مشن'' کی بنیاد:

ہمارے حضرت والا نے اسی تحریر میں فرمایا کہ ایک رات سفیر ختم نبوت حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی اور حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمہا اللہ ہمارے ہاں مکہ مکرمہ میں مہمان تھے حضرت چنیوٹی نے فرمایا کہ قادیان میں جب تک مرزائیوں کا مرکز تھا تو ہمارے اکابر وہاں جا کر ان کی کانفرنس کے دنوں میں ہی ختم نبوت کانفرنس کیا کرتے تھے، اور جب انہوں نے چناب نگر (ربوہ) کو رسمی طور پر اپنا مرکز بنالیا تو ہم نے بحمد اللہ چنیوٹ میں ختم نبوت کانفرنس ان کے سالانہ اجتماع کے مقابلہ میں منعقد کی اور اب چونکہ مرزا طاہر نے پاکستان سے بھاگ کر عملاً اپنا مرکز لندن بنالیا ہے لہٰذا ہمیں بھی لندن میں ختم نبوت کانفرنس کرنی چاہیے، حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمہ اللہ نے پر جوش تائید فرمائی اور اس کانفرنس کو انٹرنیشنل سطح پر کرنے کا فرمایا اور باقی موجود حضرات نے بھی تائید فرمائی، چنانچہ اسی رات باہم مشورہ سے ''انٹرنیشنل ختم نبوت مشن'' کی بنیاد ڈالی گئی اور راقم السطور (ہمارے حضرت مولانا عبدالحفیظ رحمہ اللہ) کو ان حضرات نے بہ اصرار اس کا مرکزی صدر اور حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمہ اللہ کو مرکزی جنرل سیکٹری اور حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمہ اللہ کو نائب صدر اور دیگر عہدے دوسرے حضرات کو دیئے گئے۔

پھر لندن میں اس انٹرنیشنل ختم نبوت کانفرنس سے متعلق تمام مراحل طے کرنا اور ذمہ داریاں تقسیم کرنا میرے (یعنی ہمارے حضرت والا کے) ذمہ لگایا گیا اور الحمد للہ اگست 1985ء میں یہ کانفرنس ویمبلے ہال میں منعقد کرنے کے لئے طے ہوئی، جبکہ قادیانیوں نے غالباً اپنی کانفرنس اپریل 1985ء میں کروائی تھی اور ہماری انٹرنیشنل ختم نبوت کانفرنس الحمد للہ طے شدہ پروگرام کے مطابق منعقد ہوئی۔

اور الحمد للہ اس کانفرنس کے لئے ویمبلے ہال میں بیٹھنے کے لئے کرسیاں تقریباً چار ہزار تھیں اور حاضری ماشاء اللہ بی بی سی لندن کی رپورٹ کے مطابق ساڑھے سات ہزار افراد سے زیادہ تھی آدھے کے قریب لوگوں نے کھڑے کھڑے کانفرنس میں شرکت کی، اور

اس کانفرنس میں دنیا بھر کے مسلمانوں نے شرکت کی۔

''انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ'' کی بنیاد:

پھر اس کانفرنس کے بعد ضرورت اس بات کی تھی کہ باقاعدہ ایک جماعت منظم کر کے منصوبہ بندی سے عالمی طور پر ختم نبوت کے کام کے ساتھ ساتھ ردفتن وفرق باطلہ کیلئے بھی کام ہو، اوراس کی سخت ضرورت بیان کی گئی، اور یہ تقاضا اہل برطانیہ کی طرف سے خصوصاً پرزور طریقے پر اٹھایا گیا، لہٰذا اس بناء پر مختلف علماء سے ملاقاتیں شروع ہوئیں ہر ایک نے بلا استثناء اس عظیم مقصد کیلئے باقاعدہ تنظیم بنا کر کام کرنے پر زور دیا، چنانچہ اس دینی تقاضے کو پورا کرتے ہوئے 14 اگست 1995ء میں ایک پریس کانفرنس میں ''انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ'' کا باقاعدہ اعلان کردیا گیا اور یہ کہ اس کا مرکزی دفتر لندن میں ہوگا اور شاخیں دنیا کے مختلف ممالک میں ہوں گی۔

الحمدللہ اس وقت یہ تنظیم ان چھ سالوں (یعنی 1995 سے 2001 تک) میں دنیا کے مختلف ممالک میں کام شروع کرچکی ہے، ہانگ کانگ، مغربی افریقہ، ٹوکیو، جرمنی، برطانیہ وغیرہ ملکوں میں باقاعدہ رجسٹرڈ ہوچکی ہے، یورپ کے مختلف ممالک بلجیم، پرتگال، سپین، ناروے، ڈنمارک، جرمنی، فرانس وغیرہ ممالک میں ختم نبوت کانفرنسیں ہوچکی ہیں، (جامع شریعت وطریقت ہمارے حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی رحمہ اللہ کا کلام ختم ہوا)۔

تنبیہ:

''انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ'' کے بانی اور صدر حضرت ہی تھے جیسا کہ ساری دنیا جانتی ہے، لیکن حضرت نے تواضعاً اس کا تذکرہ نہیں کیا، اور حضرت کی وفات کے بعد جماعت کے امیر حضرت مولانا ڈاکٹر سعید احمد عنایت اللہ ہیں جو کہ ہمارے حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی رحمہ اللہ کے خلیفہ مجاز اور مدرسہ صولتیہ کے مدرس بھی ہیں، اور نائب امیر حضرت کے فرزند کبیر مدرس حدیث مدرسہ صولتیہ حضرت مولانا حافظ شیخ عبدالرؤف مکی خلیفہ مجاز حضرت مولانا طلحہ بن حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ ہیں، اللہ سب کی حفاظت فرمائے۔

فتح مباہلہ کانفرنس:

حضرت مفتی شاہد محمود حفظہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے قادیانیوں کے سربراہ مرزا بشیر الدین کو 26 فروری سنہ 1963 عیسوی کو چنیوٹ میں مباہلہ کا چیلنج کیا تھا کہ ہم سے اس مسئلہ ختم نبوت پر مباہلہ کرو لیکن اس نے اس سے راہ فرار اختیار کی تھی اور مباہلہ کے لئے نہیں آیا تھا، اسی بناء پر اب ہر سال 26 فروری کو عرصہ 55 سالوں سے چنیوٹ میں یہ فتح مباہلہ کانفرنس منعقد کی جاتی ہے، اور ہمارے حضرت مکی رحمہ اللہ ہر سال اس کانفرنس میں اہتمام سے شرکت فرماتے تھے بعض دفعہ تو سعودیہ سے، اور اگر کسی دوسرے ملک میں ہوتے تو وہاں سے صرف اس کانفرنس کے لئے لمبا سفر کرتے تھے، سوائے چند ایک دفعہ کے، حضرت نے کبھی ناغہ نہیں فرمایا تھا، حضرت مولانا چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد ان کے ہونہار جانشین مولانا الیاس چنیوٹی ممبر پنجاب اسمبلی اپنے برادران کیساتھ مل کر پابندی کے ساتھ اس کا انعقاد فرماتے ہیں، اور انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کا میڈیا سیل پابندی کیساتھ پوری دنیا میں اس کو نشر بھی کرتا ہے۔

7 ستمبر چناب نگر کانفرنس:

پاکستان کی پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر قادیانیوں کو کافر قرار دیا تو اسکی یاد میں ہر سال چناب نگر میں کانفرنس منعقد ہوتی ہے جس میں مسلمانوں کو یاددہانی کروائی جاتی ہے کہ تمہارا کام ختم نہیں ہوا اس کام کو لے کر چلنا ہے، اور عوام کی آگاہی کے لئے کہ وہ ان سے ہوشیار رہیں ادھر قادیانیوں کو اس سے دعوت اسلام دی جاتی ہے کہ سچے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رداء محبت میں آجائیں۔ اس کانفرنس میں بھی حضرت پابندی سے شریک ہوتے اور لمبے لمبے سفر کر کے یہاں کانفرنس میں پہنچتے۔ اس کانفرنس میں بھی پورے پاکستان کی جماعتوں کے سربراہان مشائخ علماء شریک ہوتے رہتے ہیں، اور بیرون ملک ساؤتھ افریقہ، بنگلادیش، سعودی عرب اور کویت کے علماء شریک ہوتے ہیں، اس کانفرنس کے روح رواں حضرت چنیوٹی کے شاگرد محترم جناب قاری شبیر احمد عثمانی حفظہ اللہ ہیں جو کہ "انٹرنیشنل ختم نبوت

موومنٹ پاکستان'' کے نائب امیر ہیں۔اس کانفرنس کو بھی جماعت کا میڈیا سیل براہ راست نشر کرتا ہے۔

قادیانیوں کے خلاف سرگرمیوں کی وجہ سے حضرت پر برطانیہ میں داخلے پر پابندی:

خلیل اللہ عرض کرتا ہے کہ ایک دفعہ کافی سال پہلے کا واقعہ ہے (سنہ سال و تاریخ مجھے یاد نہیں) کہ حضرت رات کو برطانیہ کے سفر پر تشریف لے گئے میں حسب معمول صبح کو خانقاہ میں ذکر کے لئے آیا تو دیکھا کہ حضرت بھی ذکر کے لئے آ گئے، میں حیران ہو گیا کہ حضرت تو رات کو برطانیہ گئے تھے یہ واپس کیوں آ گئے؟ بعد میں پتہ چلا کہ برطانیہ کے جدہ سفارت خانہ کے قونصل جنرل نے جدہ ائرپورٹ پر جا کر حضرت سے حضرت کا پاسپورٹ لے کر حضرت کا برطانیہ کا ویزا جو خود انہوں نے جاری کیا تھا منسوخ کر دیا حالانکہ حضرت کی اسی وقت برطانیہ کی فلائٹ تھی، اور وجہ اس کی ظاہر ہے کہ چونکہ اس برطانیہ کے انگریزوں نے ہی اپنی حکومت اور ساکھ کو بچانے کے لئے اس فرقہ باطلہ قادیانیت کو مسلمانوں کے اہم شعبہ ''جہاد فی سبیل اللہ'' کو ختم کرنے کے لئے پیدا کیا تھا اور حضرت کے ویزے کے منسوخ کرنے کے وقت ان قادیانیوں کے سرداران، پاکستان سے بھاگ کر وہیں برطانیہ میں ہی پناہ لئے ہوئے تھے (اور اس وقت بھی ہیں) تو اس وجہ سے ان قادیانیوں نے اپنے فرقہ باطلہ کو بچانے کے لئے برطانیہ حکومت سے حضرت کا ویزا منسوخ کروایا اور حضرت کی برطانیہ میں داخلے پر پابندی لگوائی، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت والا قادیانیوں کے خلاف کس قدر سرگرم تھے، اور اللہ نے ان سے اس لائن میں بھی کتنا کام لیا، اللہ ہمیں بھی مزید قبول فرمائے اور ہم سے بھی بڑے بڑے کام لے لے اور راضی ضرور ہو جائے۔

حضرت کا عقیدہ ختم نبوت پر مجھ فقیر سے چالیس احادیث کی تخریج کروانا اور اس کی برکت کا ظہور:

میری روٹین ہے کہ میں حضرت کی خانقاہ میں شام کی تحفیظ کو تو پورا سال چلاتا رہتا

ہوں لیکن شعبان اور رمضان میں صبح کی درس وتدریس اور تصنیف بند کردیتا ہوں اور کوشش ہوتی ہے ایک قرآن مجید شعبان میں کسی کو سنادوں تاکہ خانقاہ میں رمضان کے پہلے عشرے میں قرآن مکمل سننے سنانے کی تیاری ہوجائے، حسب معمول میں نے قرآن مجید کی تیاری شروع کی لیکن چونکہ حضرت کو ردقادیانیت کی بھی خوب فکر رہتی تھی ایک دفعہ غالباً تین سال پہلے کی بات ہے کہ حضرت نے عقیدہ ختم نبوت کی چالیس حدیثیں مجھے دیں اور فرمایا کہ قاری صاحب ان کی تخریج کردیں اور اس وقت کمپیوٹر میں مکتبہ شاملہ کے پروگرام تخریج احادیث کا مجھے علم نہیں تھا اس لئے حدیث کا ایک ایک لفظ کمپیوٹر میں ڈال کر میں حدیث تلاش کرتا پھر جب حدیث ملتی تو وہ کبھی ضعیف ہوتی تو اس کی ایسی سند تلاش کرتا جو مضبوط ہو، تاکہ عقائد میں لکھی جاسکے، اس طرح اس میں دیر ہوتی گئی کیونکہ تحفیظ وخانقاہ کی ذمہ داری تو چل ہی رہی تھی، اس طرح قرآن مجید کی تیاری نہ ہوسکی اور رمضان آگیا اور رمضان میں میں نے جو تراویح میں سنا ہوتا تھا اس کی تیاری بھی کرتا اور تحفیظ وخانقاہ کی ذمہ داری بھی نبھاتا، اور شعبان والے قرآن مجید جس کے آخری پارے باقی تھے اس میں سے بھی کچھ یاد کرتا اور اس چہل حدیث کی تخریج کا کام بھی کرتا، اس طرح یہ تخریج کا کام کھنچتے کھنچتے رمضان کے دوسرے عشرے کے شروع میں یا پہلے عشرے کے آخر میں مکمل ہوا، میں نے احادیث کی تخریج مکمل کر کے حضرت کو دی حضرت خوش ہوئے اور دعائیں دیں جس کی برکت سے میں نے اور ہمارے ساتھی استاد مولانا احمد بن نواز صاحب نے ملکر پانچ پانچ پارے کر کے تیسرے عشرے کے شروع میں تین دن میں خانقاہ کے اندر تراویح میں مکمل قرآن مجید سنایا، اور ظاہری سبب یہ ہوا کہ میرے شعبان والے قرآن مجید کے آخری پاروں کی تیاری اس رمضان کے دوسرے عشرے میں مکمل ہوئی اس طرح یہ آخری پارے تازہ تازہ پکے کئے ہوئے تھے اور شروع والے پارے شعبان میں پکے کئے ہوئے تھے اور رمضان میں دو دفعہ پہلے اور دوسرے عشرے کی تراویح کے دو قرآنوں میں سن کر اور بھی پکے ہوگئے تھے اس طرح ہماری تھوڑی سی محنت سے پانچ پانچ پارے کر کے ہر روز میں دس پارے سنانا حضرت کے کام کی برکت سے آسان ہوگیا اور اللہ کے فضل سے ہم نے

تین دن میں قرآن مجید سنالیا، اور مزید اس بات کی پختگی آئی کہ بزرگوں کے کام کرنے میں اللہ کی بڑی رحمت اور نصرت نازل ہوتی ہے اور دنیا وآخرت بنتی ہے، اللہ مزید توفیق دے۔

جرمنی سے پرتگال کا سفر:

حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمہ اللہ کو اطلاع ملی کہ پرتگال میں قادیانی مربی نے دو خاندانوں کو مرتد بنادیا۔ مشورہ کے بعد ایک بڑی گاڑی کرایہ پر لے کر حضرت مولانا شیخ عبدالحفیظ مکی رحمۃ اللہ علیہ کی امارت میں سفر شروع کیا۔ شریک سفر تھے حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ، حضرت علامہ خالد محمودؒ، حضرت مولانا قاری طیب عباسی، حکیم ظفر محمود صاحب، حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب اور گاڑی کے ڈرائیو کرنے والے حضرت مکیؒ کی اہلیہ مرحومہ کے بھانجے برادرم خواجہ فرقان حفظہ اللہ، جنہوں نے مسلسل ۵٦ گھنٹے گاڑی چلائی اور جرمنی، فرانس، اسپین عبور کرکے پرتگال جمعہ کے وقت پہنچ کر حضرات نے جمعہ پڑھایا اور دونوں خاندانوں کو دوبارہ داخل اسلام کیا اور قادیانی مربی وہاں سے بھاگ گیا۔ واپسی میں اسپین کی تاریخی قرطبہ مسجد میں رو رو کر دعائیں کیں۔ یہ تاریخی سفر تھا جس میں ختم نبوت کی برکات کا ظہور ہوا۔ راوی برادرم خواجہ فرقان حفظہ اللہ (اضافہ مفتی شاہد محمود

ہانگ کانگ میں ایک اہم کانفرنس:

اوپر حضرت کے کلام میں یہ گزرا کہ یورپ کے مختلف ممالک بلجیم، پرتگال، سپین، ناروے، ڈنمارک، جرمنی، جنوبی افریقہ، فرانس وغیرہ ممالک میں ختم نبوت کانفرنسیں ہو چکی ہیں (یعنی حضرت کی تحریک "انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ" کی برکت سے)۔

حضرت مفتی شاہد محمود حفظہ اللہ نے بتایا کہ اسی سلسلے کی ایک یادگار کانفرنس حضرت اور حضرت کے ساتھیوں کی برکت سے ہانگ کانگ میں بھی ہوئی اس میں شؤون الحرمین کے رئیس اور امام حرم مکی شیخ عبدالرحمن السدیس بھی شریک ہوئے، اور اس کانفرنس کے روح رواں ہانگ کانگ کی جماعت کے ذمہ دار مولانا محمد طیب صاحب تھے، اور ماشاء اللہ ابھی تک وہاں سرگرم عمل ہیں۔

انڈونیشیا میں قادیانیوں کی سرکوبی:

مزید حضرت مفتی شاہد محمود صاحب حفظہ اللہ نے بتایا ایک دفعہ قادیانیوں نے یہ پروپیگنڈہ کیا کہ مرزا طاہر نے انڈونیشیا کے پارلیمنٹ میں خطاب کیا ہے یعنی انڈونیشیا حکومت قادیانیوں کے ساتھ ہے، اس پر ایک پاکستانی نوجوان نے حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمہ اللہ کو خط لکھا، اس سلسلے میں حضرت چنیوٹی رحمہ اللہ تعالی نے حضرت مکی رحمہ اللہ کے ساتھ ملکر رابطہ عالم الاسلامی کے جنرل سیکریٹری سے ملاقات کی، اور وہاں کے حضرات کو فکرمند کیا، پھر حضرت مکی رحمہ اللہ کی قیادت میں ایک وفد (جس میں حضرت مکی رحمہ اللہ حضرت چنیوٹی رحمہ اللہ حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب رحمہ اللہ حضرت مولانا الیاس چنیوٹی صاحب تھے) نے انڈونیشیا کا تفصیلی دورہ کیا جس کے نتیجے میں الحمدللہ ان کے مراکز پر پابندی لگی اور پارلیمنٹ میں (پاکستان کی پارلیمنٹ کی طرح) غیر مسلم قرار دیا گیا (حضرت مفتی شاہد محمود حفظہ اللہ کا کلام ختم ہوا)۔

بندہ فقیر خلیل اللہ عرض کرتا ہے کہ سفیر ختم نبوت حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی کے چھوٹے فرزند رشید مولانا بدر عالم حفظہ اللہ نے بتایا کہ حضرت مکی صاحب کی زیر سرپرستی میں حضرت مولانا چنیوٹی اور ان کے فرزند کبیر مولانا محمد الیاس چنیوٹی ودیگر حضرات نے سنہ 2001 میں ''انڈونیشیا'' کا دورہ کیا پھر خبر آئی کہ اس مسلم ملک نے قادیانیوں کی مذموم سرگرمیوں کا نوٹس لیتے ہوئے ان پر پابندی لگادی، اور املاک بحق سرکار ضبط کرلیں، ورنہ مرزا طاہر اس وقت کا قادیانیوں کا سربراہ کہتا تھا کہ کچھ وقت تک یہ ملک ''انڈونیشیا'' احمدیہ ریاست بن جائے گی، مولانا بدر عالم حفظہ اللہ کا کلام ختم ہوا۔

ختم نبوت کانفرنس کیپ ٹاؤن ساؤتھ افریقہ سنہ 2009 عیسوی:

پھر اسی سلسلہ کی دوسری اہم کانفرنس کیپ ٹاؤن ساؤتھ افریقہ میں ''مسلم جوڈیشل کونسل ساؤتھ افریقہ'' اور ''انٹرنیشنل ختم نبوت مومنٹ'' کے اشتراک سے منعقد کی گئی، جس کی کامیابی کے لئے حضرت مکی رحمہ اللہ نے انتھک کوشش اور محنت کی، اخراجات کی مکمل رقم

کا بندوبست کیا اور سعودی عرب، پاکستان، ہندوستان اور یورپی دنیا سے علماء کرام کو دعوت دی تا کہ آنے والے حضرات اس محنت کو لے کر پوری دنیا میں قادیانیوں کے مکروفریب اور مغالطات کا پردہ چاک کریں۔

ختم نبوت کانفرنس کیپ ٹاؤن سنہ 2013:

ختم نبوت کی ایک اور کانفرنس کیپ ٹاؤن میں 2013 میں منعقد کی گئی لیکن اس ختم نبوت کانفرنس کے ساتھ ساتھ مندرجہ ذیل دیگر متعدد امور کو بھی مدنظر رکھا گیا۔

نمبر (1) رد رافضیت:

رد رافضیت کو مدنظر رکھنے کی وجہ یہ بنی کہ افریقہ اور خصوصا ساؤتھ افریقہ سے ایرانی حکومت اپنے مذموم مقاصد کے لئے وہاں کے معصوم اور خالی ذہن بچوں کو مفت اپنے خرچ پر ایران "قم" وغیرہ لے جارہے تھے، اور ان کے اذہان میں سنی آبادی اور سنی افکار حقہ کی نفرت کے بیج بو رہے تھے اور اس کے اثرات افریقہ کے مختلف حصوں میں ظاہر ہو رہے تھے۔

نمبر (2) قادیانیوں کے خلاف غیر مسلم عدالت کے فیصلے کی تشہیر:

ختم نبوت کانفرنس کو کیپ ٹاؤن میں رکھنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ کافی عرصہ پہلے سنہ 1982 عیسوی میں قادیانیوں نے شرانگیزی کی اور اپنی میت کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا تو مسلمانوں نے مقامی عدالت میں مقدمہ درج کرایا، اور وہاں کی مسلم تنظیموں نے معاونت کے لئے پاکستان اور سعودی عرب رابطہ عالم اسلامی کو خط لکھا اور اس وقت جنرل ضیاء الحق شہید کی حکومت تھی اور ان کے وزیر مذہبی امور راجہ ظفر الحق تھے جو رد قادیانیت میں ماہر تھے، ان کے ساتھ ایک وفد آیا جس میں مولانا منظور احمد چنیوٹی، مولانا تقی عثمانی مدظلہ، مولانا عبدالرحیم اشعر، مفتی زین العابدین، جسٹس افضل چیمہ وغیرہ حضرات شامل تھے، تو اللہ کے فضل وکرم اور ان حضرات اور دیگر مسلمانوں کی مدد سے فیصلہ قادیانیوں کے خلاف ہوا، اور چونکہ اس کانفرنس میں پوری دنیا کے علماء کرام کو مدعو کیا گیا تھا

اس طرح پوری دنیا میں اسکی خوب تشہیر ہوئی کہ ایک غیر مسلم عدالت نے بھی ان کے خلاف فیصلہ دیا۔

نمبر (3) دوسری جگہوں میں کام کی آسانی:

مزید اس جگہ ساؤتھ افریقہ کانفرنس رکھنے کی وجہ یہ بھی تھی کہ اس سے سنٹرل افریقہ مغرب افریقہ تک ختم نبوت کا کام کرنا آسان ہوگیا۔

پھر کیپ ٹاؤن کے متصل بعد لینیشیا، ڈربن، جوہانسبرگ، میں بھی کانفرنسیں ہوئیں، اوران تمام کانفرنسوں میں ہماری حضرت جی اوران کے تمام شرکاء نے شرکت کی۔

ختم نبوت کانفرنس سرگودھا:

یہ بھی بہت اہم کانفرنس ہے جو ہر سال سرگودھا میں ہوتی ہے کیونکہ قادیانیوں کے گڑھ چناب نگر کے گردونواح میں جو شہر ہیں ان میں قادیانیوں سے متاثر افراد یاان کے پروپیگنڈہ سے متاثر افراد زیادہ ہوتے ہیں سرگودھا بھی چناب نگر کے قریب ہے اس کانفرنس میں بڑے پیمانے پر مختلف شہروں سے لوگ شریک ہوتے ہیں۔اس کانفرنس میں بھی حضرت مکیؒ پابندی سے شریک ہوتے رہے تھے اس کانفرنس کے روح رواں حضرت قاری احمد علی ندیم حفظہ اللہ ہیں جو حضرت چنیوٹیؒ کے شاگرد اور حضرت مکیؒ کے مرید تھے اور اب وہ حضرت مکی کے خلف رشید مولانا شیخ عمر مکی مدظلہ کے خلیفہ بھی ہیں، اس کانفرنس کو بھی جماعت کا میڈیا سیل پوری دنیا میں براہ راست نشر کرتا ہے۔

ختم نبوت کانفرنس ایوان اقبال لاہور سنہ 2008 عیسوی:

حضرت مفتی شاہد محمود صاحب حفظہ اللہ نے بتایا 26 مئی سنہ 1908 کو قادیانی فرقہ کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی کا انتقال ہوا تھا اس لحاظ سے قادیانی گروہ سو سال پورے ہونے پر دنیا کے مختلف حصوں میں تقریبات کررہا تھا اور اپنی مزعومہ کامیابیوں کا ڈھنڈورا پیٹنے میں مصروف تھا، ان کے اس دجل کو دنیاء اسلام کے سامنے لانے کے لئے حضرت مکی رحمہ اللہ نے فکر کی اور اپنے جماعتی احباب کے مشوروں کے بعد دنیا کے مختلف

حصوں میں کانفرنسیں منعقد کرنے کا فیصلہ کیا، انہی میں سے ایک کانفرنس 2008 کو ایوان اقبال لاہور میں بعنوان فتح مباہلہ کانفرنس کا فیصلہ کیا گیا حضرت چنیوٹی رحمہ اللہ کی بھی یہ تمنا تھی کہ یہ کانفرنس بھرپور ہو۔ اس لئے اس کانفرنس کو چنیوٹ کی بجائے لاہور میں رکھا جائے تاکہ عالمی میڈیا اس طرف متوجہ ہو۔

چنانچہ اس تحفظ ختم نبوت کانفرنس میں ہر طبقہ اہل سنت کے علماء جمع تھے اور تمام جماعتوں کو بیانات کا مستقل وقت دیا گیا، اس کانفرنس سے پوری دنیا میں بہت دور رس نتائج مرتب ہوئے کام کی کئی نئی راہیں کھلیں۔

اس کے بعد یہ کانفرنس مستقل ہر سال ایوان اقبال میں ہو رہی ہے اس میں بھی حضرت مکیؒ پابندی سے اہتمام سے شریک ہوتے اور ایک دو دن پہلے تشریف لے آتے اس کانفرنس میں مختلف نشستوں میں بڑے مشائخ وقت علماء کرام میں سے حضرت حافظ صغیر احمد صاحب دامت برکاتہم خلیفہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ، حضرت مولانا پیر محمد عزیز الرحمن ہزاروی دامت برکاتہم خلیفہ مجاز حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ، حضرت مولانا ناصر الدین خاکوانی دامت برکاتھم نائب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، مجلس تحفظ ختم نبوت مجلس احرار اسلام کے نائب امیر حضرت مولانا سید کفیل شاہ بخاریؒ دامت برکاتھم، حضرت مولانا محمد احمد لدھیانوی دامت برکاتھم امیر جماعت اہل سنت والجماعت، حضرت مولانا پیر سیف اللہ خالدؒ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتھم مہتمم وشیخ الحدیث جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک، حضرت مولانا محمد الیاس گھمن دامت برکاتھم امیر عالمی مرکز اہل سنت، حضرت مولانا امجد خان ڈپٹی جنرل سیکٹری جمعیت علماء اسلام، پاکستان کے سابق صدر محترم جناب جسٹس محمد رفیق تارڑ صاحب، چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ جناب محمد شریف صاحب، محترم جناب جسٹس نذیر احمد صاحب، ساؤتھ افریقہ سے حضرت مولانا جنید ھاشم دامت برکاتھم، بنگلادیش سے حضرت مفتی شعیب دامت برکاتھم، اور حضرت مولانا بلال صاحب، سعودیہ سے محترم مولانا عبدالوحید صاحب دامت برکاتھم، مولانا احمد مدنی دامت برکاتھم، مولانا عدنان مکی صاحب دامت برکاتھم، برادر محترم الحاج حافظ

عبدالصمد ملک صاحب، محترم الحاج ملک محمد مکی صاحب، محترم مولانا ملک عامر مکی صاحب وغیرہ تشریف لاتے۔

اس کانفرنس کے روح رواں حضرت مولانا قاری رفیق وجھوی جو کہ حضرت چنیوٹی رحمہ اللہ کے شاگرد، اور حضرت نفیس الحسینی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز پھر حضرت مکی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے بھی مجاز وخلیفہ ہیں۔

ختم نبوت کانفرنس نشتر ہال پشاور خیبر پختونخواہ اور ختم نبوت کے متعدد کورسز کا قیام:

صوبہ خیبر پختونخواہ کے مختلف احباب حضرت مکی رحمہ اللہ کو اس صوبہ میں ختم نبوت کے کام کی ضرورت کے بارے میں آگاہ کرتے رہتے تھے اور قادیانیوں کی ریشہ دوانیوں سے بھی آگاہ کرتے رہتے تھے، حضرت شیخ عبدالحفیظ مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تربیت یافتہ محبوب خلیفہ محترم جناب پیر شکیل اختر صاحب کو ایک خصوصی حکم کے ذریعے خیبر پختونخواہ کا امیر اور ذمہ دار بنایا اور انکو خصوصی ہدایات دیں، بھائی شکیل اختر صاحب نے اس کام کے لئے رجال کار تیار کرنے کے لئے ختم نبوت کورسز کے مختلف شہروں میں پروگرام مرتب کئے۔

اس سلسلے کا پہلا پروگرام صوبائی دارالحکومت پشاور میں رکھا اور کورسز کروانے کے لئے حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ کے مایہ ناز شاگرد حضرت مولانا مشتاق احمدؒ (جو کہ بعد میں 2016 میں احرام کی حالت میں مکہ میں انتقال فرما گئے اور جنت المعلیٰ میں ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ کے قدموں میں جا کر آرام فرما گئے) کا حضرت مکیؒ کے مشورہ سے انتخاب کیا گیا۔ حضرت مولانا مشتاق احمد چنیوٹی کے اخلاص اور حضرت مکی کی دعاؤں اور برادرم پیر شکیل اختر کی فکر سے اس ابتدائی کورس سے ایسے ساتھی ملے جنھوں نے پورے صوبے میں بھرپور کام کئے اور کر رہے ہیں۔

دوسرا اہم کورس اکوڑہ خٹک میں:

اکوڑہ خٹک کی ایک مسجد میں ہوا جس میں تقریباً 150 مرد 80 خواتین شریک تھیں۔ اختتام کورس پر وہاں کے حضرات کا شدت سے تقاضا ہوا کہ اسناد کی تقسیم کے موقع پر حضرت مکی رحمۃ اللہ علیہ کو بلایا جائے اور ایک خصوصی پروگرام رکھا جائے چنانچہ یہ پروگرام رکھا گیا جس میں حضرت ڈاکٹر مولانا شیر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک تشریف لائے حضرت مولانا سمیع الحق رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اکبر مولانا حامد الحق صاحب نے اپنے والد محترم کی نمائندگی کی۔

تیسرا اہم کورس پشاور میں:

پشاور کی تاریخی مسجد مسجد الدرویش جامعہ امداد العلوم میں ہوا جس کے شیخ الحدیث حضرت مولانا حسن جان شہید رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے مہتمم حضرت فقیر محمد پشاوری نور اللہ مرقدہ خلیفہ حضرت تھانوی نور اللہ کے فرزندان تھے جن میں حاجی عبد الودود شہید حضرت مکی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے۔

چوتھا اور پانچواں کورس:

چوتھا کورس ضلع ہزارہ کے مرکزی شہر ایبٹ آباد میں ہوا، پانچواں کورس صوبہ کے اہم شہر ڈیرہ اسماعیل خان میں ہوا۔ حضرت مولانا مشتاق چنیوٹی کی وفات کے بعد ان کے تیار کردہ شاگرد مولانا بلال صاحب نے پورا سال مختلف شہروں میں کورس کروانا شروع کیے محترم پیر شکیل اختر حفظہ اللہ نے خیبر پختونخواہ کے بڑے بڑے شہروں میں تاریخی کانفرنسیں کروائیں اور تقریباً ہر کانفرنس میں حضرت مکیؒ نے شرکت کی۔ حضرتؒ کے مشورہ سے صوبائی دار الحکومت پشاور کے نشتر ہال میں مستقل سالانہ کانفرنس طے ہوگئی جو کہ الحمد للہ بہت آب و تاب سے ہر سال ہوتی ہے اور پورے صوبہ اور دیگر صوبوں سے کارکنان اور علماء شرکت کرتے ہیں اور حکومتی حلقہ سے بھی کافی حضرات شریک ہوتے ہیں حضرت مکی رحمۃ اللہ علیہ وفات تک اہتمام سے اسمیں شرکت فرماتے رہے اس سال 23 جولائی 2017ء پہلا سال ہوگا

جس میں حضرتؒ کے جانشین شرکت کریں گے، اس کانفرنس میں بھی اندرون اور بیرون ملک سے بڑے بڑے علماء کرام شرکت کرتے رہے اور ان شاء اللہ کرتے رہیں گے۔ اس صوبہ میں الحمدللہ انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کا انتہائی منظم مرتب کام ہے اس کی تفصیل کیلئے ایک کتاب کی ضرورت ہے۔

انٹرنیشنل ختم نبوت اکیڈمی (فیصل آباد):

انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے مرکزی نائب امیر خطیب پاکستان حضرت مولانا ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ پاکستان کے ممتاز خطیبوں میں سے تھے جنہوں نے قادیانیت کے تعاقب میں حضرت سفیر ختم نبوت حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ عبدالحفیظ مکی رحمۃ اللہ علیہ کے شانہ بشانہ متعدد بار یورپ، افریقہ کے تبلیغی سفر کئے اور کانفرنسوں میں لوگوں کے ایمانوں کو گرمایا ان کی قائم کردہ اکیڈمی جس کی بنیاد حضرت مکیؒ نے رکھی تھی اس اکیڈمی کے پروگراموں میں حضرت مکی رحمۃ اللہ علیہ پابندی سے ہر سال شریک ہوتے اور سال میں جب فیصل آباد آمد ہوتی تو ختم نبوت پر جمعہ بھی پڑھاتے، ان کے انتقال کے بعد ان کے جانشین صاحبزادہ مولانا زاہد محمود قاسمی مدظلہ جنرل سیکرٹری انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ پاکستان کے سالانہ ختم نبوت کانفرنس میں پابندی سے شریک ہوتے اور بعض دفعہ سال میں دو دفعہ بھی تشریف لے جاتے اور جمعہ پڑھاتے اور ہمیشہ حضرت مکی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا زاہد قاسمی صاحب کی سرپرستی کی اور بعض مشکل حالات میں مولانا کا حوصلہ بڑھاتے اور ہمت دلاتے۔

ختم نبوت کانفرنس (اونچہ کلاں ظفروال):

حضرت چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ کے مایہ ناز شاگرد اور مناظر حضرت مولانا افتخار اللہ شاکر ہر سال کانفرنس کا انعقاد کرتے ہیں اس میں بھی پاکستان کے بڑے بڑے علماء کرام شریک ہوتے ہیں اس کانفرنس میں بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ دور دراز کا پر مشقت سفر کر کے تشریف لے جاتے اس کے لئے وہاں کے علماء اور عوام مشتاق رہتے تھے۔

نوٹ یہ مختصر کتابچہ سب کانفرنسوں کی تفصیل کا متحمل نہیں ہے اس لئے مختصراً صرف عالمی اور اہم اہم کانفرنسوں کا ذکر کیا گیا جن میں حضرت شیخ مولانا عبدالحفیظ مکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھرپور کوشش کی اور شرکت فرمائی اور ان میں سے کئی کے لئے فنڈ بھی اکٹھا کیا حتی کہ قرض بھی اٹھایا، ان کے علاوہ ہر سال بہت جگہوں پر ختم نبوت کے پروگراموں میں تشریف لے جاتے جن کی تعداد سینکڑوں سے بھی تجاوز ہوگی، اللہ تعالی حضرت کو مع دیگر سب حضرات کو بہترین جزاء خیر عطا فرمائے۔

ان مذکورہ کانفرنسوں کے تذکرے کے بعد حضرت مفتی شاہد محمود صاحب نے حضرت کے ان خلفاء کرام کے نام ذکر فرمائے جو حضرت کے اس مشن کو لے کر چل رہے ہیں

ختم نبوت میں کام کرنے والے حضرت کے (11) خلفاء کرام اور ان کی خدمات

حضرت مولانا ڈاکٹر سعید احمد عنایت اللہ صاحب:

حضرت مولانا ڈاکٹر سعید احمد عنایت اللہ مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں استاذ حدیث ہیں جو کہ انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے نائب امیر تھے اور اب وہ خود امیر ہیں اور انہوں نے شروع ہی سے ختم نبوت کے کار کیلئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کیساتھ پوری دنیا میں سفر کیے۔ ساؤتھ افریقہ، انگلینڈ، پاکستان، مدارس علماء کرام میں ختم نبوت کورس کروائے ہیں۔ حضرت مولانا ڈاکٹر سعید احمد عنایت اللہ کثیر تعداد میں کتابوں کے مؤلف ہیں اور انٹرنیٹ پر ختم نبوت کے دروس، عربی اور اردو میں پابندی سے تیار کر کے نشر کر رہے ہیں اور آپ کے سعودی عرب کے اردو اخبار اردو نیوز میں ہفتہ وار رسالہ روشنی میں پابندی سے مضمون نشر ہوتے ہیں۔ حضرت ڈاکٹر صاحب حضرت مکی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھی بھی تھے اور خلیفہ مجاز بھی ہیں اور ہفت روزہ مجلس ختم نبوت اور ذکر منعقد کرتے ہیں۔

حضرت مولانا ڈاکٹر احمد علی سراج صاحب:

انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے مرکزی سیکرٹری جنرل حضرت مولانا ڈاکٹر احمد علی سراج صاحب کویت میں مسجد الغانم میں تقریباً 32 سال خطیب رہے اور فتنہ انکار حدیث کو عرب علماء کے سامنے پیش کیا اور ان سے کفر کا فتویٰ حاصل کیا اور اسکو تین جلدوں میں شائع کیا۔ حضرت ڈاکٹر صاحب نے حضرت مکیؒ کیساتھ کویت میں اور پاکستان کے طول وعرض میں ختم نبوت کے سفر کیے اور بعض جگہوں پر کسی مجبوری کی بناء پر جب حضرت تشریف نہ لے جاسکتے تھے تو ڈاکٹر صاحب ہی نیابت کرتے ڈاکٹر صاحب ماشاء اللہ بڑے شعلہ بیان خطیب ہیں۔ حضرت ڈاکٹر صاحب کا خاندان علماء اور اولیاء اللہ کا خاندان ہے۔ ڈاکٹر صاحب حضرت مکیؒ کے خلیفہ مجاز ہیں اور پاکستان بھر میں اور بیرون ملک ڈاکٹر صاحب ختم نبوت کے پروگراموں میں نمائندگی کرتے ہیں اور مجالس ذکر کا اہتمام بھی کرتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد الیاس چنیوٹی:

حضرت مولانا محمد الیاس چنیوٹی پاکستان میں انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے امیر اور پنجاب اسمبلی کے ممبر ہیں یہ بھی حضرت مکی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں اور اپنے والد سفیر ختم نبوت حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین ہیں، انہوں نے اپنے والد محترم کی جانشینی کا حق ادا کیا، اور ختم نبوت کار کے لئے پنجاب اسمبلی اور مختلف پلیٹ فارموں سے بھرپور آواز اٹھائی اور دنیا کے مختلف ملکوں میں ختم نبوت کے لئے تشریف لے جاچکے ہیں۔

حضرت پیر شکیل احمد صاحب:

حضرت پیر شکیل احمد صوبہ خیبر پختونخواہ میں انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے امیر اور حضرت مکی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز ہیں انہوں نے کثیر تعداد میں مجالس ذکر قائم کی ہیں۔ ان کا تذکرہ پہلے ”ختم نبوت کانفرنس نشتر ہال پشاور خیبر پختونخواہ“ عنوان کے تحت گزر چکا ہے۔

حضرت مفتی شعیب احمد صاحب:

حضرت مفتی شعیب صاحب بنگلہ دیش کے امیر ہیں یہ ختم نبوت پر ایک رسالہ نکالتے ہیں اور ختم نبوت کورس بھی کرواتے ہیں۔ حضرت مولانا مشتاق احمد رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور حضرت مکی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز ہیں انہوں نے مجالس ذکر بھی قائم کی ہوئی ہیں

حضرت مولانا جنید ہاشم صاحب:

حضرت مولانا جنید ہاشم صاحب حضرت مکی رحمۃ اللہ علیہ کے ساؤتھ افریقہ میں میزبان اور ختم نبوت کے کار کیلئے حضرت کے معاون ہوتے تھے۔ انہوں نے افریقہ کے مختلف ملکوں میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خانقاہی اور ختم نبوت کے کار کیلئے بہت زیادہ کام کیا ہے۔ مولانا جنید ہاشم صاحب بھی حضرت مکیؒ کے خلیفہ مجاز ہیں۔

حضرت مولانا عبدالخالق علی صاحب:

حضرت مولانا عبدالخالق علی صاحب حضرت مکی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز اور مسلم جوڈیشل کونسل کے پہلے جنرل سیکرٹری تھے۔ اب مرکزی نائب امیر ہیں جنہوں نے کیپ ٹاؤن کی

دونوں اہم کانفرنسوں کی میزبانی کی اوران کو بہت ہمت کیساتھ پایہ تکمیل تک پہنچایا۔

حضرت مولانا قاری محمد طیب عباسی:

حضرت مولانا قاری محمد طیب عباسی لندن کے ساؤتھ ہال کی مسجد کے امام وخطیب جنہوں نے حضرت مکی رحمۃ اللہ علیہ کے ختم نبوت کے مشن کو اپنے ساتھیوں کے ساتھ پورے انگلینڈ میں پھیلایا اور قادیانیوں کا تعاقب کیا اور کر رہے ہیں۔

حضرت مولانا محمد امین صاحب کشمیری:

حضرت مولانا محمد امین صاحب حضرت مکی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز جموں کشمیر انڈیا ختم نبوت کے ذمہ دار ہیں کئی دفعہ قادیانیوں کو ہزیمت سے دوچار کیا۔مجالس ذکر قائم کیں۔

حضرت الحاج حافظ عبدالصمد ملک صاحب:

حافظ عبدالصمد ملک صاحب حضرت مکی رحمۃ اللہ علیہ کے محبوب بھائی اور معتمد خاص خلیفہ مجاز ہیں، ختم نبوت کے کار کے لئے حضرت کے دست راست تھے، ختم نبوت کی تمام اہم کانفرنسوں میں حضرت کے ساتھ شریک سفر رہے، اور ماشاء اللہ ختم نبوت کی اکثر کتابیں بھی وقتاً فوقتاً چھاپتے رہتے ہیں، اللہ مزید ترقیات سے نوازے۔

حضرت قاری محمد رفیق وجھوی صاحب:

حضرت قاری محمد رفیق صاحب حضرت مکی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور نیاز مسجد چیل چوک لاہور میں خطیب ہیں۔قاری صاحب انٹرنیشنل ختم نبوت کے مرکزی رابطہ سیکرٹری ہیں، اور شعبہ نشر واشاعت اور ماہنامہ انوار ختم نبوت کے بھی ذمہ دار ہیں، مولانا نے چند سالوں میں قادیانیوں کیخلاف نمایاں کامیابیاں حاصل کی ہیں، انہوں نے وکلاء پر مشتمل ختم نبوت لائر گروپ بنایا اور قانونی آئینی جنگ لڑتے ہوئے چناب نگر کے قادیانی نشر واشاعت کے ذمہ داروں کو جیل میں ڈلوایا اور قادیانی لٹریچر چھاپنے والے پرنٹنگ پریسوں پر چھاپے ڈلوا کران کے ذمہ داروں کو قانون کیمطابق سزا دلوائی۔انہوں نے ایک قادیانی خاندان کے مسلمان ہونے پر قادیانی مرکز چناب نگر میں اپنا گھر ختم نبوت کیلئے وقف کیا وہاں خانقاہ

بنائی اور نو مسلم قادیانیوں کو قانونی تحفظ فراہم کیا انہوں نے ضرورت مندوں کو رہائش فراہم کی اور ماہانہ راشن کی تقسیم اور خواتین میں سلائی مشینوں کی تقسیم اور بے روزگاروں کو رکشے لے کر دیے۔ انہوں نے کافی تعداد میں قادیانیوں کو دائرہ اسلام میں داخل کیا۔

فتنہ مودودیت کی سرکوبی

ہمارے حضرت جامع شریعت وطریقت حضرت مولانا عبد الحفیظ مکی رحمہ اللہ اپنے رسالہ ''حضرت شیخ الحدیث کی دینی فکر'' کے صفحہ نمبر 35 میں فتنہ مودودیت پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ الحدیث کے رسالہ ''فتنہ مودودیت'' نے مطلع کو بالکل صاف کر دیا اور ہر خاص وعام کے دل میں یہ بات اتر گئی کہ مودودیت ایک خطرناک قسم کا عقائدی فتنہ ہے اس میں اگرچہ منافع نظر آتے ہیں اور بتائے جاتے ہیں اور بعض واقعۃ ہیں بھی، مگر یہ ان کی خطرناک بدعقیدگیوں اور تحریفاتِ دینیہ ونظریات باطلہ کے مقابلہ میں کچھ حیثیت نہیں رکھتے۔

اس رسالہ ''فتنہ مودودیت'' کے چھپنے کے بعد ایک فاضل ومحترم بزرگ کا خط حضرت (شیخ الحدیث) قدس سرہ کے نام موصول ہوا کہ رسالہ بہت اچھا ہے چناں چنیں ہے۔۔۔۔۔ مگر اس کا نام سخت ہے، جس سے لوگوں کو وحشت ہوتی ہے، لہذا حضرت نے مولانا محمد شاہد صاحب سہارنپوری کو لکھ دیا کہ آئندہ ان بزرگ کے تجویز کردہ نام ''جماعت اسلامی ایک لمحہ فکریہ'' سے ایک دوسرا ایڈیشن چھپنا چاہئے اور ہندوستان میں ایسا ہی ہوا، مگر پاکستان میں کئی ایڈیشن اسی نام سے چھپے، اسی اثنا میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری نور اللہ مرقدہ حجاز تشریف لائے، یہ سیاہ کاران سے ملنے گیا، تو فتنہ مودودیت کا تذکرہ آ گیا، اور اس سیاہ کار نے ان بزرگ کی رائے مذکورہ بالا نام کے بارے میں عرض کی تو حضرت مولانا نے بہت جوش میں فرمایا کہ:

نہیں، نام نہیں بدلنا چاہئے، پھر سنایا کہ حضرت علامہ سید انور شاہ کشمیری قدس سرہ نے جب ''اکفار الملحدین'' تحریر فرمائی تو کسی نے یہی کہا کہ حضرت نام سخت ہے تو حضرت

شاہ صاحب نے فرمایا جی ہاں ایسا ہی ہونا چاہئے۔ چونکہ یہ کتاب کتنے لوگ پڑھیں گے؟ اور جو پڑھیں گے ان میں سے کتنے سمجھیں گے؟ مگر نام ہر شخص دیکھے گا، اور ہم لوگوں کو بتانا چاہتے ہیں کہ ہمارے دلوں میں قادیانیت کے لئے کتنا بغض ہے الخ۔

پھر حضرت بنوری نے فرمایا اس (مودودی) کا بھی یہی حال ہے لوگوں کو اس نام سے معلوم ہو جائے گا کہ اللہ والوں کے دلوں میں اس مودودی کے بارے میں کتنا بغض ہے پھر فرمایا:

اور اس نام میں تختی ہی کیا ہے؟ اس میں صرف اتنا ہی تو لکھا ہے کہ یہ "فتنہ" ہے اور فتنہ اسے کہتے ہیں کہ اس میں حق اور باطل خلط ملط ہو جائے، پتہ نہ چلے کہ حق کہاں ہے اور باطل کہاں ہے؟ اور اس کا بھی یہی حال ہے کہ حق بات کرتے کرتے باطل لے آتا ہے، اھ۔

اور پھر یہ سب باتیں میں نے جا کر حضرت شیخ قدس سرہ کو من وعن سنا دیں، حضرت قدس سرہ یہ سب سن کر بہت خوش ہوئے اور تائید فرمائی، (ہمارے حضرت کے خلیفہ اجل حضرت مفتی شاہد محمود صاحب نے یہاں یہ اضافہ کروایا کہ۔۔۔ور حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے ہندستان مولانا محمد شاہد صاحب سہارنپوری کو پیغام بھیج دیا کہ فتنہ مودودیت کے نام سے ہی آئندہ چھپوائیں) پھر جب "شریعت وطریقت" کی تالیف کا وقت آیا تو اس کے بعض مواد کو تلاش کرتے ہوئے "مشاجرات صحابہ" کے عنوان کے ذیل میں ایک حدیث آئی جس کا مضمون یہ تھا کہ "صحابہ کو گالی دینے والے پر اللہ اور اس کے فرشتے اور تمام لوگوں کی لعنت ہو" تو حضرت (شیخ الحدیث رحمہ اللہ) نے یہ حدیث سن کر غصہ میں فرمایا ہاں ہاں ضرور! ایسی ایسی حدیثیں لاؤ جس سے مودودی صاحب پر لعنت پڑے جو صحابہ کرام کی تنقیص کرے، توہین کرے، ان کو گالیاں دے، اس کو جتنی گالیاں پڑیں کم ہے، اھ

نیز اس کے بعد حضرت (شیخ الحدیث رحمہ اللہ) نے نجی خطوط میں جن حضرات سے بھی خط وکتابت کی اور اس مسئلہ سے ان کا ذرا سا بھی واسطہ ہوتا تو ان کو ضرور اس فتنہ کے رد اور سد باب کے لئے تحریر فرماتے، حتی کہ حضرت سے بیعت مولانا محمد عابد صاحب جو

الجامعۃ الاسلامیۃ مدینہ یونیورسٹی میں پڑھ رہے تھے، (ہمارے حضرت کے خلیفہ اجل حضرت مفتی شاہد محمود صاحب نے یہاں یہ اضافہ کروایا کہ وہ حالاً استاد الحدیث جامعہ خیر المدارس ہیں) انہوں نے ایک بی-اے کا مضمون مودودی صاحب کی تفسیر کے رد میں لکھا تو حضرت (شیخ الحدیث رحمہ اللہ) نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا ان کے لئے ہمیشہ بہت دعائیں فرماتے اور جب یہ مضمون پاس ہوگیا تو ان کو مبارکباد دی اور بہت دعاؤں اور توجہات سے نوازا اور خوش ہو کر کچھ کتابیں بھی ہدیۃً مرحمت فرمائیں۔

حضرت مولانا ابرار الحق ہردوئی مدظلہ کے خلیفہ مولانا حکیم اختر صاحب نے ایک رسالہ "مودودی صاحب اکابر کی نظر میں تحریر فرمایا تو حضرت نے سینکڑوں کی تعداد میں خرید کر مفت تقسیم فرمایا، اور سہارنپور سے کئی ہزار کا مستقل ایڈیشن شائع کروایا، (ہمارے حضرت جامع شریعت وطریقت مولانا عبدالحفیظ رحمہ اللہ کا کلام حضرت ہی کے رسالہ "حضرت شیخ الحدیث کی دینی فکر" سے ختم ہوا)۔

ہمارے حضرت والا کی خانقاہ مکہ مکرمہ میں مستقل کئی سالوں سے مودودیت کے خلاف رسالہ "مکتوبات بسلسلہ مودودی جماعت" از حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی تقسیم کے لیے رکھا رہتا ہے اور لوگ لیتے رہتے ہیں اور اس فتنہ سے واقف ہوتے رہتے ہیں۔

غیر مقلدیت کی تردید

ہمارے حضرت جامع شریعت وطریقت باوجودیکہ بہت نرم طبیعت کے اور حضرت کے کچھ رشتہ داروں کے غیر مقلد ہونے کے باوجود اس غیر مقلدیت کو فتنہ سمجھتے تھے میں نے خود ایک دفعہ ایک ساتھی کے جواب میں حضرت کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہم غیر مقلدیت کو فتنہ سمجھتے ہیں۔ اس لئے حضرت کو اس کی تردید کی بھی فکر رہتی تھی۔

حتی کہ ایک دفعہ میں حضرت کے پاس تھا حضرت نے بتایا کہ میں نے فلاں بندے کی کفالت صرف اس وجہ سے لی کہ وہ مکہ مکرمہ میں غیر مقلدیت کے خلاف کام کریں

گے، اور ہمارے بہنوئی مولانا محمد زبیر مکی حفظہ اللہ کی ان کے غیر مقلدیت کے خلاف کام کرنے پر حضرت ان کی بہت حوصلہ افزائی فرماتے تھے، ایک دفعہ شیخ اسامہ بن قاری محمد رفیق صاحب جدہ والوں نے غیر مقلدین کے خلاف حکومت سعودیہ سے اجازت لے کر جدہ میں امام اعظم ابوحنیفہ کانفرنس رکھوائی ہمارے حضرت نے اپنے متعلقین اور سارے خاندان والوں کو اس میں جوڑا اور اپنے خاندان والوں کو اس کا سارا خرچہ اٹھانے کی ترغیب دی اور انہوں نے بخوشی سارا خرچہ اٹھایا، اور الحمدللہ وہ اتنی بڑی کانفرنس ہوئی کہ اب تک ویسی کانفرنس اردو زبان میں پورے سعودیہ میں نہیں ہوئی۔

ایک دفعہ غیر مقلدیت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم ایک دفعہ امام کعبہ حضرت عبداللہ بن سبیل رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تھے اور غیر مقلدین کا تذکرہ آیا تو انہوں نے فرمایا کہ ان کو اگر کوئی قضاء کا عہدہ ملے تو انہیں عقل آئے گی کیونکہ ہم مقلد ہونے کے باوجود کئی دفعہ پریشان ہوتے ہیں کہ کیا کریں؟ پھر اس کی تفصیل ذکر فرمائی کہ مثلاً ہمارے پاس کوئی بندہ کیس لے کر آتا ہے تو ایک قاضی ایک حکم بتاتا ہے تو کیس پیش کرنے والے کو اگر منظور ہوتا ہے تو قبول کر لیتا ہے اور اگر اس قاضی کا فتویٰ اس کے موافق نہیں ہوتا وہ دوسرے قاضی سے پوچھتا ہے وہ اگر اس کے موافق فتویٰ دیتا ہے تو اس کا قول مانتا ہے پہلے قاضی کا قول نہیں لیتا اب فریق مخالف اپنے موافق والے قاضی کے فتویٰ کو ترجیح دیتا ہے اور یہ اپنے موافق والے قاضی کا قول مانتا ہے اس طرح ہم پریشان ہوتے ہیں کہ دونوں قاضی حنبلی ہیں کس کو کیا کہیں؟ لہٰذا ہم تو اب اس طرح کے مسائل کے حل کیلئے تقلید در تقلید واجب کرنے کا سوچ رہے ہیں کہ لازم کر دیں کہ فتویٰ پہلے فلاں کتاب سے دیا جائے گا اس میں نہ ملنے پر دوسری فلاں کتاب سے دیا جائے اس میں بھی نہ ملے تو فلاں سے اسی طرح فلاں فلاں سے، شیخ عبداللہ بن سبیل رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ختم ہوا۔

اور وقتاً فوقتاً ہمارے حضرت اردو نیوز میں ان غیر مقلدین کے خلاف مضمون لکھا کرتے تھے مثلاً ایک دفعہ بیس تراویح کا مضمون لکھا جو خوب مقبول ہوا اور حضرت نے اس کی فوٹو کاپی کروا کر تقسیم بھی کی۔

اسی طرح کسی نے اردو نیوز میں ایک مضمون میں رقبہ (گردن) کے مسح کو بدعت لکھا حضرت نے اس کا مدلل رد اسی اردو نیوز میں لکھا اور اس کی سنیت یا استحباب ثابت کیا۔

حضرت کے بعض غیر مقلدین رشتہ داروں کا حد سے تجاوز کرنا اور حضرت کی ان کے ساتھ میانہ روی:

ہمیں علم ہے کہ حضرت کو اور حضرت کے والد محترم حضرت الحاج عبدالحق صاحب مرحوم اور ہم اہل دیوبند کو حضرت کے بعض رشتہ دار بہت برا سمجھتے تھے (اب شکر ہے کہ پہلے سے شدت کم ہے) حتی کہ ہمیں پتا چلا کہ حضرت کے والد محترم تک کو یہاں تک کہا کہ پتا نہیں کہ ان کا خاتمہ اسلام پر ہوا یا نہیں، اور ہم سب کو ان حضرات کے نزدیک بدعتی کا درجہ دینا تو بہت ہلکی بات ہے، لیکن ہمارے حضرت نے کبھی بھی انہیں اسلام سے خارج نہیں کیا ہاں ان کی اصلاح کی کوشش اخیر تک کرتے رہے۔

متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن

امیر ''عالمی اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ''

کا ''غیر مقلدیت'' پر حضرت کے بارے میں مضمون

اس کتابچہ میں غیر مقلدیت فتنہ کے بارے میں حضرت کی خدمات کے بارے میں متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن امیر عالمی اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ سے کچھ لکھنے کا کہا گیا تو انہوں جو مضمون لکھا وہ درج ذیل ہے، حضرت متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن لکھتے ہیں۔

حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی کے دو بنیادی وصف:

اللہ تعالی چند انسانوں کو انسانیت کی ہدایت کا ذریعہ بناتے ہیں، ایسے چند خوش نصیب انسانوں میں حضرت اقدس مولانا عبدالحفیظ مکی نور اللہ مرقدہ بھی ہیں، اللہ تعالی نے آپ کو بیک وقت کئی صلاحیتوں سے نوازا تھا، محی السنۃ (نور سنت کو معاشرے میں عام

کرنے والا) اور ماحی البدعۃ (دین اسلام میں نئی ایجادات، بدعات وخرافات کو معاشرے سے مٹانے والا) کسی بھی اہل حق شیخ طریقت کے بنیادی اوصاف ہیں، حضرت اقدس مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب نور اللہ مرقدہ ان دونوں اوصاف کے جامع تھے، عوام الناس کی نظر میں آپ کی شخصیت کا صرف ایک پہلو (محی السنۃ) مشہور ہے جبکہ دوسرے وصف سے بہت کم لوگ واقف ہیں لیکن اہل علم بخوبی جانتے ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شرک، بدعات، رسومات اور خرافات بالخصوص گمراہ اور باطل افکار ونظریات سے لوگوں کے ایمان واعمال کو بچانے کے لئے اپنا کردار ادا کیا ہے۔

میرا چونکہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے دیرینہ اور خصوصی تعلق رہا ہے، الحمد للہ آپ نے اعتماد کی بنیاد میرے سر پر دستار خلافت بھی رکھی، میرے ادارے مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا میں بار بار تشریف بھی لائے، میرے ہاں قیام بھی فرمایا، ہمارے خانقاہی اور دیگر اجتماعات میں شرکت بھی فرمائی، ہماری خانقاہ حنفیہ میں وعظ فرمایا، اور مجلس ذکر بھی کرائی، میرے ادارے مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا کے اساتذہ، علماء، اور طلباء تخصص کو اجازت حدیث سے بھی سرفراز فرمایا۔

الحمد للہ یہ بات بھی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں کہ میں مسلک اہل السنۃ والجماعۃ کے تحفظ اور دفاع میں احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ دلائل کے ساتھ سرانجام دے رہا ہوں، اس علمی اور دفاعی میدان میں حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی رحمۃ اللہ علیہ نے میرے ساتھ فراخ دلی سے ہر طرح کا تعاون کیا، میرے کام کو خوب سراہا، بعض امور میں مفید مشوروں سے بھی نوازا، مختلف اوقات میں فتنہ غیر مقلدیت کے علمی محاسبے کے لئے مجھے حکم فرمایا، چنانچہ:

نمبر (1)

میں نے 2008 عیسوی میں آل پنجاب تحفظ سنت کانفرنس منعقد کی جس کا اصل مقصد سنت کا تحفظ اور بدعات وباطل نظریات کی علمی تردید تھا، اس میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے میرے ساتھ مالی تعاون بھی بھرپور کیا، اور خود تشریف لائے، مسلکی کام اور کام کے انداز کو دیکھ کر خوب سراہا اور دعاؤں کے ساتھ مزید مفید مشورے بھی عنایت فرمائے۔

نمبر (2)

میری کتاب ''فرقہ اہل حدیث پاک وہند کا تحقیقی جائزہ'' جمعیت علماء ہند کے حوالے کی اور اسے ہندوستان میں شائع کرانے کا حکم دیا۔

نمبر (3)

حنفیت کی حقانیت اور علمی دفاع کے لئے میں نے اسلام آباد کے ہالیڈے ان ہوٹل میں سالانہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سیمینار کا سلسلہ شروع کیا، تا کہ سنجیدہ حلقوں میں حنفیت کی علمی وفقہی خدمات کو اجاگر کیا جاسکے، اس پروگرام میں بھی حضرت نے ہمارے سر پر ہاتھ رکھا، تشریف لائے، بیان کیا اور اس کی اہمیت کو خوب سراہا۔

نمبر (4)

غیر مقلد توصیف الرحمن راشدی نے ہماری تبلیغی جماعت کے خلاف ایک ویڈیو بیان ریکارڈ کرا کے عام کیا تا کہ لوگوں کو اس سے دور کیا جاسکے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے حکم فرمایا کہ اس کا علمی محاسبہ کیا جائے، چنانچہ میں نے نمبر وار اس کے اشکالات کا علمی انداز میں جواب دیا، جو الحمد للہ بہت مقبول ہوا اور لوگوں کے شکوک وشبہات ختم ہوئے۔

نمبر (5)

غیر مقلد معراج ربانی نے انتہائی گھٹیا زبان استعمال کرتے ہوئے فضائل اعمال، فضائل صدقات اور بہشتی زیور کے خلاف سعودیہ میں ویڈیو بیان ریکارڈ کرایا اور اسے پھیلایا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے حکم فرمایا کہ اس کا بھی علمی جواب آنا چاہئے، چنانچہ میں نے چار گھنٹوں کی طویل نشست میں اس کا ویڈیو جواب ریکارڈ کرایا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک سی ڈی کی قیمت 25 ریال رکھی جائے، پھر خود 4 سی ڈیز 100 ریال میں خریدیں اور اپنے ساتھیوں کو بھی حکم دیا کہ اسے خریدیں اور عام کریں۔

نمبر (6)

وفات سے کچھ عرصہ قبل حضرت نے مجھے فرمایا کہ جنوبی افریقہ میں اس کام کی شدید ضرورت

ہے، باہمی مشاورت سے وقت وغیرہ بھی طے کرلیا تھا تاکہ وہاں کی سنی عوام کو فتنہ غیر مقلدیت کی اسلاف بیزاری بلکہ اسلاف دشمنی کے زہر سے بچایا جاسکے، لیکن اس منصوبے کے مکمل ہونے سے پہلے آپ کی زندگی مکمل ہوگئی اور آپ رحلت فرماگئے۔

اللہ تعالی آپ کی تمام دینی خدمات کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، اور ہمیں بھی اشاعت وتحفظ دین کا مبارک فریضہ انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے، (مولانا الیاس گھمن حفظہ اللہ کا کلام ختم ہوا)۔

حضرت کا رافضیت اور شیعیت کے خلاف حصہ لینا

ایران میں خمینی انقلاب کے بعد دنیا میں مسلمان جو اُس وقت کے حکمرانوں سے تنگ تھے خمینی انقلاب کو اسلامی انقلاب سمجھ کر ان کی زبان پر تھا کہ خمینی انقلاب آنا چاہیے، حالانکہ وہ اسلامی انقلاب نہیں تھا بلکہ شیعی اور رافضی انقلاب تھا، اور خمینی نے اپنی آمدنی کا بہت بڑا حصہ اس پروپیگنڈہ پر خرچ کرنا شروع کردیا کہ ہمارا انقلاب اسلامی انقلاب ہے، اور خمینی کی لاکھوں کتابیں پاکستان میں چھپنی اور دھڑلے سے سنی مساجد اور مدارس میں تقسیم کی جانے لگیں، اور امام بارگاہوں (امام باڑوں) میں دھڑا دھڑ ایرانی پیسہ آنا شروع ہوا، جس سے سنی عوام میں بے چینی شروع ہوئی، اور اس پر اضافہ یہ کہ شیعی ایرانی دہشت گردوں نے پاکستان میں خون کی ہولی کھیلنی شروع کی، اس وقت ضرورت تھی کہ اہل سنت کی مظلومیت اور ایرانی خمینی مذہبی دہشت گردی کو دنیاء کے سامنے اجاگر کیا جائے، چنانچہ حضرت مولانا منظور احمد نعمانی نے اہل علم کے لئے کتاب "ایرانی انقلاب امام خمینی اور شیعیت" لکھی اور اس میں خمینی کے دجل اور اصل حقیقت کو دنیا اسلام پر واضح کیا، اسی تناظر میں ہمارے حضرت کے انتقال پر پاکستان میں کسی نے اسی رد رافضیت پر حضرت رحمہ اللہ کی خدمات پر ایک مختصر مضمون لکھا جو حسب ذیل ہے

سنہ 1985 میں دفاع ناموس صحابہ کے لئے سپاہ صحابہ پاکستان وجود میں آئی جس کے بانی حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہید تھے تھوڑے ہی عرصہ میں یہ تحریک شہر جھنگ

کی سرحدوں سے نکل کر ملکی سطح کی تحریک بن گئی بلکہ کئی ملکوں میں اس کا تعارف ہوگیا ایرانی انقلاب چونکہ ایک شیعہ انقلاب تھا جس کے مقابلے میں سپاہ صحابہ ایک سنی تحریک ابھر کر سامنے آئی، حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی رحمۃ اللہ علیہ ان عظیم شخصیات میں سے تھے جنہوں نے اس تحریک کے عظیم مقاصد کا ادراک کرلیا اور سرپرستی فرمائی، سنہ 1988 کے الیکشن میں مولانا حق نواز جھنگوی شہید کے قومی اسمبلی کے الیکشن میں ایک دن کے نوٹس پر حضرت مولانا عبد الحفیظ رحمہ اللہ جھنگ تشریف لائے ان کی مکہ مکرمہ کی نسبت سے ضلع بھر کے لوگ شہر جھنگ میں امڈ آئے، حضرت نے جھنگ میں خطاب فرمایا جس کی وجہ سے الیکشن کی پوزیشن یکسر بدل گئی اور مولانا حق نواز جھنگوی شہید نے بے سروسامانی کی حالت میں پہلی بار 38000 ووٹ حاصل کئے، جب بھی پاکستان میں جماعت کے بارے میں کوئی اہم معاملہ ہوتا یا اہم کانفرنس ہوتی تو حضرت مولانا عبدالحفیظ رحمۃ اللہ علیہ کو مدعو کیا جاتا تو حضرت رحمہ اللہ پاکستان صرف اسی مقصد کے لئے تشریف لے جاتے۔

مولانا اعظم طارق شہید رحمۃ اللہ علیہ (جو کہ سپاہ صحابہ کے امراء میں سے گزرے ہیں) پر کئی دفعہ حملے ہوئے، ایک دفعہ ان کی گاڑی راکٹ لانچر لگنے سے جل گئی اور وہ لمبی چار سالہ قید کے بعد عمرہ کی ادائیگی کے لئے حرمین شریفین تشریف لائے تو حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو خوش آمدید کہا اور فرمایا کہ ان کی یہ جماعت حق پر مبنی ایک محنت کر رہی ہے ان کا تعاون ہمارے ذمے ہے یہ لوگ جان دے کر دین وایمان کا تحفظ کر رہے ہیں حضرت رحمہ اللہ نے بعض احباب سے مل کر مولانا اعظم طارق شہید رحمۃ اللہ علیہ کے لئے گاڑی کا انتظام فرمایا۔

چونکہ جماعت کے شہداء کی تعداد آٹھ ہزار سے تجاوز کر گئی اور مسلسل کارکنوں کو جیلوں میں ڈالا جاتا رہا ان کے خاندانوں کی اور یتیم بچوں کی ضرورت کے لئے حضرت بھی جماعت کی سرپرستی فرماتے رہے حتی کہ حضرت نے ساؤتھ افریقہ کے سفر کے دوران وہاں کے تمام علماء سے ملاقاتیں کیں اور فتنہ شیعہ کے بارے میں انہیں آگاہ کیا حضرت کی توجہ اور فکر کی وجہ سے ساؤتھ افریقہ میں علماء کی ایک بڑی جماعت اس فتنہ شیعہ کی طرف متوجہ

ہوئی، حضرت نے ساؤتھ افریقہ کے اندر شیعہ کی سرگرمیوں کی وجہ سے فرمایا کہ ''تاریخی دستاویز'' کا انگریزی میں ترجمہ کرایا جائے تا کہ وہاں کے علماء اور عوام کو شیعہ کے عقائد کا پتا چل جائے، ''تاریخی دستاویز'' شیعہ کی 232 کتابوں کا مجموعہ ہے پہلے شیعہ تقیہ کے عقیدہ کی بنا پر حوالہ جات کا انکار کرتے تھے تاریخی دستاویز جس میں شیعہ کی کتب کا اصل ٹائٹل اور جہاں اہل سنت کے عقائد کے ساتھ اختلاف ہے ان صفحات کی اصل فوٹو لگائی گئیں جس سے شیعہ کے لئے انکار ناممکن ہوگیا یہ کتاب گورنر ہاؤس پنجاب میں وزیر اعظم نواز شریف صاحب کو چار سو علماء کی موجودگی میں پیش کی گئی، بعد ازاں اس کتاب کی ضرورت سعودی عرب میں عربی ترجمہ کے طور پر محسوس کی گئی جس کے ترجمہ کا کام حضرت رحمہ اللہ کی نگرانی میں شروع تھا کہ وہ اللہ کو پیارے ہوگئے، حضرت رحمہ اللہ پر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کی ایک روشن رنگ و چمک تھی، حضرت رحمہ اللہ کی طرف سے کسی دینی جماعت یا احباب کو کبھی مایوسی نہیں ہوئی، کوئی بھی دینی کام ہوتا ہوا نظر آتا حضرت کو بہت خوشی ہوتی خوب دعائیں دیتے، دو سال پہلے ساؤتھ افریقہ میں ختم نبوت کانفرنس پر قائد اہل سنت والجماعت مولانا محمد احمد لدھیانوی صاحب کو مدعو فرمایا اور وہاں جہاں بھی پروگرام ہوئے حضرت انہیں فرماتے آپ شیعت پر ہی بات کریں، حضرت کی اچانک رحلت کی وجہ سے جہاں اور جماعتیں متاثر ہوئی ہیں وہاں سپاہ صحابہ جماعت بھی بہت زیادہ متاثر ہوئی ہے جس کا اظہار قائد اہل سنت والجماعت مولانا محمد احمد لدھیانوی صاحب نے حضرت کے جنازے میں شرکت کے بعد احباب کی موجودگی میں کیا، ان شاء اللہ حضرت کا روحانی فیض جاری رہے گا ان کی محنت کو چار چاند لگیں گے، ان کا فیض حضرت کے برادران مکرم اور فرزندان محترم کی صورت میں آگے بڑھتا رہے گا، جس طرح حضرت کے مرتب شدہ پروگرام دنیا کے کئی ملکوں میں جاری وساری ہیں، اب اللہ تعالی ان حضرات سے وہ کام لیں گے، اللہ تعالی ان حضرات کے علم وعمل اور زندگیوں میں برکتیں نصیب فرمائے اور ہمیں ان کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر چلنے کی توفیق نصیب فرمائے آمین۔

حضرت کا کتاب ''بطلان عقائد الشیعہ'' لکھنا:

بندہ فقیر خلیل اللہ سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ایک دوست نے فرمایا کہ جب خمینی کا پروپیگنڈہ سر چڑھ کر بول رہا تھا تو حضرت مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس وقت مایہ ناز عالم مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد حضرت مولانا عبدالستار تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کو سعودیہ بلوایا اور یہاں سعودیہ میں ان کے پروگرام کروائے اور حضرت تونسوی کا ردّ رافضیت اور شیعیت پر تیار کردہ کورس (جو ایک رسالہ کی شکل میں ہے) کا عربی ترجمہ کیا جس کا نام ''بطلان عقائد الشیعہ'' ہے اور حضرت ہی نے طبع کروایا، یہ ترجمہ ایسا جامع اور مختصر تیار ہوا کہ آج ہزاروں کی تعداد میں چھپتا ہے اور ہاتھوں ہاتھ نکل جاتا ہے، اور پھر حضرت تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کو ہمارے حضرت انگلینڈ میں ساتھ بھی لے گئے۔

بندہ خلیل اللہ عرض کرتا ہے کہ اب بھی حضرت کی خانقاہ میں یہ رسالہ ''بطلان عقائد الشیعہ'' مفت تقسیم کے لئے رکھا رہتا ہے اور آنے والے عرب حضرات اور عربی جاننے والے حضرات میں مفت تقسیم ہوتا رہتا ہے۔

حضرت کی سیاسی جدوجہد

ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی سیاسی جدوجہد کے بارے میں حضرت کے اجل خلیفہ حضرت مولانا مفتی شاہد محمود صاحب نے ایک مضمون لکھا جو حسب ذیل ہے

حضرت مکی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ علماء اسلام کو سیاسی میدان غیروں کے لئے خالی نہیں چھوڑنا چاہئے، اگر خالی چھوڑیں گے تو دین بیزار سیکولر پارلیمنٹ وغیرہ میں اسلام مخالف قوانین منظور کروائیں گے، اور ان کو کھل کھیل کا موقع ملے گا، اور جو مسلمان اقلیات کافر ملکوں میں ہیں ان سے بھی فرماتے کہ اپنے لوگوں کو حکومتی اداروں میں داخل کریں، تاکہ اسلام اور مسلمانوں کو تحفظ ملتا رہے، اور الحمد للہ لوگ اس پر عمل پیرا ہوئے۔

ایک دفعہ ساؤتھ افریقہ میں حضرت کے ایک خلیفہ نے ان کے صدر کا یہ پیغام نقل کیا کہ اس نے کہا کہ حضرت سے میرے لئے دعا کروائیں۔

بعض لوگ علماء کی پاکستان میں سیاسی جدوجہد کو تنقید کا نشانہ بناتے تو حضرت مکی رحمہ اللہ حضرت مفتی محمود قائد جمعیت علماء اسلام پاکستان کا یہ قول نقل فرماتے کہ ہمیں معلوم ہے کہ اس سے اسلام نہیں آئے گا لیکن ہاں ہم خلاف اسلام قانون نہیں بننے دیں گے، اور ایسا ہی ہوا، (حضرت مفتی شاہد محمود صاحب کا کلام ختم ہوا)۔

بندہ فقیر خلیل اللہ عرض کرتا ہے کہ میں نے غالبا حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے خلفاء میں سے کسی سے سنا ہے کہ ایک دفعہ حضرت مفتی محمود رحمہ اللہ مدینہ منورہ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ سے ملنے آئے، اور حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ سے اپنے سیاسی جدوجہد کے لئے دعا کا عرض کیا، حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے فرمایا مفتی صاحب میں آپ کا نام لے کر آپ کے لئے دعا کرتا ہوں۔

ہمارے حضرت کا جمعیت میں صلح کی کوشش:

حضرت مفتی شاہد محمود حفظہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت مفتی محمود رحمہ اللہ حضرت مکی رحمہ اللہ سے بہت محبت فرماتے تھے اسی تعلق کی بنا پر حضرت مکی رحمہ اللہ نے بزرگوں کے مشورہ سے جمعیت میں صلح کی کوشش بھی کی،

چنانچہ جب اگست 1987 عیسوی میں جنرل ضیاء الحق شہید طیارہ کے حادثہ میں شہید ہوئے تو عبوری حکومت نے عمومی انتخابات کا اعلان کیا، اس وقت پاکستان میں مضبوط دینی جماعت جمعیت علماء اسلام دو دھڑوں میں منقسم تھی ایک مولانا فضل الرحمن گروپ اور دوسرا مولانا سمیع الحق گروپ، تو حضرت مفتی احمد الرحمن نے مجھے حکم دیا کہ گاڑی لے کر تیار رہیں تو گاڑی کی ڈرائیونگ کی سعادت ملی حضرت مکی رحمہ اللہ، حضرت مفتی احمد الرحمن مہتمم جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن داماد حضرت بنوری رحمہ اللہ اور حضرت مولانا محمد عزیز الرحمن ہزاروی خلیفہ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے ساتھ مل کر راولپنڈی سے اکوڑہ خٹک مولانا سمیع الحق صاحب کے ہاں تشریف لے گئے، لیکن پہنچ کر پتہ چلا کہ مولانا سمیع الحق صاحب وہاں موجود نہیں ہیں، وہاں سے پشاور حضرت مولانا فقیر محمد صاحب خلیفہ

حضرت تھانوی کی خانقاہ میں رات قیام فرمایا، اور حضرت سے دعا کروائی، صبح پھر اکوڑہ خٹک تشریف لے گئے، مولانا سے ملاقات نہ ہو سکی وہاں سے ان سے ملاقات کے لئے اسلام آباد پہنچے، تاکہ ان کے دفتر میں ان سے ملاقات ہو سکے، وہاں پتہ کروایا معلوم ہوا کہ مولانا سمیع الحق اکوڑہ خٹک پہنچ گئے، یہ حضرات اسی دن دوبارہ اکوڑہ خٹک تشریف لے گئے، اور مولانا سے ملاقات کی، اور پھر اسلام آباد میں ایک دوست کے مکان میں ملاقات طے ہوگئی، اگلے دن مولانا فضل الرحمن بھی تشریف لے آئے اور مولانا سمیع الحق صاحب بھی، اور پھر ان حضرات کی برکت سے دونوں حضرات کے درمیان دوسری منزل پر دو گھنٹے مذاکرات چلتے رہے، اور بالآخر انتخابات میں ایک دوسرے کے مقابل اپنے بندے نہ کھڑے کرنے پر دونوں میں اللہ کے فضل اور ان حضرات کی محنت سے اتفاق ہوگیا۔

اس صلح کی طرف حضرت مولانا خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے اپنی ڈائری مورخہ 12 فروری سنہ 1989 عیسوی میں اس مصالحت کا ذکر فرمایا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً پچاس سال ڈائری لکھی ان کے فرزندان مکرمین نے اس ڈائری کے اہم اقتباسات کو ایک ضخیم کتاب کی شکل میں طبع کروایا، اس ڈائری میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مکی رحمۃ اللہ علیہ کا تقریباً 22 مقام پر ذکر کیا۔

اس کے بعد جب بھی انتخابات ہوئے حضرت مکی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد عزیز الرحمن ہزاروی حفظہ اللہ ہمیشہ کوشش کرتے رہے کہ ان دو حضرات میں سے کوئی کسی کے خلاف بندہ کھڑا نہ کریں تاکہ اہل حق جماعتوں کی سیٹ ضائع نہ ہو۔

حضرت مولانا فضل الرحمن دامت برکاتہم امیر جمعیت علماء اسلام، مکہ مکرمہ میں پاکستان میں ضرورت طلب امور میں تنہائی میں حضرت مکی رحمۃ اللہ علیہ سے مشورہ کیا کرتے تھے۔

حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب باوجود تازہ اپریشن ہونے کے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے جنازہ میں مدینہ منورہ تشریف لائے، اور مدینہ منورہ میں مولانا احمد بن عبدالوحید مدنی کے گھر اور مکہ مکرمہ خانقاہ میں تشریف لائے، اور حضرت کے خاندان والوں خصوصا

صاحبزادگان کو فرمایا کہ آپ اپنے آپ کو تنہا نہ سمجھیں میں آپ لوگوں کے ساتھ کھڑا ہوں، پھر بڑی محبت سے سو سالہ کانفرنس میں شرکت کے لئے پورے خاندان کو دعوت دی، پھر دنیا نے دیکھا کہ پشاور کانفرنس میں حضرت کے صاحبزادگان شریک ہوئے، اور حضرت مولانا عبدالروف مکی حفظہ اللہ نے لاکھوں کے مجمع میں خطاب کیا، اور مہمان خانہ میں جہاں دنیا بھر سے آئے ہوئے مہمان ٹھہرے تھے، ان کے اعزاز میں کئے گئے خصوصی اجتماع میں حضرت مولانا فضل الرحمن دامت برکاتہم نے رندھی ہوئی آواز میں فرمایا کہ آج میرے بزرگ دوست حضرت مکی رحمہ اللہ ہم میں موجود نہیں لیکن ان کے بیٹوں اور ان کے خاندان کے نوجوانوں کو یہاں دیکھ کر میں بہت خوش ہوں۔

ہمارے حضرت کی بنگلہ دیش انتخابات میں علماء کے مابین صلح کی کوشش:

اسی طرح بنگلہ دیش میں جنرل ارشاد کے بعد وہاں انتخابات میں علماء کی آراء منقسم تھیں، ان کو بھی ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرنے کی کوشش اور جدوجہد کی تاکہ دین بیزار سیکولر قوتوں کی موجودگی میں اسلام اور دینی اقدار کا تحفظ ملک میں باقی رہے، (حضرت مفتی شاہد محمود صاحب کا کلام ختم ہوا)۔

حضرت کا رفاہ عامہ میں حصہ لینا

مزید حضرت مفتی شاہد محمود حفظہ اللہ نے فرمایا کہ

حضرت مکی رحمہ اللہ ہمیشہ فرماتے تھے کہ دین کے بہت سارے شعبے ہیں، ان میں ایک شعبہ خدمت خلق بھی ہے۔

اسلامی ملک افغانستان میں روسی جارحیت کے نتیجے میں جب ستر لاکھ سے زائد مہاجرین پاکستان میں قائم کیمپوں میں آئے، تو ہمارے حضرت نے ان مہاجرین کے لئے تعاون کیا اور مختلف احباب کو اس طرف متوجہ کیا اور امداد اکٹھی کی اور خود ان کیمپوں میں جاکر تقسیم کی، اسی طرح کشمیری عوام پر ہندو جارحیت کے نتیجے میں جب ہزاروں لوگ باڈر کراس کر کے پاکستان کیمپوں میں پناہ گزین ہوئے تو ہمارے حضرت نے ان حضرات

کے لئے بھی امداد اکٹھی کی اور خود ان کیمپوں میں جا کر تقسیم کی۔

بنگلہ دیش میں مولانا شہید الاسلام نے رفاہی کام شروع کیے، جن میں ہسپتال ایمبولینس اور یتیم خانہ بھی شامل ہیں، حضرت نے بھرپور حصہ لیا اور خود بھی مولانا شہید الاسلام کیساتھ مختلف احباب اور تنظیموں کے پاس تشریف لے گئے، بنگلادیش بھی گئے، اور اپنے تمام متعلقین کو اس میں حصہ لینے کا فرمایا۔

پاکستان میں جب زلزلہ آیا تو رمضان کا مہینہ تھا حضرت سعودی عرب سے راولپنڈی تشریف لائے اور ایک گاڑی کرایہ پر لیکر بالاکوٹ مظفرآباد، باغ گڑھی حبیب اللہ، مانسہرہ، بٹ گرام، تشریف لے گئے، اور وہاں بیانات میں علماء اور عوام کی حوصلہ افزائی کی، حضرت مولانا محمد عزیز الرحمن ہزاروی دامت برکاتہم نے الشیخ زکریا ٹرسٹ قائم فرمایا، اور زلزلہ زدہ علاقوں میں بھرپور امداد بھیج رہے تھے، ہمارے حضرت نے ان کی اور حضرت کے متعلقین جو زلزلے کے سلسلے میں خیمے راشن پانی اور دیگر ضروریات فراہم کر رہے تھے ان سے بھرپور تعاون فرمایا، اور مخیر حضرات سے بارہا چندے کی اپیل کی اور ان ضروریات فراہم کرنے والوں کو پیسے فراہم کیے۔

جب نوشہرہ اور اس کے گردونواح میں سیلاب نے تباہی مچائی اس میں بھی حضرت نے اپنے متعلقین خصوصاً اپنے پیر بھائی حضرت مولانا محمد عزیز الرحمن ہزاروی دامت برکاتہم (جو سیلاب سے متاثرین جو ہزاروں کی تعداد میں تھے ان کی سحری وافطاری اور دیگر ضروریات فراہم کر رہے تھے) کے ساتھ بھرپور حصہ لیا اور بار بار ان کی حوصلہ افزائی فرمائی۔

حضرت کے اجل خلیفہ حضرت مولانا اسعد محمود مکی دامت برکاتہم العالیہ نے فیصل آباد میں الحفیظ ہسپتال عورتوں اور بچوں کے لئے شروع کرنا چاہا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے خود اس کی سنگ بنیاد رکھی، اور اس میں حضرت مولانا اسعد محمود مکی حفظہ اللہ کی بھرپور حوصلہ افزائی فرمائی اور بارہا جا کر ہسپتال میں دعا کی اور اپنے متعلقین کو اس طرف متوجہ کیا۔

حضرت کے خلیفہ حضرت قاری محمد رفیق وجھوی صاحب دامت برکاتہم نے جب قادیانی نومسلموں کے لئے رہائشی اسکیم شروع کی تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے خود بھی حصہ لیا اور اپنے

خاندان والوں کو بھی اس طرف متوجہ فرمایا اور اس کام کی اہمیت اور ضرورت سے آگاہ کیا۔

حضرت کی صفت عالیہ عفو و درگزر کرنا

مزید حضرت مفتی شاہد محمود حفظہ اللہ نے فرمایا کہ:

حضور پاک ﷺ کی حیات مبارکہ کا ایک اہم حصہ آپکے اخلاق حسنہ میں سے عفو و درگزر کرنا بھی ہے، غزوہ بدر کے قیدیوں کے بارے میں نرم شرائط اور فتح مکہ میں عام معافی اور عفو درگزر کرنا آپ ﷺ کی عفو درگزر کی واضح مثالیں ہیں۔

ہمارے حضرت مکی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی پر نظر دوڑائیں تو بالکل واضح طور پر سامنے آتا ہے کہ آپ پر بھی عفو و درگزر کرنے کا پہلو غالب تھا، بعض مخالفین نے زیادتی کرنے میں انتہاء کردی، اور بعض لوگ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے بدخوئی کرنے کو ثواب سمجھتے تھے، لیکن حضرت نے کبھی ان کا ذکر نہیں کیا، بلکہ اگر کسی نے ذکر بھی کیا کہ فلاں شخص ایسا ایسا کہتا ہے تو حضرت فرماتے کہ بھائی یہ تذکرہ چھوڑو، بندے کو اپنا معاملہ اللہ پاک کیساتھ صاف رکھنا چاہئے، بعض کیساتھ علمی مناقشہ بھی ہوتا۔

بعد میں اکثر معارضین اور معاندین نے آپ سے معافی مانگی، حضرت ان سے فرماتے بھائی میرے دل میں آپکے لئے کوئی بات نہیں ہے، آپ نے حق سمجھ کر بات کی جو کہ خلاف واقعہ تھی۔

ایسے لوگوں کے ساتھ ہمارے حضرت ایسی محبت کے ساتھ بات کرتے اور ان کا اکرام کرتے جیسے ان سے گہرا حضرت کا کوئی اور دوست نہیں، کبھی بھی ان کو جتایا نہیں کہ آپ نے مجھے یہ یہ کہا، اور نہ ان کے پیچھے کبھی ان کا تذکرہ کیا، ایسے واقعات بہت سارے ہیں۔ اور وہ حضرات ابھی موجود ہیں جنہوں نے بعد میں معذرتیں کیں، لیکن چونکہ حضرت ان کا تذکرہ نہیں فرماتے تھے لہٰذا ہم بھی ان صفحات میں ان کا نام لینا مناسب نہیں سمجھتے۔

خلیل اللہ عرض کرتا ہے کہ حضرت کے خلیفہ اجل اور میرے استاذ محترم حضرت مولانا اسعد محمود مکی حفظہ اللہ نے ہمیں سنایا کہ ایک صاحب نے پاکستان میں حضرت کی

بہت مخالفت کی، اتفاق سے پاکستان سے جدہ ان کی سیٹ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہی والے ہوائی
جہاز میں ہوگئی، جدہ ایرپورٹ پر اترے حضرت نے ان کو دعوت دے کر اپنے ساتھ لے
آیا اور اپنی خانقاہ میں لائے خوب خدمت کی وہ صاحب بہت متاثر ہوئے بالآخر ان
صاحب نے حضرت سے معافی مانگ لی اور اپنا دل صاف کرلیا۔

حضرت سارے دینی کاموں کے لئے اور سارے مسلمانوں کے لئے بلکہ کفار تک کے لئے خوب دعائیں کیا کرتے تھے

جو بھی حضرت کے پاس رہا ہوگا اور جس نے بھی حضرت کی دعائیں سنی ہونگی وہ اس بات کی گواہی دیگا کہ حضرت کو سارے مسلمانوں کی بلکہ نسل انسانی کی اور سارے دینی کاموں کی بہت زیادہ فکر تھی، اور حضرت خوب گڑگڑا کر دعائیں کیا کرتے تھے مثلاً دعاء میں فرماتے کہ یا اللہ مسلمانوں کی پریشانیاں دور فرما، ان کے آپس کے اختلافات کو ختم فرما، جن میاں بیوی میں بہن بھائیوں میں رشتہ داروں میں خلفشار انتشار ہو سب کو ختم فرما کر آپس میں الفتیں محبتیں پیدا فرما، اور بچوں اور بچیوں اور بڑی عمر والوں میں جنھیں رشتے کی ضرورت ہو سب کو اچھے جوڑے عطا فرما، مقروضین کے قرضے کی ادائیگی فرما وغیرہ وغیرہ خوب دعائیں فرماتے حتی کہ کفار کے لئے بھی یوں دعاء فرماتے کہ یا اللہ جتنے تیرے بندے پوری دنیا میں ہیں خواہ وہ کسی بھی رنگ و نسل کے ہوں گورے ہوں یا کالے ہوں یا سرخ ہوں مشرق سے مغرب تک سب کو یا اللہ اسلام میں داخل فرما کر ان کو جہنم سے نجات عطا فرما وغیرہ وغیرہ دعائیں فرماتے، اور سب دینی کاموں کے لئے اجمالاً وتفصیلاً خوب دعائیں فرماتے، خاص خاص شعبوں کا نام بھی لیتے مثلاً فرماتے کہ یا اللہ جتنے شعبے، ادارے، جماعتیں، جمعیتیں، تنظیمیں اور جتنے دینی کام ہو رہے ہیں خواہ وہ مدارس کی لائن سے ہوں یا مکاتب قرآنیہ کی لائن سے ہوں یا مدارس اور دارالعلوموں اور جامعات کے ذریعے سے ہوں یا ختم نبوت کی لائن سے ہوں یا تبلیغی کام کے ذریعے سے ہوں یا وعظ وتقریر کی لائن سے ہوں یا جہاد کے ذریعے سے ہوں یا خانقاہوں کے ذریعے سے ہوں یا

جو بھی یا اللہ تیرے مخلص بندے تیرے دین کی خدمت کر رہے ہوں خواہ کسی بھی شکل میں ہوں یا اللہ سب کی حفاظت فرما، سب کو ترقیات سے مالا مال فرما وغیرہ وغیرہ بہت دعائیں فرماتے، حضرت کی ان دعاؤں سے اور دیگر معاملات سے بالکل یقین آتا تھا کہ حضرت کے دل میں دین کے ایک ایک کام کی بہت وقعت اور درد و فکر ہے۔

ہمارے حضرت کی محنت سے ایک اہم علمی خزانہ صحیح بخاری کی شرح

''الکنز المتواری فی معادن لامع الدراری وصحیح البخاری'' کا وجود

ہمارے حضرت نے جہاں اور بڑے بڑے دینی کام کئے اور دین کے مختلف شعبوں میں حصہ لیا وہاں یہ بھی ایک بڑا کام کیا کہ بخاری شریف کی عربی شرح ''الکنز المتواری فی معادن لامع الدراری وصحیح البخاری'' کو وجود بخشا اس وجود کی صورت حضرت ہی کی زبانی ملاحظہ فرمائیں، حضرت اسی شرح کے مقدمہ کے صفحہ نمبر دس میں تحریر فرماتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے:

کہ جب ''لامع الدراری علی صحیح البخاری'' کی عربی خط میں طباعت ہوئی تو بہت سارے اہل علم نے رائے دی کہ اگر حضرت گنگوہی کی تقریر لامع الدراری اور اس پر حضرت شیخ کی تعلیق کو بخاری شریف کے متن کے ساتھ چھاپا جائے، اس طرح کہ یہ ''لامع'' اور اس کی تعلیق اس کے حاشیہ کے طور پر ہوں تو اس کا نفع اور زیادہ ہو، تو ہم نے یہ سوچ اور فکر حضرت کے سامنے پیش کی تو حضرت نے فرمایا کہ لامع الدراری حضرت امام ربانی کی ایک درسی تقریر ہے، اور حضرت نے بہت سارے مواضع پر کلام نہیں فرمایا، اور میں نے بھی تعلیق میں کلام صرف اسی پر کیا ہے جہاں حضرت نے کلام کیا، لہٰذا اگر اسے اسی طرح چھاپا جائے گا تو اکثر جگہ پر بیاض رہ جائے گی اور یہ بات اچھی نہیں۔

پھر جب حضرت شیخ کی ''الابواب والتراجم لصحیح البخاری'' کی نئی طباعت مکمل ہوئی تو بندہ فقیر نے دوبارہ وہی فکر و سوچ حضرت شیخ کو پیش کی کہ لامع کو اصل قرار دیا جائے اور اس میں سے کچھ بھی نہ چھوڑا جائے اور اس میں بطریق دمج الابواب والتراجم کو داخل کر دیا

جائے اس سے بہت سارے بیاض کے باقی رہنے کا اشکال ختم ہو جائے گا اس لئے کہ حضرت شیخ نے ہر ترجمہ میں اس ترجمہ کا توحق ادا کر ہی دیا ہے، ساتھ یہ بھی کہ اس ترجمہ کے تحت جو احادیث آئی ہیں ان پر بھی کلام کبھی اجمالاً اور کبھی مفصلاً کیا ہے۔

ادھر حضرت شیخ کے نواسے مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری ان ایام میں حضرت شیخ کی اردو تقریر صحیح بخاری کے نشر کی تیاری کر رہے تھے تو میں نے حضرت شیخ کو عرض کیا کہ اگر لامع الدراری اور الابواب والتراجم کے دمج کے بعد بھی حاجت محسوس ہوئی تو آپ کی اس اردو والی تقریر سے اس حاجت کو پورا کر لیا جائے گا، اور پھر بھی اگر حاجت ہوئی تو آپ کی دوسری نئی مؤلفات سے یا دوسرے مراجع معتبرہ سے اس کو پورا کر لیا جائے گا، اس طرح یہ آپ کی اور امام ربانی حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی طرف منسوب ایک صحیح بخاری کی مکمل شرح بن جائے گی۔

حضرت نور اللہ مرقدہ وبرد مضجعہ نے اس رائے اور سوچ کی موافقت فرمائی لیکن مسکراتے ہوئے فرمایا دع هذا الآن فإذا مامت فعليك به حينئذ بمعية مولانا محمد عاشق الهي البرني۔ کہ ابھی تو اس کام کو رہنے دو، جب میں وفات پا جاؤں گا تو پھر مولانا محمد عاشق الٰہی کی معیت میں اس کام کو لازما کر لینا۔

اور واقعی ہم نے حضرت کے ارشاد مبارک کے مطابق اس کام کو اس وقت چھوڑ دیا حتی کہ حضرت کی وفات ہوگئی اور حضرت مدینہ منورہ میں یکم شعبان 1402ھ پیر کے دن اللہ کی رحمت کی طرف منتقل ہوگئے اور مسجد نبوی شریف میں نماز جنازہ ہوئی اور اپنے شیخ کے اقدام عالیہ اور آل بیت اطہار کے پڑوس جنت البقیع مدینہ منورہ علی صاحبہا افضل الصلاۃ والتسلیم میں مدفون ہوئے۔

اور اس کے بعد یہ فقیر مدرسہ صولتیہ میں کتب حدیث شریف کی تدریس میں مشغول ہوگیا اور مولانا عاشق الٰہی مدینہ منورہ میں علمی میدان میں منہمک رہے

اور میں نے حضرت مولانا عاشق الٰہی کو دو تین مرتبہ عرض کیا کہ اس کام کو شروع کرتے ہیں کیونکہ میں مدرسہ صولتیہ کی تدریس میں ہر ہفتہ میں دو دن فارغ ہوتا ہوں، تو ہر ہفتہ میں ان ہر دو دن میں اس مبارک کام کو جاری رکھیں گے، وہ فرماتے کہ شروع میں ایسا نہیں ہو سکتا بلکہ ضروری ہے کہ شروع میں کچھ مہینے آپ بالکل فارغ ہوں اور مدینہ منورہ میں رہیں، ہاں جب یہ کام ایک نہج معین پر چل پڑے تو پھر آپ چاہے ہر ہفتہ یا ہر مہینے کچھ ایام مخصوص کر لیں تو کوئی حرج نہیں ہوگا،

اور تجربہ سے بھی حضرت کی یہ بات صحیح ثابت ہوئی، اللہ حضرت مولانا کی خیر و برکات کے ساتھ حفاظت فرمائے رکھے۔

ادھر میرا قیام مکہ مکرمہ میں مبلغ دین محبوب عام وخاص حضرت کے مبارک خلیفہ اور میرے والد مکرم کی وجہ سے تھا اور حضرت شیخ نے ان کے ساتھ رہنے کا امر بھی فرمایا تھا اور ان کا گیارہ ذی الحجہ سنہ 1407ھ مکہ مکرمہ میں انتقال اور بارہ ذی الحجہ سنہ 1407ھ کو فجر کے بعد مسجد الحرام میں نماز جنازہ اور جنت المعلی میں حضرت فضیل بن عیاض کے پاس تدفین ہوگئی رحمہ اللہ۔

تو جب والد مکرم کا وصال ہو گیا اور حضرت شیخ کا کام میرے دل کو مشغول رکھتا تھا تو میں نے مشورہ اور استخارہ کر کے اپنے اہل خانہ سمیت مدینہ منورہ منتقل ہو گیا تا کہ حضرت شیخ کے منشاء کے مطابق حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی کی معیت میں مولانا عاشق الٰہی کی رائے کے مطابق باقاعدہ مدینہ منورہ میں رہ کر یہ کار خیر کر سکوں، چنانچہ اللہ نے اپنے فضل وکرم سے یہ کام آسان فرما دیا۔

اور جب اللہ کسی کام کا ارادہ فرما لیتے ہیں تو اس کے اسباب بھی مہیا فرما دیتے ہیں چنانچہ جیسے ہی میں حضرت مولانا عاشق الٰہی کے دار مبارکہ جو کہ مدینہ منورہ میں علم و عمل سے معمور ہے میں داخل ہوا تو حضرت نے اپنے کرم وعاطفت سے مجھے ڈھانپا اور پوری توجہ سے اس مبارک کام میں لگ گئے اور اس مبارک کام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے نیک نوجوان عالم فاضل مولانا جمیل احمد بن تصدق حسین بہاری مظاہری کو اللہ نے مدد کے طور پر

چن لیا، اللہ انہیں مزید خدمت علم ودین کے لئے قبولیت وہمت وچستی دیئے رکھے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ یہ بہت بڑے مبارک کام نتیجہ ہے حضرت مولانا عاشق الٰہی کے ارشادات وتوجیہات اور نسق وترتیب کا اور جیسا کہ یہ نتیجہ ہے عالم فاضل مولانا جمیل احمد مظاہری کے اس شرح کے مواد کے جمع کرنے کی کوشش کا، اللہ ان ہر دو حضرات کو جزاء خیر عطا فرمائیں اور اس مبارک مشروع میں برکت ڈالدیں اور اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں۔

(حضرت والا کا کلام ختم ہوا)

بندہ فقیر خلیل اللہ کو ہمارے حضرت کے بھائی اور خلیفہ خاص محترم حافظ عبد الصمد صاحب نے بتایا کہ حضرت جی کو اس شرح کو تیار کرنے میں تقریبا مسلسل 28 سال لگے، اور اب الحمد للہ پوری دنیا میں تقسیم بھی ہو چکی ہے، اللہ تعالی حضرت والا کی اس محنت کو قبول وممنون فرمائے، آمین۔

حضرت کو دین کے سارے شعبوں میں سے شعبہ تصوف یعنی شعبہ اصلاح نفس کے ساتھ سب سے زیادہ تعلق اور شغف تھا

حضرت کو ویسے تو دین کے سارے ہی شعبوں سے تعلق تھا جن کے لئے خوب دعائیں بھی کرتے تھے اور کئی شعبوں میں خود بنفس نفیس حصہ بھی لیتے تھے جیسا کہ کچھ کی مثالیں گزریں لیکن شعبہ تصوف کے ساتھ تو خاص تعلق تھا جس کے لئے حضرت نے باقاعدہ مکہ مکرمہ میں خانقاہ بنائی اور اس میں بہت اہتمام فرماتے جیسا کہ اس کی بھی کئی مثالیں گزریں، اور اس شعبہ تصوف کے لئے خوب اسفار کرتے تھے مجالس ذکر وورد خوب کرتے کراتے اور ترغیب دیتے اور اس میں اپنے مرشد ومربی حضرت شیخ الحدیث محمد زکریا رحمہ اللہ کے واقعات خوب سناتے کہ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کو اس کی طرف بہت ہی توجہ تھی، اور تحریرا بھی اس شعبہ کو بہت اہمیت دیتے تھے۔

چنانچہ تصوف کی اہمیت بیان کرتے ہوئے ہمارے حضرت نے اپنے رسالہ ''حضرت شیخ کی دینی فکر'' میں صفحہ نمبر 13 سے صفحہ نمبر 20 تک نو دس عناوین کے ساتھ اس کی اہمیت بیان کی ہے میں اس کو بعینہ ذکر کرتا ہوں تاکہ اس کی برکت حاصل ہو جسے حضرت نے خود تحریر فرمایا ہے حضرت والا صفحہ نمبر 14 پر تحریر فرماتے ہیں:

ہر کام کا وقت:

اس سیاہ کار کو تو اس مختصر یادگار میں حضرت شیخ (الحدیث) قدس سرہ کی مبارک زندگی کے چند حالات وواقعات ضبط کرنے ہیں، جن سے قارئین خود اندازہ لگالیں گے کہ حضرت والا کی زندگی میں کتنی جامعیت تھی اور یہ کہ حضرت (شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ) کے مدنظر ہمیشہ پورے کا پورا دین رہتا تھا (خلیل اللہ عرض کرتا ہے کہ یہی اثر ہمارے حضرت والا میں بھی منتقل ہوا) اور ہر چیز کو شریعت کی نظر سے ہی دیکھتے تھے اور اسی کے مطابق اس چیز کی قدر وقیمت ہوتی تھی۔

حضرت کی پوری زندگی گویا دین کا ایک ترازو تھی تحقیق سے دیکھنے والا اس سے یہ سمجھ سکتا تھا کہ دین کی کونسی چیز کس وقت کتنی اہم ہے اور کونسی کس وقت کتنی قیمتی ہے اور کون سی غیر ضروری اور محض تکلف ہے۔

اصل کام رضائے الٰہی:

اس میں ایک بنیادی واقعہ اب بھی اس سیاہ کار کے دل پر نقش ہے جبکہ میں تبلیغی جماعت میں ایک لمبا وقت لگا کر حضرت کی خدمت میں سہارنپور غالباً 1964ء میں حاضر ہوا اور بیعت کی درخواست کی تو حضرت نے اس سیاہ کار کے ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر بہت شفقت سے فرمایا تھا

کہ پیارے ایک بات غور سے سنو!

اصل مقصد نہ تو یہ بیعت ہے، نہ اس راہ کے ذکر واذکار، نہ مدارس اور خانقاہیں اور کہیں تم ناراض نہ ہو جانا، نہ تبلیغی جماعت میں وقت لگانا، بلکہ کوئی مفتی مجھ پر فتوی نہ لگا

دے نہ یہ نماز اصل ہے نہ روزہ نہ زکوۃ نہ حج، یہ سب اصل مقصود نہیں ہیں،

پتہ ہے اصل کیا ہے؟

اور پھر میرے سکوت پر مجھے گلے لگا کر فرمایا کہ بس اصل یہ ہے کہ بندہ خدا سے لپٹ جائے، اسے راضی کر لے۔ (حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ختم ہوا)

اور اس میں شک نہیں کہ یہ سب چیزیں اصل مقصود کے حصول کے لئے وسائل وذرائع عظیمہ ہیں اور شریعت مطہرہ نے ان میں سے ہر ایک کا درجہ متعین کیا ہے۔

اس سیاہ کار نے جو چند برس حضرت (شیخ الحدیث) کی خدمت میں گزارے ہیں اس میں ہمیشہ حضرت اقدس کی زندگی کے ہر عمل کو اس قیمتی نصیحت کا نمونہ پایا، حضرت (شیخ الحدیث) کی ہر ادا سے یہ محسوس ہوتا تھا کہ یہ کسی کو (یعنی محبوب حقیقی اللہ تعالی کو) راضی کرنے کی کوشش ہو رہی ہے، ساری زندگی ہی کا یہ حال تھا۔

”علم کے ساتھ تصوف وسلوک کا التزام“:

حضرت (شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ) کے ہاں ہمیشہ علمی شعبہ کے ساتھ ساتھ لازم وملزوم کی حیثیت سے تصوف وسلوک کا شعبہ رہا، اپنے مختلف ملفوظات، مکاتیب، تصانیف اور خصوصا رسالہ ”شریعت وطریقت کا تلازم“، میں اس کی ضرورت واہمیت پر مفصل کلام فرمایا اور حیات طیبہ کے آخری سالوں میں فی الجملہ دین کے اس اہم شعبہ کی طرف حضرت کی توجہ بہت زیادہ بڑھ گئی تھی اور جوں جوں وفات کا وقت قریب آتا گیا اس کی اہمیت اور نشر واشاعت پر حضرت (شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ) کا زور بڑھتا گیا، خطوط میں، زبانی، مجمعوں میں، اور مخصوص افراد کو تنہائیوں میں، ہر طرح سے اس کی طرف ترغیب دیتے رہے، خصوصا دینی اداروں مدارس ومراکز اور جمعیتوں اور جماعتوں کے کارکنان میں حضرت (شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ) کو بہت زیادہ فکر تھی کہ ایسے افراد بکثرت ہونے چاہئیں جو دین کے اس شعبہ سے باقاعدہ وابستہ ہوں اور مشائخ ومربیین کاملین سے تربیت کرا چکے ہوں اور خوب تلاوت واذکار واشغال مشائخ میں لگنے والے ہوں۔

تعلق مع اللہ وانابت الی اللہ اور دنیا سے بے تعلقی، دینی حمیت وحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی صفات کے حامل ہوں، چونکہ یہ چیزیں خود ان اداروں ومراکز ومدارس کے لئے مفید اور ضروری ہیں، کہ یہ امور بمنزلہ روح کے ہیں، اور جسم بغیر روح کے محض مردہ لاش ہوتا ہے۔

''پرانی خانقاہوں کے اجڑنے کا قلق'':

نیز پرانی خانقاہوں کے اجڑنے کا ہمیشہ حضرت (شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ) کو قلق وافسوس رہتا تھا، پرانی مشہور خانقاہوں کا ہمیشہ بہت حزن سے تذکرہ فرماتے اور آہیں بھرتے رہتے ان کے احیاء کی ہمیشہ فکر و کوشش کرتے رہتے نیز ان کے علاوہ نئی نئی خانقاہوں کی آبادی کی تمنا فرماتے اور اس کے لئے ترغیب وتحریض فرماتے، اکابر کے خلفاء کو بھی خطوط میں نہایت خوشامدانہ انداز سے اس طرف متوجہ فرماتے۔

نئی خانقاہوں کا اہتمام:

(حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ) خود اپنے مجازین کو بھی ہمیشہ اس کی ترغیب فرماتے کہ اپنے ہاں جم کر خانقاہی نظام قائم کریں، خصوصاً ذکر جہری کی مجلس اہتمام سے کرنے کی ترغیب فرماتے، رمضان شریف کے اعتکاف اور اس میں اس شعبہ کے امور کی طرف خصوصی توجہ اور اہتمام سے کرنے کرانے کی بھی بہت تاکید فرماتے۔

دور آخر میں طلبہ کے متعلق حضرت کا رویہ:

اخیر حیات میں طلبہ علوم دینیہ کو بھی ایام تدریس میں بیعت فرما لیتے اور آہستہ آہستہ سلوک بھی طے کرواتے اور فرمایا کرتے تھے کہ پہلے تو طلبہ میں اتنی لاپرواہی نہیں تھی، طلب علم کا بہت شوق تھا، ان خرافات ''اخبار ناول'' وغیرہ امور میں نہیں الجھتے تھے، اس لئے مشائخ سلوک میں لگنا ان کے طلب علم کے لئے حرج سمجھتے تھے، اور اسی وجہ سے ان کو بیعت کرنے سے بھی احتراز فرماتے تھے، مگر اب یہی سوچتا ہوں کہ اس ذکر وشغل وغیرہ میں یہ ''طلبہ'' لگ جاویں گے تو ان خرافات وبیکاریات سے محفوظ رہ کر دلجمعی سے طلب علم میں مشغول رہ سکیں گے۔

رمضان شریف کا اہتمام:

رمضان شریف میں اور خصوصا اعتکاف کے دوران حضرت کو کسی کی بھی بات چیت انتہائی گراں گزرتی تھی، ہمیشہ اعلان کرواتے تھے کہ جتنا چاہو کھاؤ، جب تک چاہو سوؤ، جتنا چاہو پڑھو، مگر بات چیت بالکل نہ کرو، مگر اس کے باوجود جب پچھلے سال آخری رمضان شریف افریقہ اسٹینگر میں گزرا اور آخری عشرہ میں جب تقریبا سب ہی متعلقین اعتکاف میں تھے، تو حضرت (شیخ الحدیث رحمہ اللہ) نے اپنے مخصوص خلفاء سے خود حکم فرمایا کہ سب افریقہ والے مجازین کو اکٹھا کر کے ان سے ترتیب بناؤ کہ کہاں کہاں مجالس ذکر ہوا کریں گی اور اس میں ان کے علاوہ اور کون کون شریک ہوا کریں گے اور ان مجالس ذکر کی باقاعدگی اور استمرار و مداومت کی کیا صورت ہوگی؟ جس پر یہ مجلس مشاورت تین چار رات لگاتار ہوتی رہی، اور کسی رات اس میں ڈیڑھ دو گھنٹہ بھی لگے، روزانہ حضرت کو اس کی کاروائی بھی سنائی جاتی، حضرت بہت ہی مسرت اور اہتمام سے اس کو سنتے اور بہت دعائیں دیتے۔

سفر افریقہ اور ذکر و مجلس ذکر کا تقاضہ:

یہی افریقہ کا سفر جب طے ہو گیا اور جزیرہ ریونین والوں کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے ایک وفد حضرت (شیخ الحدیث) کے متعلقین میں سے تین افراد کا مولانا سعید انگار صاحب کے ساتھ بھیجا، انہوں نے آکر (حضرت شیخ الحدیث سے) عرض کیا کہ حضرت افریقہ جاتے یا آتے جزیرہ ریو نیون ضرور تشریف لے چلیں، چاہے ایک دو روز کے لئے ہی، اور ہر طرح سے اس کا اصرار کرنے لگے، حضرت (شیخ الحدیث) نے ملتے ہی ان سے پوچھا تم یہ بتاؤ کہ اگر ہم تمہارے ہاں جائیں تو کتنی مجالس ذکر تم اپنے ہاں قائم کرو گے اور کتنے ذاکر تیار کرو گے؟ یہ لوگ اس مطالبے کو سن کر حیران رہ گئے اور سوچنے کے لئے وقت مانگا شام کو انہوں نے عرض کیا کہ ان شاء اللہ دو جگہ مجالس ذکر اور تقریبا چالیس پچاس ذاکرین کا وعدہ کیا۔

حضرت اس پر بہت خوش ہوئے اور فوراً وعدہ فرمالیا کہ ضرور چلیں گے، خدام نے بتایا بھی کہ ٹکٹ کے روٹ (میں) یہ ریو نیون نہیں آتا اور اس کے لینے سے ہر ٹکٹ پر کم از کم تین ہزار سعودی ریال مزید خرچہ آویں گے اور فرسٹ کلاس پر اس سے بھی تقریبا ڈیوڑھا، مگر حضرت نے فرمایا کہ پیسوں کی کوئی بات نہیں، جب یہ لوگ مجالس ذکر قائم کرنے کا اور ذاکرین تیار کرنے کا وعدہ کر رہے ہیں تو پھر ضرور چلیں گے اور ہم نے لینا ہی کیا ہے ان سے؟۔

ہر کام کا وقت:

نیز اس سفر میں حضرت صوفی اقبال صاحب نے حضرت سے رمضان کے فوراً بعد یہ عرض کیا کہ حضرت اجازت دیں تو وہ جنوبی افریقہ میں ہی ایک چلہ تبلیغی جماعت میں لگا لیں اور پھر حضرت کے مدینہ منورہ پہنچنے تک وہاں پہنچ جاویں، مگر حضرت نے سختی سے حکماً فرمایا کہ نہیں میرے ساتھ زامبیا و انگلینڈ چلو اور وہاں دار العلوم بری انگلینڈ میں رہ کر یہ دونوں رسالے لکھو۔

ایک برائے فضائل اعتکاف اور تبلیغ میں اس کی اہمیت

اور نمبر 2 صقالۃ القلوب

اس (دوسرے رسالہ) میں چاروں سلسلوں کے اذکار و اشغال جمع کیے گئے ہیں اور اذکار و اشغال کے بارے میں بالعموم ابحاث ہیں کہ دار العلوم بری کا ماحول اس کام کے لئے معین و مددگار ہوگا، باوجود محدثانہ و ناقدانہ مزاج ہونے کے آخیر حیات میں مجمع میں بھی اور اکثر خود بھی تصوف کی پرانی پرانی کتابیں سنتے رہتے، اس میں بعض عجیب عجیب واقعات و ملفوظات سننے میں آتے تو:

خُذ ما صفی ودَع ما كَدَر

کا معاملہ فرماتے اور بعض اوقات مسکرا کر فرماتے ”بہت اونچا مضمون ہے، ہماری سمجھ سے باہر ہے آگے چلو“ اور کبھی بعض علمائے کبار ہوتے اور ایسے مضامین آتے اور نظریں چار ہوتیں تو مسکرا دیتے اور ادھر وہ بھی مسکرا دیتے اور حضرت قاری سے فرماتے آگے

چلو آگے چلو۔

اور جب خاص خدام سے کبھی کوئی بات چل نکلتی تو بہت ہی گہرائی سے فرماتے ''بس اب تو یہی سننے میں مزا آتا ہے'' اسی طرح بزرگان دین ومشائخ تصوف کے تذکرے وسوانح بھی بہت مزے لے لے کر سنتے اور کئی کئی بار سنتے خصوصا حضرت گنگوہی رحمہ اللہ حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ نیز اپنے تمام اکابر سب ہی کی سوانح بہت محبت وشفقت سے سنتے۔

دور آخر کے مکاتیب میں سلوک (تصوف) پر زور:

اور بالعموم مکاتیب وملفوظات میں اس بارے میں نہایت تاکید سے فرماتے تھے کہ یہ شعبہ تصوف وسلوک دین میں بہت اہم مقام رکھتا ہے اور ہر شخص کو ذاتی طور پر خود بھی اور خصوصا جو لوگ کسی بھی دینی کام میں لگے ہوئے ہیں انہیں خصوصیت اور اہتمام سے اپنی اصلاح اہل حق مشائخ کاملین جو کہ اطباء روحانیین ہیں کے زیر نگرانی رہ کر کرانی چاہئے اور تمام رذائل وامراض قلب سے پاک ہو کر خصائل حمیدہ سے متزین ہونے کی سعی کامل کرنی چاہئے اور اس طریق کے اصول وضوابط کے ساتھ نہایت اہتمام وہمت کے ساتھ سلوک طے کرنا چاہئے اور اس شیطانی دھوکہ میں نہیں آنا چاہئے کہ میں تو دینی کام میں ہی لگا ہوا ہوں لہٰذا مجھے اس کی کیا ضرورت ہے؟ بلکہ یہ سمجھنا چاہئے کہ اس وجہ سے تو ضرورت اور بڑھ گئی کہ اگر یہ امراض قلبیہ اور رذائل باطنیہ سے خلاصی نہ ہوئی اور اس دینی کام میں لگا رہا تو خدانخواستہ اس دینی کام کے بھی نقصان کا خطرہ ہے کہ پتہ نہیں کہاں شیطان راہ مارلے اور اگر ان امراض سے پاک ہو کر خصائل حمیدہ سے مزین ہو کر اور صفات قبولیت پیدا کرتے ہوئے اس دینی کام میں لگے گا تو ان شاء اللہ خود اس کو بھی اس کی برکت سے حصہ ملے گا اور اس دینی کام میں بھی بے انتہا برکت ہوگی اور قبولیت باری سے نوازا جائے گا کہ وہی اصل منزل مقصود ہے، (ہمارے حضرت والا کا کلام حضرت کے اپنے رسالہ ''حضرت شیخ الحدیث کی دینی فکر'' سے ختم ہوا)۔

قاری الحروف حضرات سے اور کسی بھی دینی کام میں لگے ہوئے حضرات سے خصوصا درخواست ہے کہ حضرت شیخ الحدیث کی یہ آخری خط کشیدہ دو عبارتوں کو خاص کر غور سے پڑھیں اور سوچیں کہ کیا آپ ان پر عمل پیرا ہیں یا نہیں؟ پھر اگر عمل پیرا ہیں تو اللہ کا خوب شکر کریں اور جس بھی دینی کام میں لگے ہوئے ہیں دل وجان سے خوب کریں اور اگر عمل پیرا نہیں تو خدارا جلدی ان پر عمل پیرا ہو جائیں ورنہ حضرت شیخ الحدیث جو کہ قطب الاقطاب ہیں کے کہنے کے مطابق ایسی صورت میں اس دینی کام کے بھی نقصان کا خطرہ ہے اور پتہ نہیں کہاں شیطان اس کی راہ مار لے۔

اور یہ بھی پیچھے حضرت شیخ الحدیث کی ''فتنہ مودودیت'' سے یہ بات نقل ہو چکی کہ ''بہر حال ہم لوگ جماعتی حیثیت سے اس زمانہ میں تقلید کو ضروری سمجھتے ہیں اور اسلاف نے جو اجتہاد کے لئے شرائط لکھی ہیں وہ آج کل کے علماء میں مفقود پاتے ہیں، اسی طرح شرعی تصوف کو تعلق مع اللہ اور حلاوت ایمان اور ایمانی صفات پیدا کرنے اور پیدا ہونے کے لئے اقرب الطرق سمجھتے ہیں، اس لئے جو شخص ان دونوں چیزوں میں ہمارے مخالف ہے وہ یقینا ہماری جماعت سے علیحدہ ہے، دیوبندی مسلک میں یہ دونوں چیزیں بڑی اہم ہیں۔'' فقط۔

اب یہاں بھی ذرا ایک لحظ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کا مقام سوچئے پھر یہ مذکورہ خط کشیدہ عبارت پڑھئے خاص کر یہ کہ ''جو شخص ان دونوں چیزوں (تقلید اور شرعی تصوف) میں ہمارے مخالف ہے وہ یقینا ہماری جماعت سے علیحدہ ہے۔'' حضرت مخالفِ تصوف کو اپنی اہل حق کی جماعت سے علیحدہ سمجھتے ہیں بلکہ تاکید کا لفظ ''یقینا'' لگا کر فرماتے ہیں وہ یقینا ہماری جماعت سے علیحدہ ہے، اور اگر کوئی مخالف نہ بھی ہو تب بھی حضرت شیخ الحدیث کے اس فرمان کو سوچیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ (ہم) اس تصوف (یعنی کسی باسند پیر سے تعلق قائم کر کے باقاعدہ اس کی تعلیمات پر عمل کر کے اپنے ظاہر و باطن کی اصلاح کرانے اور اپنے امراض قلبیہ کو دور کرنے) کو تعلق مع اللہ اور حلاوت ایمان اور ایمانی صفات پیدا کرنے کے لئے قریب ترین راستہ سمجھتے ہیں۔ تو جو شخص اس تصوف والے راستہ کو اختیار نہیں کرتا تو وہ حضرت شیخ الحدیث کی تحقیق کے مطابق تعلق مع اللہ اور حلاوت ایمان اور ایمانی صفات

پیدا کرنے کے لئے قریب ترین راستہ کو چھوڑنے والا بھی ہے اور حضرت شیخ کی تحقیق کے مطابق ایسی صورت میں اس کے اس دینی کام کو بھی نقصان کا خطرہ ہے جس کو وہ کر رہا ہے اور پتہ نہیں کہاں شیطان اس کی راہ مار لے۔

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''شریعت وطریقت کا تلازم'' کا عربی میں ترجمہ کرنا:

ہمارے حضرت نے اس تصوف کی اہمیت ہی کی بنا پر حضرت شیخ الحدیث کی کتاب ''شریعت وطریقت کا تلازم'' کی تعریب کی یعنی اس کا عربی میں ترجمہ کیا جس کا نام تلازم الشریعۃ والطریقۃ رکھا، کیونکہ اس میں حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے شعبہ تصوف کی ضرورت واہمیت اور اس کے متعلقات کو خوب کھول کر بیان کیا ہے

اور پھر اسی تصوف کی اہمیت ہی کی بنا پر ہمارے حضرت نے اس شعبہ تصوف پر اپنی جان لگا دی، اسی پر ملک ملک شہر شہر قریہ قریہ بستی بستی مارے مارے پھرتے رہے اور اس شعبہ تصوف کی اہمیت اجاگر کرتے رہے، اور خلق خدا کو اپنے محبوب حقیقی اللہ تعالی شانہ کی طرف کھینچ کر لاتے رہے اور ان کے دل دھوتے رہے، اور اس محنت کے ضمن میں حضرت نے اپنے (200) سے کچھ زائد خلفاء بھی تیار کئے (جن کی فہرست آئندہ آرہی ہے) اور آخر میں اسی شعبہ تصوف ہی کی خدمت میں اپنے دیار مکہ ومدینہ سے، بہت دور دنیا کے آخری کونے ساؤتھ افریقہ میں اپنی جان دے دی، **رحمه الله رحمة واسعة ونور الله مرقده وبرد مضجعه**، اور بفضل اللہ مدینہ منورہ بقیع میں تدفین ہوئی اللہ ہم سب کو بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

تنبیہ: بندہ فقیر خلیل اللہ یہاں تک لکھ چکا تھا کہ حضرت کے خلیفہ اجل مفتی محمد شاہد محمود صاحب نے حضرت کے امور تصوف پر ایک تحریر لکھی ہے اور اس میں حضرت کے خلفاء کرام کی بعض خانقاہوں کی فہرست بھی ذکر کی ہے تو اس تحریر کو یہاں ذکر کرنا بہت مناسب ہے اس لئے اس کو یہاں ذکر کرتا ہوں۔

تحریر حضرت مفتی شاہد محمود صاحب

متعلقہ امور تصوف حضرت رحمہ اللہ

حضرت شیخ عبد الحفیظ مکی نور اللہ مرقدہ نے اپنے شیخ حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں وہ آخری (16) سال لگائے جس میں حضرت شیخ الحدیثؒ مولانا محمد زکریا کاندھلوی نور اللہ مرقدہ نے اپنے آپ کو تصوف اور خانقاہوں کے احیاء کے لئے وقف کر دیا تھا۔

حضرت مکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان تمام ایام کو خوب وصول کیا، اپنے شیخ کے قابل اعتماد معتمد تھے، حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ اپنے اسفار کے لئے استخارہ بھی انہیں سے کروایا کرتے تھے جس کا ذکر حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی آپ بیتی میں بھی کیا، اور اتنا اعتماد تھا کہ حضرت کے اسفار کی تمام دعائیں حضرت کے ذمہ ہوتی تھیں جب حضرت شیخ الحدیث ضعیف ہوئے تو ان کے بیعت کے کلمات بھی حضرت مکی رحمۃ اللہ علیہ بلند آواز سے دہرایا کرتے تھے، انگلینڈ کے بعض حضرات نے اس کو ریکارڈ بھی کیا، جو اب حال ہی میں پوری دنیا میں پھیلادی گئی ہے۔

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد حضرت مکی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ کی اس کڑھن اور فکر کو لیکر دنیا کے کونے کونے میں تشریف لے گئے اور پوری دنیا میں مجالس ذکر کا احیاء کیا، حضرت کے دوسو سے زائد خلفاء اس کا بیّن نمونہ ہیں، جن کی فہرست ہم آئندہ ان شاء اللہ ذکر کرتے ہیں۔

حضرت نے سعودی عرب، دبی، پاکستان، انڈیا، بنگلہ دیش، ساؤتھ افریقہ، انگلینڈ، جرمنی، انڈونیشیا، آسٹریلیا، بارباڈوس، نیپال سب میں پوری زندگی پُر مشقت خانقاہی اسفار کئے، اور اپنے آخری ساؤتھ افریقہ کے خانقاہی سفر میں ہی اپنی جان اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کردی۔

حضرت کے خلفاء کرام جنہوں نے پاکستان میں خانقاہیں قائم کیں

نوٹ: یہ فہرست چارسال پہلے کی ہے، اب اور بہت ساری خانقاہیں قائم ہو چکی ہیں اور مختلف ممالک حضرت کے خلفاء کرام خانقاہیں قائم کی ہیں۔

حضرت الحاج محمد بوستان صاحب ﷾ (میرپور آزاد کشمیر) حضرت مولانا اسعد محمود مکی ﷾ (فیصل آباد) حضرت پیر شکیل اختر صاحب ﷾ (پشاور) حضرت صوفی حبیب الرحمن ﷾ (مردان) حضرت مولانا رحمت اللہ خان ﷾ (لکی مروت) حضرت ڈاکٹر احمد علی سراج ﷾ (ڈیرہ اسماعیل خان) حضرت مولانا مسعود احمد ﷾ (ڈیرہ اسماعیل خان) حضرت مولانا شفیع اللہ ﷾ (ٹانک) حضرت مولانا عبد الصمد سیال ﷾ (راولپنڈی) حضرت مولانا مفتی شاہد محمود ﷾ (راولپنڈی) حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمن ﷾ (لاہور) حضرت مولانا قاری غلام یاسین ﷾ (بہاولپور) حضرت مولانا حکیم کفیل الرحمن ﷾ (ہارون آباد) حضرت مفتی عبیداللہ انور ﷾ (چشتیاں) حضرت مولانا جاوید الرحمن ﷾ (کراچی) محترم الحاج مظہر الحق ﷾ (کراچی) محترم الحاج عابد سولیمہ ﷾ (کراچی) حضرت مولانا حافظ محمد اظہر ﷾ (کراچی) حضرت مولانا ظہور میمن ﷾ (ھالہ سندھ) حضرت قاری سیف اللہ سندھی ﷾ (سکھر) حضرت مولانا عبداللہ میمن ﷾ (ہالہ سندھ) حضرت مولانا عبدالعزیز ﷫ (گوجمالی سندھ) حضرت مولانا ڈاکٹر مخدوم روشن ﷾ (حیدرآباد سندھ) حضرت مولانا سراج جمالی ﷾ (سکھر سندھ) حضرت مولانا حبیب اللہ ﷾ (رحیم یارخاں) حضرت مولانا پروفیسر علی اصغر ﷾ (چینسرہ) حضرت مولانا محمد صادق ﷾ (اہل مانسہرہ) حضرت مولانا قاضی محمود الحسن ﷾ (مظفرآباد، آزادکشمیر) حضرت مولانا کلیم اللہ جمیل ﷾ (رائیونڈ)

(حضرت مفتی شاہد حفظہ اللہ کا کلام مکمل ہوا)

فہرست اسماء گرامی

خلفاء ومجازین حضرت شیخ عبدالحفیظ مکی نوراللہ مرقدہ

نمبر شمار	مقام نمبر شمار	سعودی عرب کے مجازین حضرات	مقام سکونت	ملاحظات
1	1	حضرت مولانا اسعد محمود مکی صاحب	مکہ مکرمہ	
2	2	(حضرت مولانا قاری) خلیل اللہ صاحب	مکہ مکرمہ	
3	3	حضرت مولانا حافظ عبدالصمد ملک صاحب	مکہ مکرمہ	
4	4	حضرت مولانا عامر عبدالرؤف ملک صاحب	مکہ مکرمہ	
5	5	حضرت حکیم امیر علی قریشی صاحب	مکہ مکرمہ	مقام تدفین لنیشیا جوہانسبرگ افریقا
6	6	حضرت مولانا مفتی عدنان بٹ صاحب	مکہ مکرمہ	
7	7	حضرت مولانا عمر بن عبدالحفیظ ملک صاحب	مکہ مکرمہ	
8	8	حضرت مولانا محمد بن زبیر ملک صاحب	مکہ مکرمہ	
9	9	حضرت مولانا احمد نواز صاحب	مکہ مکرمہ	
10	10	حضرت مولانا احمد بن عبدالوحید ملک صاحب	مدینہ منورہ	
11	11	حضرت انیس بن حکیم ظفر صاحب	مدینہ منورہ	
12	12	حضرت مولانا محمد بن عبدالوحید ملک صاحب	مدینہ منورہ	
13	13	حضرت قاسم محمد ملک صاحب	مدینہ منورہ	
14	14	حضرت حافظ سلمان سہیل بٹ صاحب	مکہ مکرمہ	
15	15	حضرت مولانا عبداللہ حافظ صاحب	مدینہ منورہ	

16	16	حضرت مولانا ڈاکٹر سعید احمد بن عنایت اللہ	مکہ مکرمہ	
17	17	حضرت مولانا ڈاکٹر احمد علی سراج صاحب	مدینہ منورہ	
18	18	حضرت مولانا ڈاکٹر محمد الیاس فیصل صاحب	مدینہ منورہ	
19	19	حضرت شیخ محمد اکرم صاحب	مدینہ منورہ	
20	20	حضرت مولانا محمد جعفر روح القسط صاحب	مدینہ منورہ	
21	21	حضرت حافظ عبداللہ ملک صاحب	مکہ مکرمہ	
22	22	حضرت مولانا عبدالمجید جامی صاحب	مدینہ منورہ	

نمبر شمار	مقامی نمبر شمار	پاکستان (سندھ) کے مجازین حضرات	مقام سکونت	ملاحظات
23	1	حضرت مولانا مفتی عبدالحلیم صاحب	کراچی	
24	2	حضرت مولانا مفتی اقبال احمد شہید	کراچی	مقام شہادت کراچی
25	3	حضرت مولانا مفتی فیض اللہ آزاد صاحب	کراچی	
26	4	حضرت الحاج محمد عابد مجید سلیجہ صاحب	کراچی	
27	5	حضرت مولانا الحاج محمد مظہر الحق صاحب	کراچی	
28	6	حضرت مولانا حافظ محمد اظہر صاحب	کراچی	
29	7	حضرت ڈاکٹر مرزا آغا نوشاد بیگ صاحب	کراچی	
30	8	حضرت کرنل (ر) جاوید انجم اقبال صاحب	کراچی	
31	9	حضرت مولانا قاری سعادت اللہ خان صاحب	کراچی	
32	10	حضرت ڈاکٹر محمد یعقوب صاحب	کراچی	
33	11	حضرت حافظ اقبال یوسف صاحب	کراچی	

34	12	حضرت مولانا عبدالوحید کشمیری صاحب	کراچی	
35	13	حضرت سید اطہر عظیم صاحب	کراچی	
36	14	حضرت مولانا محمد اکرم رضی صاحب	کراچی	
37	15	حضرت مولانا جاوید الرحمن اختر صاحب	کراچی	
38	16	حضرت مولانا عبدالحمید برمی صاحب	کراچی	
39	17	حضرت مولانا یحییٰ لدھیانوی صاحب	کراچی	
40	18	حضرت مولانا مفتی ظل الرحمن صاحب	کراچی	
41	19	حضرت حاجی ہدایت اللہ صاحب	کراچی	مقام تدفین کراچی
42	20	حضرت الحاج محمد اختر صاحب	کراچی	
43	21	حضرت مولانا محمد یاسر صاحب	کراچی	
44	22	حضرت حاجی اشتیاق احمد صاحب	کراچی	
45	23	حضرت مولانا عامر عبدالعزیز صاحب	کراچی	
46	24	حضرت مولانا عبدالعزیز خاشخیلی صاحب	گوٹھ باگو جمالی نیو سعید آباد	مقام تدفین گوٹھ باگو جمالی
47	25	حضرت مولانا علی شیر حیدری شہید صاحب	خیر پور	مقامِ شہادت خیر پور
48	26	حضرت قاری سیف اللہ صاحب سندھی	سکھر	
49	27	حضرت مولانا سراج الحق جمالی صاحب	سکھر	
50	28	حضرت مولانا ظہور احمد میمن صاحب	نیو ہالہ	
51	29	حضرت مولانا عبداللہ احمد میمن صاحب	نیو ہالہ	
52	30	حضرت مولانا مفتی اکمل صاحب	نواب شاہ	

53	31	حضرت مولانا مفتی اختر حسین صاحب	کراچی	
54	32	حضرت حافظ محمد سبحان صاحب	کراچی	
55	33	حضرت مولانا محمد فاروق صاحب	کراچی	
56	34	حضرت مولانا ڈاکٹر مخدوم روشن صاحب	حیدرآباد	

نمبر شمار	مقامی نمبر شمار	پاکستان (پنجاب) کے مجازین حضرات	مقام سکونت	ملاحظات
57	1	حضرت مولانا قاری عمر فاروق عباسی	رحیم یار خان (مری)	مقامِ تدفین بھوربن مری
58	2	حضرت مولانا قاری غلام یٰسین صدیقی صاحب	بہاولپور	
59	3	حضرت مولانا محمد مسعود اظہر صاحب	بہاولپور	
60	4	مولانا غلام مرتضیٰ صاحب	خیرپور ٹامیوالی	مقام تدفین کوٹ اعظم
61	5	حضرت مولانا بشیر احمد شاہ صاحب	چشتیاں	
62	6	حضرت مولانا مفتی عبیداللہ انور صاحب	چشتیاں	
63	7	حضرت مولانا محمد شفیع عطار صاحب	میکلوڈ گنج منچن آباد	مقام تدفین میکلوڈ گنج
64	8	حضرت مولانا آصف شاہ بخاری صاحب	ملتان	
65	9	حضرت مولانا عبدالستار رحمانی صاحب	ڈیرہ غازی خان	مقام تدفین ڈیرہ غازیخان
66	10	حضرت مولانا مفتی نعمان رحمانی صاحب	ڈیرہ غازیخان	

67	11	حضرت مولانا عبدالجبار صاحب	ساہیوال	تدفین ساہیوال
68	12	حضرت الحاج چوہدری عبدالرحمن صاحب	ٹوبہ ٹیک سنگھ	مقام تدفین ٹوبہ ٹیک سنگھ
69	13	حضرت مولانا پروفیسر علی اصغر صاحب	فیصل آباد	
70	14	حضرت مولانا خلیل الرحمن انوری صاحب	فیصل آباد	
71	15	حضرت مولانا محمد الیاس چنیوٹی	چنیوٹ	
72	16	حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب	سمندری	تدفین سمندری
73	17	حضرت مولانا سعید احمد میواتی صاحب	رائیونڈ	
74	18	حضرت مولانا مفتی محمد عتیق الرحمن صاحب	لاہور	
75	19	حضرت مولانا حافظ لیاقت لاہوری صاحب	لاہور	
76	20	حضرت احمد معاذ صاحب	لاہور	
77	21	حضرت مولانا قاضی محمد عمر اختر صاحب	جھاوریاں	
78	22	حضرت مولانا قاری عبدالصمد صاحب	گوجرانوالہ	حال مقیم جوہانسبرگ افریقہ
79	23	حضرت الحاج خالد فاروق صاحب	جہلم	
80	24	حضرت مولانا حافظ بشیر احمد صاحب	راولپنڈی	
81	25	حضرت ڈاکٹر محمد عنایت دلبر صاحب	راولپنڈی	تدفین راولپنڈی
82	26	حضرت مولانا عبدالصمد سیال صاحب	راولپنڈی	
83	27	حضرت مولانا مفتی شاہد محمود صاحب	راولپنڈی	
84	28	حضرت مولانا الیاس گھمن صاحب	سرگودھا	

85	29	حضرت مولانا قاری رفیق احمد وجھوی صاحب	لاہور	
86	30	حضرت مولانا حفیظ اللہ صاحب	لاہور	
87	31	حضرت مولانا ڈاکٹر محمد الیاس صاحب	اسلام آباد	
88	32	حضرت مولانا ڈاکٹر طفیل ہاشمی صاحب	اسلام آباد	
89	33	حضرت مولانا کلیم اللہ جمیل صاحب	رائیونڈ	
90	34	حضرت مولانا سید مزمل شاہ صاحب	لاہور	
91	35	حضرت مولانا نعمان الحق ربانی صاحب	ٹوبہ ٹیک سنگھ	
92	36	حضرت مفتی حبیب اللہ عبدالعزیز صاحب	رحیم یار خان	
93	37	حضرت حکیم کفیل الرحمن صاحب	ہارون آباد	
94	38	حضرت مولانا عبدالعزیز نعمانی	بورے والا	

نمبر شمار	مقامی نمبر شمار	پاکستان (خیبر پختونخواہ) کے مجازین حضرات	مقام سکونت	ملاحظات
95	1	حضرت سید عبدالماجد شاہ	ہری پور ہزارہ	مقام تدفین ڈھینڈا ہری پور
96	2	حضرت مولانا عبدالعزیز کشمیری صاحب	گڑھی حبیب اللہ	مقام تدفین گڑھی حبیب اللہ
97	3	حضرت صوفی حبیب الرحمن صاحب	مردان	
98	4	حضرت مولانا سراج الحق شہید	مردان	مقام شہادت مردان

99	5	حضرت علی سید باچا صاحب	مردان	
100	6	حضرت مولانا یوسف قریشی صاحب خطیب مسجد مہابت خان	پشاور	مقام تدفین پشاور
101	7	حضرت الحاج عبدالودود شہید	پشاور	مقام شہادت پشاور
102	8	حضرت پیر شکیل احمد صاحب	پشاور	
103	9	حضرت مولانا قاضی مفتی جمیل اللہ صاحب	چترال	
104	10	حضرت مولانا رحمت اللہ حقانی صاحب	لکی مروت	
105	11	حضرت مولانا پیر شفیع اللہ خان صاحب	ٹانک	
106	12	حضرت مولانا قاری مسعود احمد صاحب	ڈیرہ اسماعیل خان	
107	13	حضرت حاجی ریاست علی صاحب	ڈیرہ اسماعیل خان	
108	14	حضرت قاری حسین احمد صاحب	ڈیرہ اسماعیل خان	
109	15	حضرت مولانا صادق حسین عبدالواحد	اہل مانسہرہ (چھتر)	
110	16	حضرت صوفی حمید اللہ خان صاحب	پشاور	
111	17	حضرت مولانا محمد یوسف اورکزئی	ہنگو کوہاٹ	
112	18	حضرت مولانا پروفیسر رحمت نبی صاحب	پشاور	

نمبر شمار	مقامی نمبر شمار	پاکستان (آزاد کشمیر) کے مجازین حضرات	مقام سکونت	ملاحظات
113	1	حضرت مولانا محمد یٰسین خان صاحب	منگ۔ آزاد کشمیر	
114	2	حضرت مولانا قاضی محمود الحسن صاحب	مظفر آباد۔ آزاد کشمیر	

نمبر شمار	مقامی نمبر شمار	انگلینڈ کے مجازین حضرات	مقام سکونت	ملاحظات
115	1	حضرت الحاج محمد بوستان صاحب		
116	2	حضرت حافظ فضل صاحب		مرحوم
117	3	حضرت الحاج فضل الرحمن صاحب		
118	4	حضرت حافظ محمد احمد پٹیل صاحب		
119	5	حضرت شبیر داجی صاحب		
120	6	حضرت مولانا اسماعیل ناخدا صاحب		
121	7	حضرت حاجی عبدالعزیز صاحب		
122	8	حضرت محمد آصف صاحب		
123	9	حضرت الحاج صادق بھیات صاحب		
124	10	حضرت مولانا قاری محمد طیب عباسی صاحب		
125	11	حضرت ڈاکٹر عبدالکریم گھی والا		لیسٹر
126	12	حضرت محمد حسین سیدات		لیسٹر

127	13	حضرت مولانا عبدالرشید صاحب ربانی		امیر جمعیت علماء اسلام

انگلینڈ یہ آخری ساتھی ہیں جن کو حضرت نے 3 دسمبر 2016 بمطابق 2 ربیع الآخر 1438ھ واجازت بیعت مرحمت فرمائی

نمبر شمار	مقامی نمبر شمار	ساؤتھ افریقہ کے مجازین حضرات	مقام سکونت	ملاحظات
128	1	حضرت مولانا ابراہیم آدم صاحب	کیپ ٹاؤن	مقام تدفین کیپ ٹاؤن
129	2	حضرت مولانا جنید ہاشم صاحب	جوہانسبرگ	
130	3	حضرت مولانا عبدالخالق علی صاحب	کیپ ٹاؤن	
131	4	حضرت سردار بہادر صاحب	بےنونی جوہانسبرگ	مقام تدفین بےنونی
132	5	حضرت یونس سیدات صاحب	ڈربن	
133	6	حضرت مولانا زبیر افریقی صاحب	لنیشیا۔ جوہانسبرگ	
134	7	حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب	کیپ ٹاؤن	
135	8	حضرت حاجی غلام حسین صاحب	باربرٹن	تدفین باربرٹن
136	9	حضرت موسیٰ پٹیل صاحب	پیٹرمیرزبرگ	
137	10	حضرت مولانا محمد اسلم سلیمان میمن صاحب	پیٹرمیرزبرگ	
138	11	حضرت حافظ حسین کولیا صاحب	روشنی	

139	12	حضرت مولانا زکریا پٹیل صاحب	پیٹر میرز برگ	
140	13	حضرت مولانا عبداللہ کولیا صاحب	روشنی	
141	14	حضرت مولانا محمود اکرم صاحب	نیوکاسل	
142	15	حضرت مولانا شہید الیگزنڈر صاحب	کیپ ٹاؤن	
143	16	حضرت الحاج احمد زمان صاحب	پیٹر میرز برگ	
144	17	حضرت مولانا اشرف صاحب	کیٹ ٹاؤن	
145	18	حضرت مولانا مفتی عبدالصمد ڈیسائی صاحب	پیٹر میز برگ	
146	19	حضرت عبدالرحمن بانا صاحب	برٹس	
147	20	حضرت حافظ ایوب صاحب	پیٹر میرز برگ	
148	21	حضرت مولانا اقبال صاحب	کیپ ٹاؤن	
149	22	حضرت حافظ عبداللہ ابراہیم صاحب	برٹس	
150	23	حضرت مولانا عبدالرحمن مجاہد صاحب	لویٹری کھاٹ	
151	24	حضرت مولانا مفتی زبیر بھیات صاحب	ڈربن	
152	25	حضرت مولانا قاری اسداللہ صاحب	روشنی (کالاپانی)	مقام تدفین روشنی
اندومان				
153	26	حضرت مولانا داؤد سیمسن صاحب	کیپ ٹاؤن	

154	27	حضرت مولانا مفتی علاءالدین صاحب	لنیشیا (دار العلوم زکریا)	مقام تدفین لنیشیا جوہانسبرگ
155	28	حضرت مولانا یوسف بھامجی صاحب	برٹس	
156	29	حضرت اظہر راجہ صاحب	جوہانسبرگ	
157	30	حضرت قاری شبیر صاحب	ہاوک پیٹر میرزبرگ	پیٹرمیرزبرگ
158	31	حضرت مولانا مفتی محمد اشرف صاحب	سپرینگ	جامعہ محمودیہ
159	32	حضرت ابراہیم حسین شیخ صاحب	ڈربن	
160	33	حضرت مولانا محمد عمران وعید صاحب	ڈربن	
161	34	حضرت مولانا نذیر محمد کرولیا صاحب	بے نونی جوہانسبرگ	
162	35	حضرت احمد سعید راجا صاحب	جوہانسبرگ	
163	36	حضرت مولانا اسماعیل پٹیل صاحب	پیٹرمیرزبرگ	
164	37	حضرت مولانا حافظ نعیم راجہ صاحب	رستن برگ	
165	38	حضرت الحاج عبد الستار موزر عطر جی	کیپ ٹاؤن	
166	39	حضرت حافظ محمد زکریا ایوب محمود صاحب	ویرلم ڈربن	

167	40	حضرت مولانا عبد الرحمن بن مولانا عبدالحمید صاحب	جوہانسبرگ	

نمبر شمار	مقامی نمبر شمار	بنگلادیش کے مجازین حضرات	مقام سکونت	ملاحظات
168	1	حضرت مولانا مفتی بلال حسین صاحب	ڈھاکہ	
169	2	حضرت مولانا شفیق الرحمن صاحب	ڈھاکہ	
170	3	حضرت مولانا زبیر صاحب	ککرائل ڈھاکہ	
171	4	حضرت مولانا ربیع الحق صاحب	ککرائل مسجد ڈھاکہ	
172	5	حضرت مولانا زبیر چاٹگامی صاحب	چٹاگام	
173	6	حضرت مولانا محمد اللہ صاحب	ڈھاکہ	
174	7	حضرت مولانا مفتی فضل الحق صاحب	بی باڑیا	
175	8	حضرت مولانا مفتی مسعود الرحمن صاحب	ڈھاکہ	
176	9	حضرت مولانا ڈاکٹر مشتاق احمد صاحب	ڈھاکہ	
177	10	حضرت مولانا عمر فاروق صاحب	ڈھاکہ	
178	11	حضرت مولانا احسان اللہ سندیپی صاحب	ڈھاکہ	
179	12	حضرت مولانا محمد حفظ الرحمن صاحب	ڈھاکہ	
180	13	حضرت مولانا مفتی شمس الحق صاحب	چاندپور کملا	

181	14	حضرت مولانا نعمان احمد صاحب	ڈھاکہ	
182	15	حضرت مولانا عبدالرب یوسفی صاحب	سلہٹ	
183	16	حضرت مولانا مفتی شعیب ابراہیم صاحب	گوپال گنج	
184	17	حضرت مولانا مفتی عارف الاسلام صاحب	لکمرائل	
185	18	حضرت مولانا اکرم علی صاحب	فرید پور	
186	19	حضرت مولانا انیس الرحمن صاحب	ڈھاکہ	
187	20	حضرت مولانا ابوالبشر صاحب	شاہ تلی	
188	21	حضرت حاجی اکبر صاحب	ڈھاکہ	
189	22	حضرت مولانا مفتی احمد علی صاحب	ڈھاکہ	
190	23	حضرت مولانا شوکت علی صاحب	ڈھاکہ	
191	24	حضرت مولانا مشتاق احمد صاحب	کھلنا	
192	25	حضرت مولانا نورالدین صاحب	ڈھاکہ	
193	26	حضرت مولانا مفتی عبدالغفور صاحب	ٹنگائل	حال مقیم کراچی
194	27	حضرت مولانا مفتی بشیر اللہ صاحب	ڈھاکہ	
195	28	حضرت مولانا شمس الدین ضیاء صاحب	چٹاگام مدرس جامعہ پٹیہ	
196	29	حضرت مولانا مفتی جعفر احمد صاحب	ڈھاکہ	
197	30	حضرت مولانا شبیر احمد صاحب	کھلنا	

198	31	حضرت مولانا مفتی عبیداللہ صاحب	ڈھاکہ	
199	32	حضرت مزمل الحق صاحب	ڈھاکہ	
نمبر شمار	مقامی نمبر شمار	ہندوستان کے مجازین حضرات	مقام سکونت	ملاحظات
200	1	حضرت مولانا سید جعفر صاحب سہارنپوری	سہارنپوری	
201	2	حضرت قاری احمد علی گجراتی صاحب	گجرات	
202	3	حضرت منشی محمد یعقوب صاحب	میرٹھ	
203	4	حضرت مولانا محمد امین کشمیری صاحب	جموں کشمیر	
204	5	حضرت مولانا عبدالغنی ازہری	جموں کشمیر	
205	6	حضرت پروفیسر عثمان خان صاحب		
206	7	حضرت انصر علی صاحب رحمہ اللہ		
207	8	حضرت مولانا محمد حسن صاحب	یوپی	
208	9	حضرت مفتی عبدالرشید قاسمی صاحب	جموں کشمیر	
نمبر شمار	مقامی نمبر شمار	دیگر متفرق ممالک کے مجازین حضرات	مقام سکونت	ملاحظات
209	1	حضرت مولانا اشرف صاحب	بارباڈوس	
210	2	حضرت مولانا مفتی نظام الدین قاسمی صاحب	نیپال	
211	3	حضرت مولانا محمد زکریا بدات	فلوریڈا امریکہ	

سلسلہ طریقت حضرت اقدس جامع شریعت وطریقت

حضرت شیخ مولانا عبدالحفیظ مکی نور اللہ مرقدہ

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں اہل حق کے ساتھ جوڑ کر اہل حق میں سے بنایا جن کا کوئی بھی کام بغیر سند ودلیل کے نہیں ہوتا تو شعبہ تصوف میں بھی الحمد للہ ہمارے اکابر اہل حق بغیر سند کے نہیں ہیں، اور جیسا کہ ہمارے حضرت کا سلسلہ سند حدیث محفوظ ہے جو حضرت کی ذاتی سیرت میں مفصل گذر چکا، بالکل اسی طرح حضرت والا کا سلسلہ سند طریقت بھی الحمد للہ محفوظ ہے جسے ہم قارئین کرام کے سامنے من الاعلی الی الادنی کے طریق پر پیش کرتے ہیں:

(1) سید الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، (2) امیر المؤمنین سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ، (شہادت 18 رمضان سنہ 40 ہجری کوفہ) (3) امام التابعین حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ، (وفات سنہ 110) (4) شیخ المشائخ خواجہ عبد الواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ (وفات سنہ 170 ہجری بصرہ) (5) شیخ المشائخ سیدنا فضیل بن عیاض تمیمی رحمۃ اللہ علیہ (وفات سنہ 187 ہجری مکہ مکرمہ) (6) شیخ المشائخ سلطان ابراہیم بن ادہم البلخی رحمۃ اللہ علیہ (وفات سنہ 161-62 ہجری شام) (7) شیخ المشائخ سیدنا حذیفہ مرعشی رحمۃ اللہ علیہ، (وفات سنہ 202 ہجری) (8) شیخ المشائخ سیدنا امین الدین ابو ہبیرہ بصری رحمۃ اللہ علیہ، (وفات سنہ 279 ہجری بصرہ) (9) شیخ المشائخ سیدنا علو ممشاد الدینوری رحمۃ اللہ علیہ، (وفات سنہ 297 ہجری دینور) (10) شیخ المشائخ سیدنا شرف الدین ابو اسحاق چشتی رحمۃ اللہ علیہ (وفات سنہ 329 ہجری عکہ، شام) (11) شیخ المشائخ سیدنا ابو احمد الابدال چشتی رحمۃ اللہ علیہ (وفات سنہ 355 ہجری چشت) (12) شیخ المشائخ سیدنا ابو محمد حسنی چشتی رحمۃ اللہ علیہ (وفات 411 ہجری چشت) (13) شیخ المشائخ سیدنا ابو یوسف حسینی چشتی رحمۃ اللہ علیہ (وفات سنہ 459 ہجری چشت) (14) شیخ المشائخ سیدنا مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ (وفات سنہ 527 ہجری چشت) (15) شیخ المشائخ سیدنا الحاج سید شریف

زندانی رحمۃ اللہ علیہ، (وفات سنہ 612 ہجری شام، فی قول اجمیر شریف) (16) شیخ المشائخ ابو النور سیدنا عثمان الہارونی رحمۃ اللہ علیہ، (وفات سنہ 603 ہجری مکہ مکرمہ) (17) شیخ المشائخ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ (وفات سنہ 633-34-36-37 ہجری اجمیر شریف) (18) شیخ المشائخ سیدنا قطب الدین بختیار الکاکی رحمۃ اللہ علیہ، (وفات سنہ 664 ہجری دہلی) (19) شیخ المشائخ سیدنا فرید الدین شکر گنج العجودانی رحمۃ اللہ علیہ، (وفات سنہ 664-68 پاک پتن پاکستان) (20) شیخ المشائخ سیدنا وسید العارفین علاؤ الدین علی احمد الصابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ، (وفات سنہ 690 ہجری کلیر ہند) (21) شیخ المشائخ سیدنا شمس الدین الترکی پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ، (وفات سنہ 715 ہجری پانی پت) (22) شیخ المشائخ سیدنا جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (وفات سنہ 765 ہجری پانی پت ہند) (23) شیخ المشائخ سیدنا احمد عبد الحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ، (وفات سنہ 836 ہجری ردولی شریف ہند) (24) شیخ المشائخ سیدنا عارف بن شیخ احمد عبد الحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ (وفات سنہ 859 / 888 ہجری ردولی شریف ہند) (25) شیخ المشائخ سیدنا محمد بن عارف الردولوی رحمۃ اللہ علیہ، (وفات سنہ 898 ہجری شاہ آباد ہند) (26) شیخ المشائخ سیدنا قطب عالم شیخ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ (وفات سنہ 944 ہجری گنگوہ شریف) (27) شیخ المشائخ سیدنا جلال الدین تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ، (وفات سنہ 680 / 989 ہجری بلخ غالبا) (28) شیخ المشائخ سیدنا نظام الدین عمری تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ، (وفات سنہ 1035 / 36 ہجری بلخ) (29) شیخ المشائخ سیدنا ابو سعید نعمانی گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، (وفات سنہ 1040 گنگوہ شریف) (30) شیخ المشائخ سیدنا محب اللہ الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ، (وفات 1054 / 1058 ہجری الہ آباد ہند) (31) شیخ المشائخ سیدنا شاہ محمدی اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ، (وفات 1107 ہجری آگرہ ہند) (32) شیخ المشائخ سیدنا الشیخ محمد المکی رحمۃ اللہ علیہ، (وفات نامعلوم غالبا امروہہ) (33) شیخ المشائخ سیدنا شاہ عضد الدین رحمۃ اللہ علیہ، (وفات 1170 / 1172 ہجری امروہہ ہند) (34) شیخ المشائخ شاہ عبد الہادی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ، (وفات 1190

ہجری، امروہہ ہند) (35) شیخ المشائخ سیدنا شاہ عبد الباری صدیقی رحمۃ اللہ علیہ، (وفات سنہ 1266 ہجری امروہہ ہند) (36) شیخ المشائخ سیدنا شاہ عبد الرحیم فاطمی شہید رحمۃ اللہ علیہ، (شہید مایار، مردان (پاکستان) وفات سنہ 1264 ہجری) (37) شیخ المشائخ سیدنا نور محمد جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ، (وفات سنہ 1259 ہجری جھنجھانہ ہند) (38) شیخ المشائخ الحاج الحافظ امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ، (وفات سنہ 1317 ہجری مکہ مکرمہ) (39) شیخ المشائخ حضرت اقدس مفتی رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، (وفات سنہ 1323 ہجری گنگوہ شریف ہند) (40) شیخ المشائخ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ، (وفات سنہ 1346 ہجری مدینہ منورہ) (41) شیخ المشائخ حضرت شیخ الحدیث محمد زکریا کاندھلوی صدیقی مدنی رحمۃ اللہ علیہ (وفات سنہ 1402 ہجری مدینہ منورہ) (42) شیخ المشائخ جامع شریعت وطریقت حضرت اقدس مولانا شیخ عبد الحفیظ مکی نور اللہ مرقدہ، (وفات ساؤتھ افریقہ سنہ 1438 ہجری، وتدفین جنت البقیع مدینہ منورہ)۔

تنبیہ ان مبارک ہستیوں میں سے نمبر (40) شیخ المشائخ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ تک کے احوال حضرت شیخ الحدیث کی کتاب ''تاریخ مشائخ چشت'' میں حضرت نے خود باحوالہ تحریر فرمائے ہیں، اور حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح تو مستقل چھپی ہوئی ہیں البتہ مولانا محمد شاہد صاحب سہارنپوری حفظہ اللہ نے اسی ''تاریخ مشائخ چشت'' کے آخر میں بھی حضرت شیخ الحدیث کے احوال ذکر کردیئے ہیں، تو اس طرح ان مذکورہ سب بزرگوں کے احوال تاریخ مشائخ چشت میں موجود ہیں، جس سے پتہ چلا کہ تصوف میں اجازت بیعت کا ہمارا یہ سلسلہ طریقت حضور اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک مضبوط سند سے ثابت ہے، اللہ تعالی ان مبارک ہستیوں کے فیوض وبرکات وانوارات ہم سب کو نصیب فرمائے۔

ماہ رمضان المبارک

بہت خاص مہینہ ہے اسے سیکھ کر گزارنا چاہئے

رمضان کا مہینہ وہ مبارک مہینہ ہے کہ اس مہینے میں اللہ تعالی نے بندوں پر روزہ فرض فرمانے سے ایک بہت بڑی حکمت رکھی (جو حقیقۃ بندوں کے لئے بہت بڑا انعام ہے) اور وہ یہ کہ اس سے بندے متقی بن جائیں چنانچہ اللہ تعالی فرماتے ہیں

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ۔ البقرة:۱۸۳

اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے (امتوں کے) لوگوں پر فرض کیا گیا تھا اس توقع پر کہ تم (روزہ کی بدولت رفتہ رفتہ) متقی بن جاؤ (بیان القرآن) اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس مہینے کی کئی فضیلتیں ارشاد فرمائی ہیں چنانچہ امام بیہقی نے شعب الایمان میں اور امام ابن خزیمۃ نے اپنی صحیح میں حضرت سلمان رضی اللہ کی حدیث بیان کی ہے اس میں منجملہ اور فضیلتوں کے یہ بھی ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس مہینے میں کسی نیکی کے ساتھ اللہ کا قرب حاصل کرے ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان میں فرض کو ادا کیا، اور جو شخص اس مہینے میں کسی فرض کو ادا کرے وہ ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان میں ستر فرض ادا کرے، اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ اگر کوئی کسی روزہ دار کو ایک کھجور تک سے روزہ افطار کرا دے یا ایک گھونٹ پانی پلا دے یا ایک گھونٹ لسی پلا دے تب بھی اس طریقے سے افطار کرانا اس افطار کرانے والے کے لئے اس کے گناہوں کے معاف ہونے اور آگ سے خلاصی کا سبب بن جاتا ہے۔

علامہ منذری کی الترغیب والترہیب کے باب فی الترهيب من عقوق الوالدین میں حضرت کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ منبر پر چڑھتے ہوئے خلاف معمول آمین آمین آمین فرمایا، بعد میں ان میں سے ایک کی وضاحت اس طرح فرمائی کہ اس وقت جبریل علیہ السلام میرے پاس

آئے تھے (جب پہلے درجہ پر میں نے قدم رکھا تو) انہوں نے (بددعا دے کر) کہا کہ ہلاک ہو جیو وہ شخص جس نے رمضان کا مبارک مہینہ پایا پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوئی، میں نے کہا آمین۔

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث پر فضائل رمضان میں اس کا مطلب یہ ارشاد فرماتے ہیں یعنی رمضان المبارک جیسا خیر و برکت کا زمانہ بھی غفلت اور معاصی میں گزر جائے کہ جس کی وجہ سے وہ مغفرت سے محروم رہے (اور بددعا کا مستحق ہو جائے)۔

اور سنن ابن ماجہ اور سنن نسائی وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہت سے روزہ رکھنے والے ایسے ہیں کہ ان کو روزہ کے ثمرات میں بجز بھوکا رہنے کے کچھ بھی حاصل نہیں اور بہت سے شب بیدار ایسے ہیں کہ ان کو رات کے جاگنے (کی مشقت) کے سوا کچھ بھی نہ ملا۔

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے علماء کرام کے متعدد اقوال اس حدیث کی شرح میں لکھے ہیں منجملہ ان کے یہ بھی ہے کہ وہ شخص مراد ہے جو روزہ رکھتا ہے لیکن غیبت میں بھی مبتلا رہتا ہے، یعنی غیبت اتنی بڑی بلا ہے کہ پندرہ گھنٹے کا روزہ ہو یا پندرہ گھنٹے کی رات طاعت میں گزری ہو، اگر ان میں ایک منٹ کی غیبت کر لی تو پندرہ پندرہ گھنٹے کی عبادت کو یہ غیبت بالکل ضائع کر دیتی ہے

تو جب یہ مہینہ اللہ کی چاہت کے مطابق متقی بننے کا ہے، اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق یہ مہینہ ستر ستر گنا ثواب لینے کا اور ایک ایک کھجور اور ایک ایک گھونٹ پانی پلا کر پورے پورے روزے کا ثواب لینے کا مہینہ ہے اور ادھر معاصی سے اچھے طریقے سے بچکر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا سے اس مہینے میں محفوظ رہنا بھی ضروری ہے بلکہ روزہ اور رات کو طاعات میں گزارنے کے ساتھ ساتھ انکو اس طرح گزارنا بھی ضروری ہے کہ وہ الٹا وبال نہ بن جائیں، تو بتائیے کہ کس قدر اس مہینے کو اہتمام اور فکر کے ساتھ گزارنا چاہئے یہی وجہ ہے کہ ہمارے اکابر اپنے بڑوں کے پاس جا کر اس مہینے کو صحیح گزارنے کا طریقہ سیکھتے تھے اللہ کرے ہم بھی بڑوں سے سیکھ کر اس مہینے کو گزارنے

والے بن جائیں یا کم سے کم بڑوں کے رمضان کو پڑھ کر اس طرح اس کو گزاریں تا کہ وہ وہ کچھ حاصل ہو جو اس مہینے میں اللہ نے ہمارے لئے رکھا ہے اور چونکہ ہر بندہ کو اپنے بڑوں کو دیکھ کر عمل کرنا سہل ہوتا ہے تو ہم نے مناسب سمجھا کہ ہم اپنے حضرت والا کا رمضان بھی ذکر کریں تا کہ اللہ کرے ہم سب بھی کوشش کر کے حضرت کی طرح اس مہینے کو خوب وصول کرنے والے بن جائیں تا کہ وہ فضائل وبرکات جو احادیث مبارکہ میں آئی ہیں حاصل ہوں۔

حضرت کے معمولات رمضان

از خلیفہ اجل حضرت مفتی شاہد محمود صاحب

حضرت کا مکہ مکرمہ نیچے خانقاہ میں مہمانوں کے ساتھ سحری کرنا:

مکہ مکرمہ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ سحری نیچے خانقاہ میں مہمانوں کے ساتھ ہی کرتے، اطمینان سے تہجد سے فارغ ہوکر آخر میں سحری تناول فرماتے، پھر فجر کی نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد اوپر گھر تشریف لے جاتے اور آرام فرماتے اور قرآن پاک کی تلاوت کرتے اور تصنیفی کام کرتے۔

حضرت کا حرم میں افطاری کرنا:

رمضان المبارک کی آمد سے قبل ہی حضرت مکی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ہفتہ وار مجالس میں فضائل رمضان از حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم شروع ہوجاتی تھی، اور روزانہ حرم مکی میں جانے کی ترتیب کا مشورہ شروع ہوجاتا، پھر گاڑی کا تعین ہوتا، ساتھ جانے والے ساتھیوں کا تعین ہوجاتا۔

عصر کے بعد حرم شریف آج کل گرمیوں کے حساب سے پانچ بجے تشریف لے جانے کے لئے حضرت اپنے دولت کدہ سے نیچے تشریف لاتے اور گاڑی میں حرم جاتے، جب تک صحت تھی گاڑی سے اتر کر پیدل بعد میں ضعف کی وجہ سے ویل چئیر سے حرم میں باب العمرہ سے داخل ہوکر برامدہ کی آخری صف میں تشریف فرما ہوتے، جہاں حضرت کے بھانجے حافظ طاہر بن عبدالستار مرچنٹ اور متعلقین افطاری کا دسترخوان لگاتے ہیں، افطاری سے آدھا گھنٹہ پہلے تک تلاوت قرآن پاک فرماتے پھر ہلکی آواز سے ذکر جہری ہوتا پھر اذان سے دس منٹ پہلے دعا میں متوجہ ہوجاتے، اس میں مختلف ملکوں سے آئے ہوئے بعض حضرت کے متعلقین بھی بغیر اونچی آمین کہے اس طرح شامل ہوجاتے کہ دل دل میں یہ مانگتے کہ جو حضرت مانگ رہے ہیں اللہ ہمیں بھی دے، اور بعض مستقل انفرادی طور پر دعا مانگتے، مغرب کی نماز کے بعد پہلے دو رکعت سنت پڑھتے پھر چھ رکعت اوابین پڑھتے، اور

حرم سے گھر تشریف لاتے تھوڑا آرام اور چائے کے بعد نیچے خانقاہ میں تشریف لے آتے۔

تراویح:

مکہ کرمہ میں حضرت کی خانقاہ میں کبھی تین پارے کبھی چار پارے کبھی اس سے بھی زیادہ کی تراویح ہوتی، جب خانقاہ بنی تو سب سے پہلے حضرت کے بہنوئی حضرت حافظ عبد الستار میمنیؒ نے پہلے عشرے کی تراویح میں مکمل ایک قرآن پاک سنایا، حضرت مولانا قاری خلیل اللہ صاحب سامع تھے، اور دوسرے عشرے میں قاری خلیل اللہ صاحب نے مکمل قرآن مجید سنایا، اور تیسرے عشرے میں غالبا حضرت کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا عبد الروف اور حضرت کے بھانجے مفتی عدنان مکی دامت برکاتہما نے ملکر مکمل قرآن مجید سنایا، اس طرح خانقاہ میں پہلی بار ہی تراویح میں اللہ کے فضل سے تین قرآن مجید سنائے گئے۔

اس کے بعد والے سالوں میں حضرت قاری خلیل اللہ کے ساتھ حضرت کے بھانجے مفتی عدنان مکی دامت برکاتہم، حضرت کے بھائی مولانا عبد الصمد صاحب نے بھی سنایا اور حضرت کے بیٹے حضرت مولانا عبد الرؤف صاحب نے بھی سنایا اور خاندن کے جو بچے حافظ ہوجاتے ان کو بھی سنانے میں شریک کیا جاتا، اور غیر خاندان والوں نے بھی بعض دفعہ سنایا، ہاں سب کے سامع حضرت مولانا قاری خلیل اللہ صاحب ہی رہے ہیں، اور اب بھی وہ ہی سب کے سامع ہوتے ہیں، اور اپنا قرآن بھی مستقل ہر سال سناتے ہیں، اللہ انہیں صحت وتندرستی دیئے رکھے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد اس سال 1438 ہجری میں حضرت مولانا عبد الرؤف صاحب، قاری خلیل اللہ صاحب اور قاری خلیل اللہ صاحب کے بھائی حافظ عبد اللہ صاحب نے اپنا اپنا مکمل قرآن پاک سنایا، اس طرح اس دفعہ بھی تین قرآن ختم ہوئے، اللہ قبول فرمائے، اور وقفہ ترویحہ میں قہوہ کھجور ہوتی اور تسبیحات انفرادی ہوتیں، رات ساڑھے بارہ کے قریب تراویح اور وتر سے فارغ ہوتے۔

حضرت مولانا قاری خلیل اللہ صاحب دامت برکاتہم حضرت کے خلیفہ مجاز اور خاندان کے اکثر بچوں کے حفظ وناظرہ کے اور بعض کے کتب دینیہ کے استاذ بھی ہیں، انہوں نے فرمایا کہ حضرت کی تمنا تھی کہ تراویح دس پارہ کی ہو، اور حضرت قاری خلیل اللہ صاحب نے یہ بھی بتایا کہ ہمارے حضرت مکی رحمہ اللہ نے کئی دفعہ سنایا کہ اہل مکہ مکرمہ، مسجد حرام میں ہر چار تراویح پڑھ کر ترویحہ میں طواف کرتے تھے، اہل مدینہ منورہ نے سنا تو انہوں نے سوچا کہ مکہ مکرمہ والے تو ہم سے آگے بڑھ گئے، تو انہوں نے ہر ترویحہ میں چار رکعت شروع کر دیں، اس طرح ان کی ۳۶ رکعتیں ہو جاتیں علاوہ وتر کے، (اس کی تفصیل کتب میں موجود ہے حضرت نافعؒ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے حوالے سے) اس مقدار سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تمنا ومنشا یہ تھی کہ رات کا اکثر حصہ عبادت میں گذرا کرے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تراویح میں رونے کی ہلکی ہلکی آواز وقفے وقفے سے آتی رہتی تھی اس کے بعد اکثر فضائل رمضان سے تعلیم ہوتی، پھر ختم خواجگان چشت ہوتا اور پھر طویل دعا ہوتی، دعا سے فراغت کے بعد ہلکا پھلکا ناشتہ ہوتا، جس میں فروٹ چاٹ، پکوڑے، شوربہ، چاول وغیرہ بھی ہوتے، اور اس ناشتہ میں اکثر مہمان اور بیرون ممالک سے مدارس کے سفراء بھی شریک ہوتے۔

حضرت کی تراویح کے بعد کی مشغولیات:

اس تعلیم وختم خواجگان اور دعاء وفروٹ چاٹ وغیرہ کھانے کے دوران وہ مہمان بھی تشریف لے آتے جو حضرت سے ملنے پوری دنیا سے آئے ہوئے ہوتے اور ان میں مختلف ممالک سے خصوصاً انڈیا بنگلا دیش، پاکستان سے مدارس دینیہ کے ذمہ دار حضرات بھی ہوتے جو اپنے اداروں کے ترقی کے لئے آپ سے سفارشات لکھواتے تھے، اس لکھوانے میں حضرت مکی رحمہ اللہ کو اکثر ڈیڑھ سے دو گھنٹے لگ جاتے تھے، حضرت کے سامنے دینی اداروں کی اہمیت اور ان کے لئے وسائل کی ضرورت عیاں تھی اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا وہ واقعہ بھی تھا جس میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ایک

صاحب کی ضرورت کے لئے سنت اعتکاف سے یہ کہہ کر اٹھے اور قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ میں نے اس قبر والے (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سنا ہے کہ حضور فرمار ہے تھے جو شخص اپنے بھائی کے کس کام میں چلے پھرے اور کوشش کرے یہ اس کے لئے دس برس کے اعتکاف سے افضل ہے اور جو شخص ایک دن کا اعتکاف بھی اللہ کی رضا کے واسطے کرتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں آڑ فرما دیتے ہیں جن کی مسافت آسمان اور زمین کی درمیانی مسافت سے بھی زیادہ چوڑی ہے۔

پھر حضرت رحمہ اللہ کو میں نے دیکھا اور بہت سارے احباب مشاہدہ فرماتے کہ حضرت مدارس کے ایک ایک سفیر کو ۱۰، ۱۰ تزکیات (یعنی سفارشیں) اپنے ہاتھ سے لکھ کر دیتے، اور یہ تزکیے روز کے کبھی بیس سے بھی اوپر ہو جاتے، میں نے حضرت رحمہ اللہ کو دیکھا بیماری میں ہاتھ سوجا ہوا ہے اور پٹی باندھی ہوئی ہے اور لکھ کر دے رہے ہیں، حتی کہ اعتکاف کے سفر کے لئے ائر پورٹ جانے کا وقت قریب ہے اور حضرت سفارش لکھ رہے ہیں، جن حضرات سے وعدہ کیا ہوتا وہ موقع پر نہ ہوتے ان کے لئے لکھ کر چھوڑ دیتے اور ان کے آنے پر ان کو دے دیا جاتا۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت سفر کے لئے جب چلنے لگے تو ایک سفیر رو کر کہنے لگے حضرت مجھے کیسے تزکیہ (سفارش) ملے گا میں اتنی دور سے آیا ہوں حضرت نے فرمایا مولانا فکر نہ کریں میں ائر پورٹ سے بھجوا دوں گا، حضرت نے ائر پورٹ جا کر وہاں سے پانچ یا اس سے زیادہ سفارشیں لکھ کر بھجوائیں کہ فلاں صاحب کو دے دینا، کبھی کوئی خوددار مہمان شرماتا کہ میں چندہ کیسے کروں گا تو حضرت رحمہ اللہ فرماتے کہ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے میری تشکیل مدرسہ کے فنڈ کے لئے مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری مدظلہ کے ساتھ دبئی کے لئے کی، مدینہ منورہ پہنچا تو مولانا سعید احمد خان رحمہ اللہ نے میری دعوت کی اور مجھ سے پوچھا کہ معلوم ہے کہ میں نے یہ دعوت کیوں کی تو میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ تو یہ شفقت کرتے رہتے ہیں، فرمایا کہ دعوت اس لئے کی کہ تو اب پکا مولوی بن گیا ہے (چندہ کی تشکیل

کے بعد)۔ پھراس کی خوب حوصلہ افزائی فرماتے۔

خصوصی مہمانوں اور سفراء سے فارغ ہوتے تو عاشقان علوم نبوت منتظر ہوتے، اکثر آپ سے اجازت حدیث لینے والے ہوتے اور بعض پوری کتاب حضرت کو سنا کر اکی اجازت لیتے اور یہ قراءت کبھی ایک گھنٹہ اور کبھی اس سے بھی زیادہ ہوتی، پھر سحری کا دستر خوان لگتا، حضرتؒ اہتمام سے مہمانوں کی سحری کا خیال فرماتے اور ہر مہمان کے مزاج اور طبیعت کے مطابق سحری میں اہتمام فرماتے، دستر خوان چونکہ اذان سے سوا گھنٹہ قبل لگتا تھا حضرت مہمانوں کو دستر خوان پر بٹھا کر تہجد کے نوافل ادا کرتے اور اذان سے بیس یا پندرہ منٹ قبل سحری میں شریک ہوتے، پھر باجماعت فجر پڑھ کر اوپر گھر تشریف لے جاتے۔

ساری رات جاگنے کے بعد بھی بارہا دس گیارہ بجے بعض مہمانوں کے ضروری کام یا ختم نبوت کے کام کے لئے جدہ میں یا مکہ ہی میں خانقاہ کے علاوہ دوسری جگہ تشریف لے جاتے، اتنی مشقت کے باوجود مہمانوں کے سامنے ہمیشہ ہشاش بشاش رہتے، کبھی یہ ظاہر نہ فرماتے کہ میں تھکا ہوا ہوں، اور نہ کبھی یہ بتاتے کہ میں نے یہ کیا وہاں گیا، ہمیشہ اپنے آپ کو چھپایا، ہر ضرورت مند اور مہمان یہ سمجھتا مجھ سے سب سے زیادہ محبت ہے نئے مہمان سے ایسے ملتے جیسے عرصہ سے جان پہچان ہے، (اور حضرت کا یہی طریقہ ساری زندگی میں رہا کہ سفر حضر ہر جگہ ہر بندہ سے ہشاش بشاش ملتے تھے) یہ مکہ مکرمہ کے ایام رمضان تھے۔

سنت اعتکاف کا احیاء

ایک مردہ سنت ”اعتکاف“ جس میں لا پرواہی کی وجہ سے ایک وہ وقت تھا کہ محلہ والے کسی غریب کو روٹی کھلانے پر مسجد میں اعتکاف کیلئے اس لئے بٹھاتے تھے کہ اہل محلہ گنہگار نہ ہو جائیں، اس مردہ سنت کو زندہ کرنے کے لئے حضرت مکی رحمہ اللہ کے مرشد باصفا حضرت شیخ الحدیث محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ نے ہندوستان، پاکستان، افریقہ، انگلینڈ میں باقاعدہ اعتکاف کئے اور علماء امت زعماء ملت کو اس طرف متوجہ کیا، اور ہزاروں لوگوں نے حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کیساتھ اعتکاف کئے اور یہ ہزاروں لوگ اپنے وقت کے شیخ

حضرت شیخ الحدیث سے اعتکاف کے ذریعے اپنے دلوں کی اصلاح کرا گئے، (کیونکہ اعتکاف تزکیہ نفس کے لئے ایک اہم ذریعہ ہے۔ مرشدنا مکی) حضرت مکی رحمہ اللہ نے اپنے شیخ نور اللہ مرقدہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے تاحیات مختلف ملکوں کے مختلف شہروں میں اعتکاف کئے، اسی اعتکاف کے سلسلے میں حرمین، پاکستان، ہندوستان، بنگلا دیش، ساؤتھ افریقہ اور انگلینڈ میں اعتکاف کئے، اعتکاف میں آپ نے انہی معمولات کو باقی رکھا جو ان کے مرشد رحمہ اللہ نے مقرر فرمائے تھے، حضرت شیخ عبدالحفیظ مکی رحمۃ اللہ علیہ کے اعتکاف کے ابتدائی سفروں میں حضرت کے چچازاد بھائی وخلیفہ مجاز برادر محترم حضرت مولانا اسعد محمود دامت برکاتہم حضرت کے ساتھ ہوتے تھے اور انہوں نے حضرتؒ سے بہت روحانی اور علمی استفادہ کیا، حضرت شیخ الحدیث محمد زکریا کاندھلویؒ کے آخری اعتکاف، ساؤتھ افریقہ میں حضرت مکیؒ کے ساتھ برادرم مولانا اسعد محمود مکی حفظہ اللہ بھی شریک تھے جو کہ اُس وقت طالب علم تھے بعد میں حضرت مکی رحمہ اللہ کے اجل خلفاء میں ان کا شمار ہوا، مولانا اسعد محمود دامت برکاتہم میرے مخلص دوست اور محسن ہیں جنہوں نے مجھ بے کار کو حضرت کی صحبت میں رہنے اور خدمت کا موقع فراہم کیا، فیصل آباد کی شدید گرمی میں میرا بستر حضرت کے ساتھ کمرہ میں لگوا دیتے اور خود دوسرے گرم کمرہ میں آرام کرتے، اللہ تعالیٰ ان کو ان کی اولاد کو اس کا بدلہ دنیا وآخرت میں دیں، مولانا دامت برکاتہم کے سامنے اس سے زیادہ تفصیل ہوگی، آخری اعتکافوں میں تو ماشاء اللہ حضرت کے قافلہ میں حضرت کے خاندان اور خلفاء میں سے ۲۵ سے ۳۰ تک افراد ساتھ ہوتے، خاص طور پر حضرت مکی رحمۃ اللہ علیہ کے خلف رشید اور نور نظر حضرت مولانا عمر مکی دامت برکاتہم اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ختم نبوت کے کار کے امین برادرم محترم حضرت مولانا عبدالصمد صاحب اور حضرت کے محبوب بھتیجے حضرت کے اسفار کی ٹکٹوں کے ذمہ دار حضرت مولانا احمد عبدالوحید صاحب اور حضرت کے بھانجے حضرت مفتی عدنان مکی صاحب بمع اپنے بیٹوں کے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے عاشق چچازاد بھائی اور خلیفہ حضرت مولانا عامر ملک صاحب اعتکاف کے آخری سفروں میں حضرت کے ساتھ تھے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اکبر اور علمی جانشین حضرت مولانا

عبدالرؤف صاحب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی نیابت میں مکہ مکرمہ خانقاہ میں قیام پزیر ہوتے اور حضرت مولانا قاری خلیل اللہ صاحب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مہمانوں کو سنبھالتے اور خانقاہ میں اکثر تراویح کے اندر ۳ قرآن سننے سنانے میں پورے فرماتے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ عموماً سترہ رمضان کو سفر فرماتے ۱۸، ۱۹ رمضان دو یا تین دن کا نفلی اعتکاف، سنت اعتکاف سے قبل اپنے بعض متعلقین کے ہاں ان کی مساجد میں کرتے، ان کی بھی دلجوئی ہوجاتی، اور وقت سے قبل اس ملک میں پہنچنے سے تسلی بھی رہتی کہ کبھی فلائٹ وغیرہ کینسل ہوجاتی ہیں تو اعتکاف میں حرج نہ ہو۔

حضرت کا سنت اعتکاف کی ترغیب دینا:

سنت اعتکاف میں ۲۰ رمضان کی شام مغرب کے بعد حضرت بیان فرماتے عوام کو عموماً اور معتکفین کو خصوصی اہمیت سے اعتکاف کی اہمیت بیان فرماتے، آخری عشرہ کی راتوں کی عبادتوں کا ذکر فرماتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارکہ کے اس پہلو کو واضح فرماتے اور اس پر عمل کے لئے تشجیع وترغیب فرماتے، اور وقت کے ضیاع کا نقصان بتاتے اور پھر اپنے مرشد حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول ہر ایک اعتکاف میں ضرور ذکر فرماتے کہ کھاؤ جتنا مرضی، سوؤ جتنا مرضی لیکن بات چیت نہیں کرنی اور مفتی حضرات بھی مسئلے بیان نہ کریں۔

اور اگر کوئی اس کی خلاف ورزی کرتا تو ہمارے حضرت مکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ زور سے ڈانٹ پلاتے اور فرماتے اس کا بستر باہر نکالو۔ وجہ اس قیمتی وقت کی اہمیت تھی۔

حضرت جی مکیؒ کے معمولات آخری عشرۂ اعتکاف رمضان

از خلیفہ اجل مفتی شاہد محمود و خلیفہ خاص حافظ محترم بھائی عبدالصمد مکی صاحب

مغرب کے بعد حضرت چھ رکعات طویل اوابین پڑھتے پھر کبھی کبھی پانچ چھ منٹ کا مراقبہ بھی فرماتے اس کے بعد دستر خوان پر تشریف لاتے، پھر اپنے معتکف میں تشریف لیجاتے وہاں چائے نوش فرماتے اور خصوصی کام یا دس پندرہ منٹ آرام فرماتے پھر وضوء

کیلئے تشریف لے جاتے، اور عشاء سے پہلے (4) سنت ادا کرتے۔

عشاء اور تراویح کے بعد سورۃ یاسین ہوتی پھر چہل درود شریف پھر ترغیبی ذکر جہری ہوتا حضرت مکی خود یا حضرت کے مجازین میں سے کوئی ایک ذکر جہری کرواتا اور حاضرین بھی ذکر کروانے والے کے ساتھ ذکر کرتے اس کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا تفصیلی بیان تصوف کے موضوع پر ہوتا، اور ساؤتھ افریقہ میں ترجمہ کے ساتھ ہوتا، پھر بیعت ہوتی کبھی دعا خود کرتے زیادہ تر جو ساتھی ترجمہ کرتے ان کو دعا کا فرمادیتے، پھر مختصر ناشتہ ہوتا اور حضرت بھی کچھ نوش فرماتے، پھر انفرادی معمولات کے لئے یعنی سب کو اپنی اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ دیا جاتا، پھر ایک گھنٹہ کی مجلس درود شریف ہوتی اسمیں کوئی ساتھی نعت بھی پڑھ لیتے، اور حضرت مکی رحمۃ اللہ علیہ اسی اثناء میں اپنے معتکف میں خصوصی ملاقاتیں فرماتے ان ملاقات کرنے والوں میں معتکفین وغیر معتکفین بھی ہوتے، اس کے بعد پھر انفرادی معمولات کے لئے یعنی سب کو اپنی اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ دیا جاتا، کیونکہ ساؤتھ افریقہ میں راتیں لمبی ہوتی تھیں، اور حضرت اس وقت میں حسب ضرورت خصوصی مشورے یا خصوصی مہمانوں سے ملاقات کرتے یا تصنیفی کام میں یا قرآن پاک کی تلاوت میں مشغول ہو جاتے، پھر کچھ دیر کے لئے حضرت لیٹ جاتے۔

پھر فجر سے ساڑھے تین گھنٹے قبل قیام اللیل میں مشغول ہو جاتے، اور یہ قیام اللیل بغیر تداعی کے ہوتی، جو چاہتا شریک ہو جاتا اسمیں تین، چار پارے پڑھے جاتے، شروع میں عزیزم مولانا زید حفظہ اللہ ابن حضرت مولانا اسعد محمود خوبصورت آواز میں سناتے پھر خاندان کے اور لڑکے بھی افریقہ کے سفر میں جانے لگے تو پھر سنانے والے تین یا چار بھی ہو جاتے، ان میں سے مولوی لؤی جو حضرت کے خلیفہ اور بھانجے مولانا عدنان مدنی کے صاحبزادے ہیں بھی حضرت والا کو سنانے لگے، اور بھائی ماہر بن حافظ عبدالستار مرچنٹ بھی سنانے لگے، اور ان موخر الذکر دونوں نے چار سال قیام اللیل میں سنایا، وقفہ میں قہوہ کھجور چلتی اور احباب اپنے مسائل بھی پوچھتے رہتے، اور حضرت والا وقفہ میں بھی بہت ہی زیادہ

سب سے شفقت فرماتے رہتے۔

پھر سحری نوش فرماتے اور فجر سے پہلے تہجد آٹھ رکعات پڑھتے پھر قرآن پاک کی تلاوت میں فجر کی نماز تک مشغول رہتے۔

پھر فجر کی نماز پڑھتے، بعد فجر دس منٹ کیلئے تمام معتکفین درود شریف پڑھتے، پھر سب کو اپنی اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے ظہر سے پہلے ایک گھنٹہ تک کیلئے وقت دیا جاتا، اس میں اکثر حضرات آرام کرتے اور بعض انفرادی اعمال میں لگے رہتے،

قبل الظہر ۱۱ بجے کتاب ہوتی یا حضرت رحمہ اللہ کے متعلقین علماء کرام جو اعتکاف میں ہوتے ان کا بیان ہوتا اس میں حضرت شریک نہیں ہوتے تھے، بلکہ اپنے خیمے (معتکف) میں ہی دینی کاموں میں مشغول رہتے۔

ظہر کے بعد ختم خواجگان، دعاء، ذکر بالجہر انفرادی ہوتا، یعنی ہر کوئی اپنا اپنا ذکر کرتا، جس میں بارہ تسبیح کا ذکر ہوتا یا اس سے زیادہ، جو نئے ساتھی ذکر سیکھتے حضرت رحمہ اللہ ان سے فرماتے میرے دائیں بائیں سامنے بیٹھ کر ذکر جہری کریں ضرورت پڑنے پر ان کی اصلاح بھی فرماتے رہتے۔

ذکر کے بعد جن ساتھیوں نے حضرت سے ملاقات کے لئے نام لکھوائے ہوتے ان سے ملاقات کرتے، کوئی اپنے اصلاحی اسباق لیتا، کوئی اپنے لئے وظائف وغیرہ لیتا، اس وقت میں حضرت احادیث کی کتب کی تصحیح بھی فرماتے تھے اور وقت ہوتا تو آرام بھی فرماتے۔

عصر کے بعد پاکستان کے اعتکاف مرکز الشیخ زکریا میں کتاب ''شریعت وطریقت کا تلازم'' سے تعلیم ہوتی، اور حضرت رحمہ اللہ خود پڑھتے اور مغرب سے پندرہ بیس منٹ پہلے ختم فرماتے، اور افریقہ میں کسی تصوف کی کتاب سے تعلیم انگلش میں ہوتی اور حضرت اپنے معتکف میں تلاوت میں مصروف رہتے اور اپنا مراقبہ فرماتے اور اگر وہاں اردو دان زیادہ ہوتے تو اردو والی کتاب متعین ہوتی، اور حضرت والا کے ساتھ جو خاندان والے لڑکے گئے ہوتے ان کے لئے ''تلازم الشریعة والطریقة'' کتاب متعین کرتے۔

پھر افطاری سے قبل طویل دعا حضرت خود کراتے، پھر ساتھ ساتھ زمزم و کھجور تمام معتکفین و حاضرین و شرکاء سب کو بانٹی جاتی، حضرت کی افطاری چند کھجوریں اور زم زم یا سادہ پانی سے ہوتی۔

اس طرح حضرت اپنے چوبیس گھنٹے عبادات میں مصروف رکھتے غرض کوئی وقت بھی حضرت اپنا ضائع نہ فرماتے حتی کہ رمضان اسی طرح اللہ کی اطاعت میں پورا ہو جاتا۔

اعتکاف میں کبھی ایک سو پچاس آدمی اور کبھی دو سو کبھی چار سو بھی ہوتے، شہر کے مخلص احباب نے مختلف ایام میں معتکفین کے کھانے کی ذمہ داری لی ہوتی تھی۔

نمازِ عید کے بعد حضرت مکی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ان میزبانوں کے گھروں میں جو پورے عشرہ اعتکاف میں خدمت میں مشغول رہتے تھے اور جنہوں نے پورے اعتکاف میں طعام کا انتظام کیا ہوتا تھا، ان کی دلجوئی کے لئے تشریف لے جاتے اور حضرت وہاں ان حضرات کیلئے دعاء خاص فرماتے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ان گھروں میں جانے سے ان کی خوشی کی انتہاء نہ ہوتی۔

حج بیت اللہ

اور کن بزرگوں نے حضرت کے ساتھ حج کیا

حضرت کے خلیفہ اجل مفتی شاہد محمود صاحب اور حضرت کے بعض بھائیوں نے بتایا کہ ہمارے حضرت مکی رحمۃ اللہ علیہ کے والد مکرم خلیفہ مجاز حضرت شیخ الحدیث الحاج ملک عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ سنہ 1953 عیسوی میں مکہ مکرمہ تشریف لائے تھے پھر سنہ 1373ھ کے حج میں اپنے بیوی بچوں کو لے کر شوال میں مستقل ہجرت کر کے مکہ معظمہ پہنچے اور اسے اپنا مسکن بنایا اور مکہ مکرمہ میں شروع شروع میں لوہے کی کپیاں جن میں زمزم ڈالا جاتا تھا اور پیٹیاں بناتے تھے، پھر برتنوں اور ٹرنکوں کی فیکٹری لگائی، اور ملک عبدالحق صاحب کی وجہ سے خاندان کے دیگر افراد بھائی وغیرہ بھی آہستہ آہستہ مکہ مکرمہ آتے رہے۔

حج کے مرحلے میں ملک صاحب رحمہ اللہ نے یہ طے کیا کہ پورا خاندان اکٹھے حج کرے، اس کے لئے ایام حج کے پانچ دن کی ترتیب بنائی، اور منی میں رہنے کیلئے ایک بلڈنگ کرایہ پر لیتے، جس میں بڑا صحن ہوتا، بلڈنگ میں مستورات کا ٹھہرنا ہوتا اور صحن میں مردوں کا ہوتا، اور عرفات میں بھی اپنے خیموں کا انتظام کرتے، پھر ایام حج شروع ہونے پر اپنے گھر سے 8 کو منی وہاں پانچ نمازیں یعنی ظہر عصر مغرب عشاء اور فجر مکمل کرکے پھر اشراق کے کچھ دیر بعد ناشتہ کرنے کے بعد عرفات کو روانہ ہوتے، شام کو مزدلفہ روانہ ہوتے، 10، 11، 12، 13، کو منی میں قیام کرتے کراتے۔

ملک صاحب رحمہ اللہ ایک دین دار نیک صالح سخی ملن سار طبیعت کے مالک تھے اور تبلیغی جماعت سے مستقل تعلق تھا، اور باقاعدہ سالانہ وقت لگاتے تھے، حتی کہ ملک صاحب نے تبلیغ میں کم سے کم تیس سال تک مسلسل ہر سال تین چلے لگائے ہیں اور ان کی دین داری کی وجہ سے دین دار اور علماء کرام کا میلان ملک صاحب رحمہ اللہ کی طرف ہوا، تاکہ حج مکمل سنت کے مطابق اور اولیاء اللہ کی صحبت میں ہو، ملک صاحب رحمہ اللہ حج کے شروع ایام میں سب حضرات سے ایک حد تک خرچہ جمع کرلیتے تھے، پھر حج کے ایام میں کھانے اور پھل فروٹ کا خرچہ نیز عرفات مین خیموں کا خرچہ بھی ملک صاحب اپنی طرف سے کرتے، پھر پورا حج گزار کر فقط بلڈنگ اور سواری کا کرایہ جو بنتا اسے لوگوں سے لئے ہوئے پیسوں سے نکال کر باقی سب کو واپس کردیتے، اور اس میں باقی ساری خدمات اپنے رب کی رضا کے لئے کرتے۔

پھر ایک وقت یہ بھی آیا کہ تعلق رکھنے والے رمضان میں آتے، کبھی 50 کبھی 100 تک لوگ گھر میں ٹھہرتے اور حج کرکے واپس جاتے۔

ملک صاحب کے تمام اہل خانہ حاجیوں کی خدمت دل وجان سے کرتے۔

حضرت مکی رحمہ اللہ نے ایک دفعہ فرمایا کہ میں 80 سے زیادہ دفعہ غار حراء اور غار ثور پر گیا ہوں، (یہ ایک حقیقت ہے محض مبالغہ آرائی نہیں) حضرت تفصیل اس طرح فرماتے کہ میں گھر سے حرم پیدل جاتا اور وہاں سے حاجیوں کو ایک دن حرم سے پیدل غار ثور اور

ایک دن پیدل حرم سے غار حراء لیکر جاتا، کیونکہ اسوقت روڈ بنے ہوئے نہیں تھے، حضرت مکی رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی محمد ملک صاحب نے بتایا کہ قریب میں ہوٹل نہیں ہوتے تھے، والدہ اور ہمشیرگان سوسو بندوں کا کھانا پکاتی تھیں، اور والدہ کے ہاتھوں میں آٹا گوندھتے گوندھتے گھٹے پڑ گئے تھے، اور اس کے باوجود حضرت کی والدہ نے کبھی تہجد نہیں چھوڑی اور کم از کم پانچ سے سات سپارے قرآن پاک کے ضرور پڑھتی تھیں، اور چاشت اور اوابین کا بہت اہتمام تھا۔

پھر حضرت مکی رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد کی جب تک صحت اچھی تھی اس وقت تک حضرت کے والد ہی امیر تھے لیکن جب حضرت کے والد ماجد کو فالج ہو گیا اور حضرت چونکہ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ سے باجازت بھی تھے اور عالم بھی تو پھر امیر حج حضرت مکی رحمۃ اللہ علیہ ہی ہوتے، اور حضرت کے امیر بننے پر اور زیادہ علماء اور صلحاء کا حج میں حضرت کی طرف رجوع شروع ہوا، پاکستان، ہندوستان، بنگلادیش، انگلینڈ، امریکہ، افریقہ، بلکہ پوری دنیا سے علماء حضرت کے ساتھ حج کرنے کو ترجیح دیتے۔

حضرت مکی رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد کی جب تک صحت اچھی تھی اس وقت تک حضرت کے والد ہی وقوف عرفہ میں دعاء کراتے تھے، پھر جب حضرت کے والد صاحب کو فالج کا اٹیک ہوا تو اس کے بعد سے ہمارے حضرت ہی اپنی وفات تک ہر حج میں وقوف عرفات خود کراتے اور بہت آہ وزاری سے دعا مانگتے، اور پوری فضاء آہوں سسکیوں سے گونجتی۔

ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حج میں حضرت مفتی زین العابدین نوراللہ مرقدہ، حضرت مولانا خان محمد صاحب نوراللہ مرقدہ (سنہ 1993 اور سنہ 1994 میں جیسا کہ ان کی ڈائری میں چھپا ہوا ہے)، حضرت مولانا سید اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ (عرفات کا حج ایک دفعہ)، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یونس جونپوری رحمۃ اللہ علیہ، صاحبزادہ حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی دامت برکاتہم، حضرت مولانا سید خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت علامہ خالد محمود دامت برکاتہم، حضرت مولانا پیر ذوالفقار صاحب دامت برکاتہم، حضرت مفتی محمود نوراللہ مرقدہ قائد جمعیت علماء اسلام

پاکستان، افریقہ سے حضرت مولانا ہارون صاحب دامت برکاتہم، حضرت مولانا فضل الرحمن حالیہ قائد جمعیت علماء اسلام پاکستان، حضرت مولانا محمد عزیز الرحمن صاحب ہزاروی، حضرت صوفی محمد اقبال صاحب، حضرت مولانا یحیٰ مدنی، حضرت حافظ صغیر صاحب، حضرت ڈاکٹر اسماعیل صاحب، حضرت مولانا حسان صاحب وغیرہ کئی بزرگان دین بھی خصوصیت کیساتھ حج کرتے رہے۔

حضرت مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی میں بچپن سے وفات تک تقریبا 61 حج کئے، اس مختصر کتاب میں ان کا احاطہ مشکل ہے۔

کئی کتابوں پر لکھے گئے حضرت کے مقدمات وتقریظات میں سے بعض کا ذکر

آدمی کی سوچ اور فکر اور اس کے علم کا اندازہ ایک حد تک اس کے کسی کتاب پر مقدمہ یا تقریظ لکھنے سے بھی معلوم ہو جایا کرتا ہے اور چونکہ حضرت نے بھی کئی کتابوں پر مقدمات وتقریظات لکھی ہیں اور آئندہ انہیں ان شاء اللہ مستقل طور پر الگ سے چھاپا بھی جائے گا، اور ان میں سے بعض کے اقتباسات اور اختصار ہماری اس مختصر تحریر میں گذر بھی چکے مثلا بخاری شریف کی شرح ''الکنز المتواری فی معادن لامع الدراری وصحیح البخاری'' پر حضرت کا مقدمہ عربی میں چھ ساڑھے چھ اوراق پر مشتمل ہے اس میں سے ہم اپنی ضرورت والے حصے کا ترجمہ ''ہمارے حضرت کی محنت سے ایک اہم علمی خزانہ کا وجود'' کے عنوان کے تحت لکھ چکے ہیں، اسی طرح حضرت نے ہماری بہت ہی مفید دینی تحریک تبلیغی جماعت'' کے دفاع میں ایک کتاب عربی میں ''جماعۃ التبلیغ اکبر حرکۃ اصلاحیۃ عالمیۃ'' کے نام سے لکھی اور اس کا مقدمہ پانچ صفحات پر مشتمل لکھا اس کا بھی اختصار ہم حضرت کا سنہ 1425 ہجری میں عربی میں تبلیغی جماعت کے دفاع میں کتاب ''جماعة التبليغ أكبر حركة إصلاحية '' لکھنا کے عنوان کے تحت لکھ چکے ہیں اسی طرح حضرت نے عربی میں ایک خط تبلیغی جماعت کے حق میں شاہ عبد اللہ کو لکھا جو پانچ بڑے صفحات پر مشتمل ہے

جس کا اختصار کے ساتھ ترجمہ ہم ’’حضرت کا تبلیغی جماعت کے لیے شاہ عبداللہ کو خط لکھنا‘‘ کے عنوان سے لکھ چکے ہیں اور یہ تینوں چونکہ عربی میں ہیں اور عربی جاننے والے حضرات ہی اصل عربی عبارت ہی سے ان کی خوبی اور صحیح افادیت جان سکتے ہیں ترجمہ سے وہ خوبی میں نہیں بیان کر سکا۔

اور اب فی الحال یہاں ان تین مذکور کے علاوہ دیگر مقدمات اور تقریظات میں سے قارئین کے سامنے بعض کو نمونہ کے طور پر پیش کرتے ہیں تا کہ قارئین بھی قدرے حضرت کے علم اور مبارک فکر سے واقف اور مستفید ہو کر ان مبارک کاموں کی طرف راغب ہوں۔

تقریظ کتاب ’’تحفظ ختم نبوت کی صد سالہ تاریخ‘‘

تالیف حضرت مولانا مشتاق احمد صاحب مدظلہ العالی

الحمد لله وحده ، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده وعلى آله واصحابه اجمعين

امابعد کہ جب سے نبی اکرم خاتم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم دین برحق اسلام کیساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوئے ہیں تب ہی سے تمام کفار کی یہ کوشش رہی ہے کہ اسلام کا یہ نور پھیلنے نہ پائے اور اس سلسلہ میں مختلف انداز سے انہوں نے ہمیشہ سازشیں کیں اور پلان بنائے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے: يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ الصف: ۸

یہ کفار چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دیں حالانکہ اللہ نے پورا کرنا ہے اپنی روشنی کو چاہے کافروں کو یہ برا لگے۔

یہ معرکہ حق و باطل میں شروع دن سے ہی برپا ہے اور یہ سلسلہ چلتا رہے گا حتیٰ کہ ایک دن پورے عالم کے ایک ایک گھر میں اسلام کا نور داخل ہو گا جیسے کہ حضرت خاتم النبیین الصادق المصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر ارشاد فرمایا ہے۔

کفار نے ہر زمانہ میں اس نور اسلام کو بجھانے کیلئے مختلف طریقوں سے سعی کی اور خطرناک چالیں چلیں مگر بحمد اللہ وفضلہ باحمیت وغیور مسلمانوں نے ہمیشہ ہمت وعزیمت سے ان کا مقابلہ کیا اور ان فتنوں کی سرکوبی کی اور اسلام کی سربلندی کیلئے کسی قربانی سے گریز نہ کیا۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

سینکڑوں سالوں سے برصغیر (پاک وہند بنگلہ دیش) میں مسلمانوں کی حکمرانی قائم تھی آج سے تقریباً 250 اڑھائی سو سال پہلے انگریز تجارت کے لبادہ میں آیا اور اپنے اثرات بڑھانا شروع کیے حتیٰ کہ 1857ء میں مسلمانوں کی حکمرانی ختم کر کے پورے برصغیر پر قابض ہو گیا۔ انگریز نے چونکہ حکومت مسلمانوں سے لی تھی اس لیے اسے زیادہ خطرہ انہی سے تھا کہ بقیہ ادیان والے (ہندو، سکھ، آتش پرست، بدھسٹ وغیرہ) تو پہلے ہی محکوم تھے لہٰذا برطانوی سامراج نے پلان تیار کیا کہ مسلمانوں کا رشتہ سید الکونین خاتم النبیین حبیب رب العالمین ﷺ سے کسی طریقہ سے ختم کیا جائے یا کمزور تر کیا جائے اور اس مقصد کیلئے ایسا شخص تیار کیا جائے جس سے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کرایا جائے اور مختلف چالوں اور طریقوں سے اس کی عظمت اور تقدس کو مسلمانوں کے دلوں میں بٹھایا جائے۔ پھر اس سے بحیثیت نبی ہونے کے اعلان کروایا جائے کہ جہاد منسوخ ہے تاکہ مسلمان انگریز کی حکومت کے خلاف بغاوت اور جہاد نہ کر سکیں اور برطانوی استعمار اطمینان سے پورے برصغیر میں بغیر کسی خطرے کے حکمرانی کرتا رہے۔

اس پلان کے پورا کرنے کیلئے انہیں مرزا غلام احمد قادیانی مل گیا اور اس سے انہوں نے اپنے مذکورہ مقاصد کیلئے بڑے مکر ودجل کیساتھ کام کیا۔

مرزا قادیانی نے تدریجی طور پر پہلے مجدد پھر مہدی پھر مسیح موعود ہونے کے دعوے کیے پھر ظلی وبروزی نبوت کا دعویٰ کیا اور اس کے بعد صاف صاف تشریعی نبی ہونے کا دعویٰ کیا اور پھر اتنا بڑھا کہ ملعون نے آخر میں اپنی نبوت کو سید الرسل والانبیاء ﷺ کی نبوت سے افضل قرار دیا۔ فلعنہ اللہ وأخزاہ وکل من تبعہ۔

حالانکہ ختم نبوت کا عقیدہ قرآن مجید کے نصوص قطعیہ اور متواتر احادیث نبویہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر ہر دور کے اجماع سے ثابت ہے جس کا منکر قطعاً کافر، مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہے اور اس قادیانی ملعون نے یہ سب کچھ برطانوی سامراج اور اپنے آقا انگریز کے کہنے پر کیا۔ مرزا قادیانی خود اس حقیقت کا اقرار کرتا ہے کہ میں انگریزوں کا خود کاشتہ پودا ہوں اور اس کی تصنیفات اور تحریرات میں جگہ جگہ برطانوی حکومت کی تعریفیں ملیں گی اور جہاد وقتال فی سبیل اللہ کی منسوخی کا مختلف انداز سے اعلان کرتا ہے حالانکہ پانچ سو (500) سے زیادہ آیات قرآنیہ اور ہزاروں احادیث نبویہ سے جو جہاد مشروع اور ثابت ہو وہ کیسے اس ملعون وکذاب کے کہنے سے منسوخ ہوسکتا ہے؟ ہاں البتہ تمام علماء سلف وخلف کے نزدیک اس وجہ سے بھی وہ خود کافر ومرتد ہوا کہ ضروریات دین کا منکر سبھی کے نزدیک کافر ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ بھی کئی کفریات اس قادیانی ملعون سے صادر ہوئیں جس کی بناء پر تمام علماء اسلام نے اس کے اور اس کے ماننے والوں کے کفر وارتداد کا متفقہ فتویٰ دیا جس دن سے یہ قادیانی فتنہ شروع ہوا ہے شروع دن سے ہی علماء اسلام نے اس کی بھرپور تردید کی اور ہر طرح سے تعاقب کیا اور ہر میدان میں ہر نوع کی جدوجہد جاری رکھی اور اس راہ میں ہر طرح کی قربانیاں پیش کیں۔ مقدمات، اذیتیں جیلیں ہتھکڑیاں مختلف انداز کی تکلیفیں اور مصائب برداشت کئے مگر اس فتنہ خبیثہ کی سرکوبی میں کہیں کسی حال میں کمزوری نہیں دکھائی۔

26 مئی 1908ء میں مرزا غلام احمد قادیانی ملعون ہیضہ میں مبتلا ہو کر لاہور میں مرا، اس کی لاش کو قادیان لے جا کر دفنایا گیا۔

اب چونکہ 26 مئی 2008ء کو اس کی موت کو ایک سو سال پورا ہو جائے گا تو "انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ" کے ذمہ داروں نے مشورہ کیا کہ اس موقعہ پر ایک دستاویزی کتاب مرتب کی جانی چاہیے جس میں علماء کرام اور مسلمانوں کے مختلف طبقات اور اعیان کی سو سالہ تحفظ ختم نبوت کے سلسلہ میں جو جدوجہد مختلف انداز میں ہوئی ہے اس کا مستند تذکرہ آجائے تاکہ مسلمانوں پر عیاں ہو کہ ان کے اسلاف واکابر نے کس ہمت وعزیمت سے اس فتنہ کا مقابلہ کیا

اور اس کی سرکوبی کے لیے کیسی کیسی قربانیاں دیں اور مسلسل اس کے تعاقب میں لگے رہے۔

اس عظیم الشان مقصد کیلئے علامہ کبیر محقق جلیل حضرت مولانا مشتاق احمد صاحب مدظلہ العالی (جو کہ سفیر ختم نبوت فاتح قادیانیت حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی نور اللہ مرقدہ کے معتمد خاص ہیں اور ردقادیانیت میں ماہر و متخصص ہیں) سے گزارش کی گئی کہ یہ کتاب وہ مرتب فرمادیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی شایان شان جزاء خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے کئی ماہ دن رات محنت کر کے یہ مستند دستاویز مرتب فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس مبارک تالیف کو قبولیت سے سرفراز فرما کر برادران اسلام کی تقویت ایمان اور غیرت وحمیت دینی اور ختم نبوت کیلئے قربانی دینے کے جذبہ میں قوت اور زیادتی کا ذریعہ بنائے۔

نیز اللہ تعالیٰ قادر کریم سے دعا ہے کہ وہ مسلمانوں کو توفیق عطا فرمادے کہ وہ اپنی جان ومال اور ہر صلاحیت کو دین اسلام کی سربلندی اور ختم نبوت کے تحفظ کیلئے خصوصاً صرف کریں اور اس کیلئے کسی قربانی سے دریغ نہ کریں کہ یہ بہت عظیم سعادت ہے۔

ختم نبوت کے مبارک کار کیلئے قربانی کی اہمیت کا اس سے اندازہ لگائیں کہ مورخین نے لکھا ہے کہ نبی اکرم شفیع اعظم سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں جتنی بھی جنگیں کفار کیساتھ دین کیلئے ہوئیں ان سب میں (259) صحابہ کرام شہید ہوئے۔ جبکہ 759 کافر قتل ہوئے اور ختم نبوت کے تحفظ کیلئے ایک جنگ یمامہ میں جو جھوٹے نبی مسیلمہ کذاب اور اس کے لشکر کیساتھ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حکم سے سیف اللہ حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ہوئی تقریباً (1200) بارہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے جن میں تقریباً سات سو (700) حفاظ وقراء کرام تھے۔

دیکھیے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک ختم نبوت کا تحفظ کتنا اہم تھا کتنی بڑی قربانی اس کے لیے پیش کی فجزاھم اللہ عنا خیر الجزاء۔

اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر ایک کو ختم نبوت کے اس مبارک کار میں اپنا بھرپور حصہ ڈالنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس سے اپنے فضل وکرم سے کسی کو محروم نہ فرمادے۔ آمین

نیز دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحمت سے قادیانیوں کو رشد و ہدایت سے نوازے اور کفر وارتداد سے توبہ کرنے اور ظلمات مرزائیہ سے نکل کرامت محمدیہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام میں آنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه و سیدرسله و خاتم الانبیاء سیدنا و حبیبنا وقرۃ أعیننا و مولانا محمد النبی الامی الکریم و علی آله و اصحابه وازواجه و اتباعه اجمعین و بارک وسلم تسلیما کثیرا۔ والحمد للہ اولا و آخرا۔

بروز منگل 29 ربیع الآخر 1429ھ بمطابق 6 مئی 2008

کتبہ الفقیر الی رحمۃ ربہ الکریم عبدالحفیظ المکی (وارد حال راولپنڈی۔ پاکستان)

مقدمہ کتاب "العناقيد الغالية من الأسانيد العالية"

تالیف المحدث الجلیل مولانا محمد عاشق الٰہی البرنی المظاہری

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه ، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا، من يهد الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادي له، ونشهد أن لا إله إلا الله وحد لاشريک له، ونشهد أن سيدنا ومولانا محمداً عبد ورسوله، صلى الله تعالى عليه وعلى آله وأصحابه وأزواجه وأتباعه أجمعين، وبارک وسلم تسليما كثيرا كثيرا۔

بعد حمد وصلوۃ حقیقت واقعہ یہ ہے کہ بہترین بات اللہ پاک کا کلام ہے اور بہترین طریقہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے اور بدترین چیزیں دین میں نئی پیدا کی جانے والی چیزیں ہیں اور دین میں ہر نئی پیدا ہونے والی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَٰكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَٰكُمْ شُعُوبًا

وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ الحجرات:۱۳

یعنی اے لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے تم کو مختلف قوموں اور خاندان بنایا تا کہ ایک دوسروں کو شناخت کر سکو، اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہ ہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو، بے شک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا اور پورا خبردار ہے۔

اور خطیب بغدادی نے اصحاب الحدیث کی شرافت کے بیان میں مختلف اسانید اور مختلف الفاظ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کیا ہے کہ حضرت صادق ومصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری طرف سے میری باتیں لوگوں کو پہنچاؤ اگر چہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو اور مجھ سے حدیث بیان کرو اور مجھ پر جھوٹ نہ بولنا۔ اسی طرح مختلف سندوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا کہ ہر آئندہ آنے والی جماعت میں سے اس کے نیک (یعنی ثقہ اور معتمد) لوگ اس علم (کتاب وسنت) وحاصل کریں گے، اور وہی لوگ اس (علم) کے ذریعے (آیات واحادیث میں) حد سے گزرنے والوں کی تحریف کو، باطلوں کی افتراء پرویزی کو، اور جاہلوں کی تاویلات کو دور کریں گے۔

اسی طرح امام بیہقی نے بھی دلائل النبوہ میں اس حدیث کی تخریج کی ہے، پھر امام بیہقی نے اس کے ذیل میں فرمایا کہ اس بات کی تصدیق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے دور میں بھی ہوئی ہے، بلکہ اس زمانے سے ہمارے زمانہ تک بھی اس کی تصدیق ہوتی رہی اور احادیث کے راویوں کے حالات کی تحقیق کے لئے بھی باقاعدہ ایک جماعت ہر زمانہ میں کام کرتی رہی ہے۔ اور انہوں نے ان کے حالات پر جرح وتعدیل کے بارے میں خوب واقفیت حاصل کی اور انہیں کتابوں میں مدون فرمایا حتی کہ اب جو لوگ ان کے حالات پر مطلع ہونا چاہیں تو وہ آسانی سے مطلع ہو سکتے ہیں، اور پھر یہ جرح وتعدیل پر ہر زمانہ کے فقہاء اور محدثین حضرات بھی بحث کرتے چلے آئے ہیں الخ۔

اور واقعی اس میں کوئی شک نہیں کہ اسناد ایک ایسی نعمت عظیمہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت محمدیہ کو ہی اس کے ساتھ مخصوص فرمایا کہ یہ نعمت صرف انہیں کو ملی اور اس اسناد کی یہ

شان ہے کہ یہ بندہ کو سارے انبیاء اور مرسلین کے آقا و سردار تک پہنچانے والا راستہ ہے صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہم اجمعین، بلکہ یہ اسناد بندہ کا خالق جل وعلی سے تقرب حاصل کرنے کا ذریعہ بنتا ہے کیونکہ اسی کے ذریعہ (صحیح) احکام اور مسائل (چاہے وہ عملی ہوں یا اعتقادی سب) معلوم ہوتے ہیں، اور (پھر ان کے ذریعے سے) اللہ تعالی کی رضا مندی تلاش کی جاتی ہے اور اسی اسناد کے ذریعے (احادیث میں) ان (اعتقادی وعملی احکام ومسائل) پر جو اجر اور فضائل وارد ہوئے ہیں معلوم کئے جاتے ہیں۔

اور اسی اسناد کے ذریعہ سے ہی صحیح احادیث ضعیف احادیث سے ممتاز اور جدا ہوتی ہیں اور اسی سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی اور بتلائی چیزوں پر عمل کرنے سے شرافت کے مرتبے حاصل کئے جاسکتے ہیں۔

اور امام عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے کیا ہی بہترین بات فرمائی ہے جس کو امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں ذکر کیا ہے۔ فرمایا: **الإسناد دين ولولا الإسناد لقال من شاء ما شاء** یعنی اسناد دین (کی اہم چیز) ہے اگر اسناد نہ ہوتو ہر من مرضی کرنے والا جو مرضی کہتا پھرے۔ اور یہ امام ابن سیرین سے یہ بھی نقل کیا گیا ہے انہوں فرمایا **ان هذا الاسناد دين فانظروا عمن تأخذون دينكم** یعنی یہ اسناد دین (کی اہم چیز) ہے پس دیکھو تم اپنے دین (کی اس اہم چیز) کو کن سے حاصل کر رہے ہو۔ اور بعض علماء نے فرمایا کہ ایک عالم کیلئے اسناد لڑائی کرنے والے (کے حق میں بطور اسلحہ کے اس) کی تلوار کی طرح ہے۔ (کہ وہ بغیر تلوار کے نہتہ ہو کر لڑائی میں شکست کھا سکتا ہے) اور محدث کے حق میں وہ ایسے ہی ضروری ہے جیسے اوپر چڑھنے والے کے حق میں سیڑھی۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جو آدمی بغیر سند کے حدیث طلب کرتا ہے وہ رات کو ایندھن اکٹھا کرنے والے کی طرح ہے کہ لکڑی چکتا ہے حالانکہ اس میں (لکڑی کی شکل میں) سانپ (بھی) ہے (اور وہ اسے لکڑی سمجھ کر اٹھا لیتا ہے اور نقصان اٹھاتا ہے، کیونکہ) اسے پتہ نہیں ہے، الخ۔

اور جب دین میں اسناد کی بڑی اہمیت ہے تو اسی لئے حضرات علماء کرام نے اسناد میں کتابیں تصنیف فرمائی ہیں اور اس میں اپنے اسانید اور اپنے مشائخ کے اسانید ذکر کی ہیں اور اوراق کے بطون میں ان کو محفوظ کیا ہے۔

اور جبکہ ہند اور سندھ کے محدثین کا روایت حدیث اور درایت حدیث میں بہت بڑا دائرہ اور حلقہ ہے خاص طور سے یہ آخری دور میں حدیث کی شرح میں اور حدیث کے درس وتدریس میں اور حدیث کی طباعت ونشر میں ان محدثین کے کارنامے اور جدو جہد بہت بلند ہے، ان میں خاص طور پر مشائخ جامعہ دار العلوم دیو بند اور مشائخ جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور ان کارناموں میں سرفہرست ہیں تو ایسی صورت حال میں حضرت علامہ محدث فقیہ مفتی عاشق الٰہی برنی مہاجر مدنی رحمہ اللہ نے جو کہ حضرت امام محدث شیخنا شیخ الحدیث محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ کے خاص تلامذہ میں سے تھے۔ حضرات مشائخ عظام رحمہم اللہ تعالی کی اسانید کو ایسی خوبی اور میانہ روی کے ساتھ چند فصلوں میں جمع فرمایا کہ تفصیل بھی ہو لیکن اس سے ملال پیدا نہ ہو، اور اختصار تو ہو لیکن سمجھنے میں خلل انداز بھی نہ ہو چنانچہ انہوں نے کتاب کے شروع میں قرن عاشر سے ہمارے زمانہ تک ہندوستان میں علم حدیث کی اشاعت کی کیفیت بیان کی ہے اور پھر جامعہ دار العلوم دیو بند اور جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور کی تاسیسی تاریخ بیان کی ہے اور یہ بھی ذکر کیا کہ کون کون محدثین کرام ان دنوں جامعہ میں تدریس حدیث کی خدمات انجام دیتے رہے ہیں پھر ان کی وہ اسانید جو مرکز الاسانید الامام الاجل ولی اللہ الدہلوی تک پہنچتی ہیں کو ذکر فرمایا، پھر ان سے حضرات اصحاب الکتب الستہ وغیرہا تک والی اسانید ذکر کیں، اور ایک مستقل فصل قائم کی جس میں حضرت شاہ عبد الغنی مجددی دہلوی کی وہ اسانید بیان کی ہیں جو محدث کبیر شیخ محمد عابد السندی الانصاری کے طریق سے ہیں، اور انہوں نے اس کتاب کا نام "العناوين الغالية في الأسانيد العالية" رکھا ہے۔

اور میں جب ان کی اس تالیف پر واقف ہوا مجھے بہت پسند آئی اور بہت زیادہ خوشی محسوس ہوئی کیونکہ اس میں ہمارے پہلے اور بعد والے مشائخ کا تذکرہ مبارک ہے۔ اور

مختلف کتابوں میں اس مضمون میں جو متفرق طور پر مواد منتشر تھا ایک جگہ جمع ہو گیا ہے جس سے آنے والے حضرات محدثین اور مدرسین مستفید ہوں گے اور آنے والے مصنفین اور مؤلفین اس سے اپنے مطالعہ میں استفادہ کر سکیں گے۔ اللہ تعالی حضرت کو ہماری اور تمام مسلمانوں اور طلبہ علم دین کی طرف سے جزائے خیر عنایت فرمائے، اور ان کی عمر میں برکت ڈالے اور ان کے ذریعے اپنے بندوں کو نفع پہنچائے، اللہ تعالی کی ذات سے امید ہے کہ وہ ان کی اس عمدہ تصنیف کو بھی قبول فرمائے جیسا کہ ان کی دیگر تصنیفات کو شرف قبولیت سے نوازا، اور ان کی ان تصنیفات کو ان کے نامہ اعمال حسنہ میں درج فرمائے، اور انہیں فضل وکرم سے ایسا صدقہ جاریہ بنائے کہ جس سے ہر محدث وطالب علم نفع اٹھائے، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين وصلى الله تعالى على خير خلقه وأشرف رسله سيدنا ومولانا محمد وآله وصحبه وبارک وسلم تسلماً كثيراً۔

مذکورو تحریر کرنے والا، اپنے رب کریم کی بارگاہ میں بندہ فقیر

(حضرت مولانا) عبدالحفیظ ملک عبدالحق مکی مظاہری

وارد حال مدینہ منورہ، درودو سلام وتحیۃ ہو

اس شہر مدینہ منورہ والے پر

مقدمۃ کتاب ”بطلان عقائد الشیعہ“

تالیف حضرت مولانا محمد عبدالستار تونسوی رحمۃ اللہ علیہ

اور اس کی تعریب حضرت والا نے کی۔

نوٹ: حضرت کا یہ مقدمہ عربی میں ہے ذیل میں اس کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے جو حضرت مولانا کمال الدین صاحب نے کیا ہے۔

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به، ونتوكل عليه، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا، من يهد الله فلا مضل له ومن يضلله فلاهادي له، وأشهد أن لا إله لله وحده لا شريك له وأشهد أن سيدنا محمدًا عبده رسوله، أرسله بالحق بشيرًا ونذيرًا بين يدي الساعه، من يطع الله ورسوله فقد رشد ومن يعصهما فإنه لا يضر إلا نفسه ولا يضر الله شيئًا۔

حمد وصلاۃ کے بعد:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی کتاب محکم میں ارشاد فرمایا:

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ المائدة:۷۸

ترجمہ: بنی اسرائیل میں جو لوگ کافر تھے اُن پر لعنت کی گئی داؤد اور عیسیٰ ابن مریم کی زبان سے، یہ (لعنت) اس سبب سے ہوئی کہ انہوں نے حکم کی مخالفت کی اور حد سے نکل گئے۔ جو بُرا کام انہوں نے کر رکھا تھا اس سے ایک دوسرے کو منع نہ کرتے تھے، واقعی اُن کا فعل (بیشک) بُرا تھا۔ [سورۂ مائدہ: ۷۸، ۷۹]

صادق مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”جب تم میں سے کوئی کسی (شرعی) منکر کو دیکھے تو اس بندہ کو (اگر قدرت ہو) تو اس منکر کو اپنے ہاتھ سے روکے، اگر اس کی قدرت

نہ ہوتو اپنی زبان سے روکے، اور اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہوتو دل سے اسے برا سمجھے، اور یہ (آخری حالت) ایمان کا ادنیٰ درجہ ہے۔[مسلم شریف:۴۹]

اور منکرات میں سے سب سے زیادہ خطرناک اور دولت ایمان کو سب سے زیادہ تباہ و برباد کرنے والا اور نعمت دین کیلئے نہایت نقصان دہ روافض وشیعہ کا فتنہ ہے، ہر جگہ اس فتنہ کو عام کرنے کیلئے اہل تشیع ہر دم کوشاں ہیں، نیز لوگوں پر یہ ظاہر کرتے ہیں کہ اُن کا یہ مذہب (جو کہ سراسر باطل ہے) عینِ اسلام ہے، اور اہل سنت و جماعت کے مشہور مذاہب اربعہ اور اُن کے شیعہ مذہب کے درمیان کوئی خاص امتیازی فرق نہیں ہے، بلکہ اہل سنت و جماعت اور اہل تشیع و روافض کے مابین کا اختلاف فقط فرعی امور میں جزئی اختلاف ہے۔ حالانکہ حقیقت اس کے برعکس اور متضاد ہے، بلکہ اہل سنت اور روافض کے مابین کا اختلاف دین اسلام کے اصولی امور اور اساسی عقائد میں ہے، نیز اُن کے بعض معتقدات اس قدر مہلک وخطرناک ہیں کہ اُن عقائد سے متصف شخص دائرۂ ایمان سے خارج ہوجاتا ہے۔

اس سنگین اختلاف کے متعلق اہل سنت کے اکثر افراد ناواقف ہیں، بلکہ اکثر اہل تشیع کو خود اپنے عقائد فاسدہ کا علم نہیں ہے، کیونکہ علمائے روافض اُن بنیادی کتابوں کو اپنے عوام میں نشر نہیں کرتے جن پر اُن کے عقائد کا مدار ہے۔

لہٰذا ''تنظیم اہل سنت پاکستان'' کے صدر حضرت مولانا محمد عبدالستار تونسوی سے ہم نے درخواست کی کہ شیعوں کے اہم عقائد جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے مخالف ومتضاد ہیں کو ایک مختصر تالیف میں جمع کر دیا جائے، تاکہ دینِ شیعہ اور فقہ جعفری کی حقیقت سے لوگ واقف ہوجائیں اور اس دین شیعہ وفقہ جعفری کا فساد و بطلان اُن کے سامنے واضح و روشن ہوجائے۔

اللہ تعالیٰ مولانا محمد عبدالستار تونسوی کو بہت جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے اس درخواست کو قبول فرمایا اور یہ قیمتی مختصر رسالہ تصنیف فرمایا۔

حضرت مولانا محمد عبدالستار تونسوی نے ۱۹۴۶ء میں عالم اسلام کی عظیم یونیورسٹی دار العلوم دیوبند سے سند فراغت حاصل کی، اور اُن کے مایۂ ناز اساتذہ میں سے علامہ مجاہد شیخ

الاسلام سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا نام قابل ذکر ہے،

اور شیخ الاسلام نے جب مولانا تونسوی کو روافض اور اہل تشیع کے عقائد پر خصوصی اہتمام کرتے ہوئے دیکھا تو مولانا تونسوی کو فراغت تعلیم کے بعد امام اہل سنت حضرت علامہ عبدالشکور لکھنوی کے پاس لکھنو جانے کا مشورہ دیا،

چنانچہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے مشورہ کے مطابق ۱۹۴۷ء میں مولانا لکھنو تشریف لے گئے، اور ردشیعیت پر خصوصی مہارت حاصل کرنے کی غرض سے علامہ لکھنوی کے پاس چند ماہ قیام فرمایا، اور اس میدان کے کافی علوم اُن سے حاصل کئے۔

پھر تقسیم ہند کے بعد نجف کربلا اور طہران جاکر شیعوں کے مراکز کو دیکھا، اور اُن کی ان کتابوں اور مراجع کے حصول پر کامیابی حاصل کی جو لکھنو میں نہیں مل سکیں تھیں، اس کے بعد اپنے وطن (مالوف) پاکستان واپس آگئے۔

حضرت مولانا تونسوی رحمۃ اللہ علیہ اسی وقت سے اس فتنۂ عظیم فتنۂ روافض کے خلاف ”تنظیم اہل سنت“ کے پلیٹ فارم سے مسلسل جہاد میں مصروف ہیں، اُن کے ہاتھوں پر مذہب شیعہ کے ہزاروں افراد تائب ہوکر اہل سنت میں شامل ہو گئے، مولانا تونسوی بڑے بڑے رافضی علماء کو مناظرے کے ذریعہ باذنہ تعالیٰ شکست دے چکے ہیں، حتیٰ کہ اُن کے نام سے اہل تشیع خوفزدہ رہتے ہیں، اور اُن سے مناظرہ کرنے کی جرأت نہیں کرتے۔

اس رسالہ کی ضخامت اگرچہ چھوٹی ہے مگر اس کے مضامین نہایت قیمتی اور گراں قدر ہیں، ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات عالی سے امید رکھتے ہیں کہ اس مبارک رسالے کو شرف قبولیت سے نوازیں گے، اور اپنے خاص فضل وکرم سے اس کو اپنے بندوں کیلئے ذریعۂ ہدایت بنا دیں گے. وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم تسلیمًا کثیرًا۔

(مولانا) عبدالحفیظ ملک عبدالحق (المکی) مکہ مکرمہ ۱۲/۱۱/۱۴۰۳ ہجری

مقدمہ کتاب

"موقف ائمة الحركة السلفية في التصوف والصوفية"

تالیف حضرت والا خود

نوٹ: حضرت نے یہ کتاب منکرینِ تصوف کے خلاف سنہ 7/3/1407ھ میں لکھی تھی اور یہ اس وقت لکھی گئی تھی جبکہ ہم خود مکہ مکرمہ کی مسجدوں میں اہل تصوف کے خلاف تقریریں سنتے تھے اور انہیں برملا بدعتی کہا جاتا تھا، اب اس کتاب کو لکھے ہوئے تیس سال سے زائد کا عرصہ گزر چکا ہے لیکن چونکہ اللہ کے فضل سے حضرت نے براہین قاطعہ سے احقاق حق کیا ہے اس لئے الحمدللہ کسی نے اب تک اس کا جواب نہیں لکھا، اور اگر کوئی منصف مزاج ہوگا تو وہ ان شاء اللہ اس مقدمہ سے ہی انکار تصوف سے رک جائے گا اور اسلاف کی طرح وہ بھی اہل تصوف میں ضرور داخل ہوگا، مقدمہ ملاحظہ فرمائیں:

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه ، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا من يهد الله فلا مضل له ومن يضلله فلاهادي له وأنشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن سيدنا ومولانا محمدا عبده ورسوله صلى الله تعالى عليه وعلى آله وأصحابه وأزواجه وأتباعه أجمعين وبارك وسلم تسليما۔

اما بعد دیندار عقلمندوں پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ فکری فتنوں اور باطل فرقوں کی زہریلی آراء وافکار نے اسلامی مجتمع پر اثر اندازی کرنا شروع کردی ہے، اور خاص طور پر جبکہ اللہ کے فضل وکرم سے کرۂ ارض کے ہر خطہ پر اسلام بیداری کا ماحول بن چکا ہے، لہٰذا اب ہر خود غرض انسان (جسے اسلام بیداری کا ماحول اچھا نہیں لگتا) اپنی مصلحت (فاسدہ) کیلئے اس ماحول سے (ناجائز) فائدہ اٹھانا چاہتا ہے، کتنے اسلام دشمن اپنے صریح

کفر اور باطل نظریات کو لے کر ظاہر ہوئے اور یہ باور کرانے کی جھوٹی کوشش کی کہ یہی حقیقی اسلام ہے۔

پس آپ دیکھئے فرقہ قادیانی ایک کافر فرقہ ہے وہ اپنے دجل وفریب کے بارے میں دعویٰ کرتا ہے کہ ان کا عقیدہ کفریہ ہی حقیقی اسلام ہے، اور جو مرزا غلام احمد قادیانی کذاب پر ایمان نہیں لائے گا وہ مؤمن نہیں ہے کافر ہے، ہاں ہاں غلام احمد قادیانی کے ماننے والے یہی کہتے ہیں، حالانکہ ان کے اس جھوٹے نبی غلام احمد قادیانی کا اعتراف موجود ہے کہ اس کے مذہب کا پودا انگریز حکومت نے اس لئے بویا تا کہ مسلمانوں و فاسد اور خراب یا جائے اور اور اسلام کو تو مٹا ہی دیا جائے، اور تا کہ مسلمانوں کے عقائد کو متزلزل اور مسلمانوں کی شوکت و دبدبہ کو کمزور کر دیا جائے، اور ان کے اندر نئے نئے فرقے ایجاد کر دئے جائیں۔

لیکن امت مسلمہ کے علمائے کرام نے اجماعی طور پر ان کے کفر صریح الفتویٰ صادر فرمایا، اور فرمایا کہ یہ قادیانی سب ے سب اس عقیدہ فریہ کی وجہ سے ملت اسلامیہ سے خارج ہیں، لیکن اس کے باوجود دنیا کے مختلف ممالک میں ان کے مراکز ہیں اور وہ اپنے زہریلے نظریات ان ممالک میں پھیلا رہے ہیں، خاص طور پر وہ ممالک جو مرکز اسلام سے بعید ہیں جیسے افریقی ممالک، یورپ اور امریکہ ممالک ہوئے وہ ان لوگوں انشانہ بنے ہوئے ہیں۔

اسی طرح شیعہ اور روافض ہیں جن امذہب واضح طور پر باطل ہے، اور ان کے فاسد عقائد ان کے اپنے اساسی مراجع جیسے ان کے یہاں کی مشہور صحاح اربعہ میں موجود بھی ہیں۔

ان کے اساسی عقائد میں سے ایک تحریف قرآن کا عقیدہ ہے، ان اعقیدہ ہے کہ اس وقت جو قرآن ہمارے پاس موجود ہے جس کی ابتداء سورۂ فاتحہ سے اور انتہا سورۂ ناس پر ہے، یہ نعوذ باللہ وہ قرآن نہیں جو محمد ﷺ پر نازل ہوا ہے، بلکہ اس میں تغیر و تبدل کیا گیا اور کمی زیادتی کی گئی ہے۔

اسی طرح ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد پانچ سات صحابہ کرام کے علاوہ باقی سب صحابہ کرام مرتد ہو گئے، ہاں ہاں بالکل اسی طرح ان کا عقیدہ ہے اور ان کے نزدیک یہ بات (شیعہ کتب کی) روایات صحیحہ سے ثابت ہے۔

اور یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ شیخین یعنی حضرت صدیق اکبرؓ حضرت عمر فاروقؓ اور ذوالنورین یعنی حضرت عثمانؓ یہ تینوں کے تینوں بھی اور عشرہ مبشرہ میں سے حضرت علیؓ کے علاوہ باقی بھی سب کے سب اور اکابر صحابہؓ میں سے ابو عبیدہؓ اور خالد بن ولیدؓ اور عمرو بن العاصؓ اور امہات المؤمنینؓ بھی سب کے سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد (نعوذ باللہ) مرتد ہو گئے تھے۔

اسی طرح یہ لوگ آل بیت میں سے بارہ ائمہ میں بہت مبالغہ کرتے ہیں حتی کہ بہت سے امور میں حضرات انبیاء علیہم السلام سے بڑھا کر ان کا درجہ قرار دیتے ہیں، اسی طرح کے دیگر عقائد فاسدہ بھی ہیں جو ان کی متعلقہ کتابوں میں موجود ہیں۔

اس قسم کے عقائد کے باوجود یہ فرقہ شیعہ اثنا عشریہ، جعفریہ کہتا ہے ان کا یہ دین (جو حقیقت میں سراسر باطل ہے) ہی صحیح اسلام ہے اور دین حق ہے۔

هَٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ النور:١٦

اور اس ظلم و بہتان سے صرف اسلام ہی نہیں بلکہ سلفیت (یعنی اسلاف کے نقش قدم پر چلنا) بھی آزمائش میں پڑ گئی۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہر نفس پرست مریض اور خود غرض اپنی خود ساختہ فاسد آراء لیکر منظر عام پر آتا ہے اور اس کا نام سلفیت (یعنی اسلاف کے نقش قدم پر چلنا) رکھ دیتا ہے، اور اس کے ذریعہ سادہ لوح دیندار اور سلف وصالحین سے محبت رکھنے والے عام مسلمانوں کو دھوکہ دے دیتا ہے، اور ان کے اندر اپنے افکار اور آراء باطلہ کو جو کہ دین حنیف اور سلف وصالحین کے مذہب کے سراسر خلاف ہیں پھیلا دیتا ہے، اور اس اسی منصوبہ بندی اور پروپیگنڈوں سے عامۃ الناس کو متاثر کر دیتا ہے اور وہ سادہ لوگ دھوکہ اور گمراہی میں گھر کر ہلاک ہو جاتے ہیں۔

اسی طرح دیکھئے جہیمان العتیبی کی پارٹی، نے بھی مرکز رشد وہدایت مکہ مکرمہ کعبہ شریف میں جو حرکات کی ہیں، مختلف قسم کے اسلحہ لیکر حجاج و معتمرین اور نمازیوں کو ڈرایا، اس کی وجہ سے دس دن تک حرم شریف کے صحن وغیرہ کو نجاسات اور غلاظات سے بھر دیا، اور اس پارٹی کے لوگوں کے عقائد بالکل خوارج کے آراء اور عقائد فاسدہ کے ہی عقائد تھے اور بیت اللہ کے سامنے اپنوں میں سے مہدی منتظر کے ظہور کا جھوٹا دعویٰ بھی کئے ہوئے تھے اور ان حضرات نے بھی یہ سارا فساد جو مچایا وہ سلفیت (یعنی اسلاف کے نقش قدم پر چلنا) ہی کے نام پر کیا ہے۔

حالانکہ اللہ پاک شاہد ہے کہ ان مذکورہ فاسدین کا حقیقی سلفیت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، اور نہ ہی سلف وصالحین اس قسم کی باتیں کرتے ہیں، ہاں اگر سلف سے مراد ان فاسدین کا سلف خوارج اور معتزلہ ہیں تو صحیح ہے، لیکن ہم سلف المسلمین جن کو سلف وصالحین کہتے ہیں وہ حضرات رب کعبہ کی قسم ان تمام عقائد اور گمراہیوں سے بری ہیں۔

اور اسی طرح ہم وقفے وقفے سے ائمہ فقہ میں کسی متعین امام کی تقلید کرنے کو اور ائمہ اربعہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، مالک رحمۃ اللہ علیہ شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور احمد رحمۃ اللہ علیہ میں سے کسی ایک کے مذہب پر عمل کرنے پر طعنہ وتشنیع بھی سن رہے ہیں، حالانکہ فقہی امور میں ان میں سے کسی ایک کی تقلید کرنے کے جواز پر قرون اولی سے ہی اجماع ہو چکا ہے

پھر بھی آپ دیکھیں گے کہ بعض وہ لوگ جو جادۂ حق سے ہٹے ہوئے ہیں اپنے باطل آراء کو یہ کہکر پھیلا رہے ہیں وہ ان اماموں میں سے کسی کی تقلید کرنا بدعت اور گمراہی ہے بلکہ ان میں سے بعض اس سے بڑھ کر یہاں تک جرأت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تقلید گمراہی اور شرک ہے، اور بہت افسوس سے ساتھ بتانا پڑتا ہے کہ یہ سب کا سب بھی سلفیت (یعنی اسلاف کے نقش قدم پر چلنا) کے نام پر ہی ہو رہا ہے۔

اور یہ لوگ یا تو اس بات کو بھول جاتے ہیں یا جان بوجھ کر اس سے اَن جانے بنتے ہیں کہ وہ حضرات جو دین وہدایت کے (مسلّم) امام اور علم وایمان کے پہاڑ ہیں سب کے سب ان مذکورہ مذاہب اربعہ کے پیروکار اور ان مذاہب اربعہ کے ائمہ کے مقلد ہی ہیں،

مثلاً امام طحاوی، امام عینی، امام آلوسی، امام علی القاری، امام زیلعی، امام ولی اللہ الدہلوی سب احناف میں سے ہیں، اور امام نووی، امام عسقلانی، امام غزالی، امام ابن کثیر، امام ذہبی، امام سیوطی سب شوافع میں سے ہیں، اور امام قرطبی، امام باجی، امام ابن عبدالبر، امام ابن عربی مالکیہ میں سے ہیں، اور امام ابن عقیل، امام ابن قدامہ، حضرت عبدالقادر جیلانی، امام مقدسی، امام ابن عبدالہادی سب حنابلہ میں سے ہیں، بلکہ آج کل سلفیت کی طرف اپنے کو منسوب کرنے والے حضرات جن کو اپنے امام مانتے ہیں جیسے حافظ ابن قیم اور ابن رجب ہو گئے یہ خود حنبلی ہیں،

تو جب یہ لوگ ہر مقلد کو مشرک و بدعتی کہیں گے تو پھر تو یہ ائمہ مذکورین تمام کے تمام اور شیخ محمد بن عبدالوہاب (جن کو یہ حضرات کئی امور میں مانتے ہیں) اور ان کے علاوہ ہزاروں ائمہ اور علماء اجلہ بھی اس رائے فاسد کی بنا پر مشرکین اور بدعتیوں میں شمار ہوں گے، (کیونکہ یقینی طور پر کتب رجال وغیرہ میں ان سب کے مقلد ہونے کے ثبوت موجود ہیں)

خلاصہ یہ کہ یہ لوگ اس طرح ائمہ سلف صالح اور بزرگان دین کو گمراہ اور بدعتی اور بلکہ شرک و کفر تک پہنچا دیتے ہیں اور یہ سب کچھ بھی اسی سلفیت کے نام سے ہی کرتے ہیں تو یہ کس قدر عجیب بات ہے کہ سلفیت کے نام سے ہی اسلاف کو گمراہ اور بدعتی اور مشرک و کافر بنا دیا جائے، مثل مشہور ہے "الجنون فنون" اور ایسی پاگل پنی سے ہم اللہ پاک سے ہی عافیت کے طلبگار ہیں۔

اسی طرح وقفے وقفے سے ہم یہ بھی سن رہے ہیں کہ وہ اب یہ آواز لگا رہا ہے کہ تصوف سارے کا سارا باطل ہے، اور صوفیاء فرقہ باطلہ ہیں، اسلام سے اس فرقہ کا کوئی تعلق نہیں ہے، بلکہ وہ دین کے دشمن ہیں، ان کا تعلق پیچھے سے یونان اور ہندوستان کے بدھسٹ مذہب سے ہے، وغیرہ وغیرہ بہت باطل نظریات منسوب کئے جا رہے ہیں اور یہاں بھی افسوس کے ساتھ بتانا پڑ رہا ہے کہ یہ سب کچھ بھی سلفیت ہی کے نام پر کیا جا رہا ہے۔

حالانکہ حقیقت اس کے خلاف ہے کیونکہ حضرات ائمہ سلف وصالحین کے نزدیک جیسے دیگر اسلامی جماعتیں، جیسے محدثین فقہاء، متکلمین مورخین اور مجاہدین وغیرہ سب

اسلامی جماعتیں ہیں اسی طرح یہ صوفیاء کی جماعت بھی ایک اسلامی جماعت ہے، ہاں ان سب جماعتوں میں ٹھیک ہدف پر پہنچنے والا بھی ہے اور غلطی کھانے والا بھی، اور نیک بھی ہے اور بد بھی، کھرا بھی ہے کھوٹا بھی،

لیکن جب مطلقاً لفظ بولا جائے تو اس سے ہمیشہ ان میں سے جو نیک اور ٹھیک ہدف پر پہنچنے والا اور صحیح ہے وہی مراد لیا جاتا ہے، مثلاً اگر لفظ 'محدثین' کہا جائے، تو اس سے سب کے نزدیک ''نیک محدثین'' ہی مراد ہوں گے، جنہوں نے امت کے لئے اُحادیث رسول ﷺ کی حفاظت کی اور ان کی خدمات انجام دیں اور ان احادیث وصحیح اور احسن طریقے سے امت تک پہنچایا اور پھیلایا، جیسا کہ امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام حافظ ابن حجر عسقلانی، امام سیوطی، اور امام کاندھلوی وغیرہ ہیں۔

اور مطلق لفظ ''محدثین'' سے کسی کے نزدیک بھی دجال کذاب، وضاع مراد نہیں ہوتے ہ انہیں محدثین کی مکرم جماعت کی طرف منسوب کیا جا سکے بلکہ جیسا کہ سب کو معلوم ہے کہ ان کذاب اور جاہلوں کے فساد اور دجل کو حضرات ائمہ جرح وتعدیل نے ہر زمانہ میں کھول کر بیان کیا ہے، ویسا ہی حال فقہا، متکلمین، مجاہدین، مؤرخین کے بارے میں ہے اور اسی طرح ضروری ہے کہ صوفیاء بھی سوچا جائے۔

لہٰذا جب لفظ صوفیہ کہا جاتا ہے، تو اس سے مراد یقیناً فضیل بن عیاض، معروف کرخی، ابوسلیمان دارانی، بشر حافی، عبدالقادر جیلانی، جنید بغدادی اور جو ان کے طریقہ مستقیم پر گامزن ہوں ہوتے ہیں۔

اور لفظ ''صوفیہ'' سے بھی وہ حضرات مراد نہیں ہوتے جو دجال اور صحیح راستے سے انحراف کرنے والے، جادۂ حق سے ہٹنے والے، کتاب وسنت کی مخالفت کرنے والے، تصوف میں دخل اندازی کرنے والے، اللہ تعالیٰ اور دار آخرت تک پہنچانے والی راہ پر ڈاکہ ڈالنے والے ہوں۔

بلکہ جس (تصوف) کو ہم اللہ وسامنے رکھ کر دین کے طور پر اختیار کرتے ہیں اور جس کے ہم الحمد للہ معتقد ہیں، اور جو اللہ کے فضل وکرم سے ہمارے نفوس کیلئے سکون

واطمینان کی جگہ ہے اور جس پر ہم نے اپنے مشائخ کو پایا ہے وہ وہی تصوف ہے جس پر فضیل بن عیاض، بشر حافی، ابوسلیمان دارانی، جنید بغدادی، امام غزالی شیخ عبدالقادر جیلانی وغیرہ ائمہ کبار وامثالہم سب بزرگان دین رہے، ہاں یہ بات بہرحال اٹل ہے کہ صادق ومصدوق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال (وافعال) کے علاوہ سارے بزرگوں کے اقوال لئے بھی جاسکتے ہیں اور چھوڑے بھی جاسکتے ہیں۔

کیونکہ حجت تو ہمارے لئے ہمیشہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں پس جو بھی اس کتاب وسنت اور ان کے اصول اور مفاہیم کے موافق ہوگا وہ ہمارے سر، آنکھوں پہ ہوگا، اور جو بھی ان کے مخالف ہوگا چاہے کوئی بھی ہوں ہم اسے جوتے کے نیچے رکھیں گے، اور ہم ہیں گے "حسبنا اللہ ونعم الوکیل" کہ اللہ ہی ہمارے لئے کافی ہے اور وہ ہی بہترین کارساز ہے۔

اور جب یہ تصوف اور صوفیہ کی مخالفت والا فتنہ بھی بعض لوگوں میں سلفیت کے نام پر ہی زور پکڑنا شروع ہوا تو حضرات علماء کرام جو انبیاء کے وارث ہیں پر اور اہل حق پر ضروری ہوا کہ وہ اپنی پوری کوشش کو اس فتنے کے روکنے اور کچلنے میں صرف کریں کیونکہ وہ حضرات ہی عند اللہ مسؤول ہیں، کیونکہ اس فتنے کو روکنا ان کے اہم واجبات میں سے ہے، اور اسی اہمیت ہی کی بناء پر انہیں اس میں کوتاہی کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اور بے شک حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر آئندہ آنے والی جماعت میں سے اس کے نیک (یعنی ثقہ اور معتمد) لوگ اس علم (کتاب وسنت) وحاصل کریں گے، اور وہی لوگ اس (علم) کے ذریعے (آیات واحادیث میں) حد سے گزرنے والوں کی تحریف کو باطلوں کی افتراء پردازی کو اور جاہلوں کی تاویلات کو دور کریں گے۔

رواہ البیہقی فی کتاب المدخل عن ابراھیم بن عبد الرحمن العذری مرسلا۔

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "تم میں سے کوئی اگر کسی منکر (یعنی شرعی غلط چیز) کو دیکھے تو اس کو

ہاتھ سے روکے، پھر اگر ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہ ہو تو زبان (یعنی وعظ ونصیحت) سے اسے روکے، پھر اگر زبان سے بھی روکنے کی طاقت نہ ہو تو دل سے اسے برا سمجھے، اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے، رواہ مسلم۔

اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی حدیث میں یہ بھی مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے اگر کسی کو کسی حق بات اعلم ہو، تو کسی کی ہیبت اور دبدبہ اس حق بات کہنے سے نہ روک دے۔ اور ایک روایت میں ہے اگر کسی منکر کو دیکھو تو اسکو روکو، روا الترمذي، كذا في المشكوة۔

الحمد للہ حضرات علماء کرام نے شرعی واجب کو ادا کرتے ہوئے اور حق کو ثابت کرتے ہوئے ہر جگہ اس فتنہ کی سرکوبی شروع کی ہوئی ہے اللہ پاک ان کو جزائے خیر عطا فرمائے اور مزید توفیق اور درستگی سے ہمکنار فرمائے اور اپنی نصرت سے مدد فرمائے۔

اور میرے دل میں یہ بات آئی کہ حضرات ائمہ سلفیہ نے جو اقوال تصوف اور اس کے مختلف امور کے سلسلہ میں بیان فرمائے ہیں اور جو انہوں نے صوفیہ کرام کے بارے میں مدح اور تعریفیں کی ہیں ان کی ایک مقدار جمع کروں تا کہ سب کیلئے ثابت ہو جائے کہ ان فتنہ پھیلانے والوں کا یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ (تصوف سارے کا سارا باطل ہے، صوفیاء ایک باطل اور حق سے ہٹی ہوئی جماعت ہے، اسلام سے ان کا کوئی تعلق نہیں، بلکہ اسلام کے دشمن ہیں اور ان کا تعلق پیچھے یونان سے اور ہندوستان کے بدھسٹ مذہب سے ہے) اور تا کہ ثابت ہو جائے کہ اس قسم کے اقوال کی نسبت ائمہ سلفیہ کی طرف جھوٹ اور بہتان ہے، اور تا کہ یقینی طور پر یہ بات معلوم ہو جائے کہ اس قسم کی باتیں کرنے والا یا تو دھوکہ میں پڑا ہوا جاہل ہے، یا فتنے میں پڑا ہوا جھوٹا ہے، اور میں نے اپنی یہ رائے اور سوچ بعض اہل علم اور اہل صلاح پر پیش کی تو انہوں نے دینی ضرورت کی بنا پر صرف تائید ہی نہیں کی بلکہ اس کو پورا کرنے پر مجھے ابھارا بھی، تو میں نے اللہ تعالیٰ جواد وکریم سے استخارہ کیا پھر اللہ سبحانہ پر توکل کرتے ہوئے اور انہی سے مدد اور درستگی اور ہدایت مانگتے ہوئے اس کام کے کرنے کا پختہ عزم کرلیا بلکہ اللہ کی توفیق سے اسے شروع ہی کر دیا۔

پس میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ جب ہمارے قلوب اور جوارح اور پیشانیاں آپ کے قبضہ قدرت میں ہیں اور ان میں سے کسی چیز کا بھی تو نے ہمیں مالک نہیں بنایا تو اے ہمارے رب کریم تو ہمارا ولی و کارساز بن جا اور ہمیں سیدھی راہ پر راہنمائی فرما۔

اور اے اللہ ہمارے کاموں میں اچھائیاں عطا فرما اور ہمیں اپنے نفس کے شرور اور اپنے اعمال کی برائیوں سے پناہ نصیب فرما، اور ہمارے قلوب کو اپنی طرف متوجہ فرما اور ہر اس چیز کی توفیق عطا فرما جو آپ کو پسند ہے اور جس پر آپ راضی ہیں خواہ اس کا تعلق قول و عمل سے ہو یا نیت سے، کیونکہ آپ تو ہر چیز پر قدرت رکھنے والے ہیں، آمین۔

اور میں نے اپنی کثرت مشاغل اور سیات کے باوجود اس کام کو شروع کر دیا، سب سے پہلے حضرت شیخ امام محمد بن عبد الوہاب اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے ارشادات کو اختیار کیا پھر ان پر مزید اُن چار ائمہ کرام کے ارشادات کو جمع کیا جو تحریک سلفیہ کے بڑے اماموں میں سے بھی ہیں اور ان چاروں کو اختیار کرنے کی وجہ یہ بھی ہے کہ خود امام محمد بن عبد الوہاب کو ان کے علوم اور امامت پر اعتماد بھی ہے مزید یہ بھی کہ یہ ائمہ کرام سب شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے اجل تلامذہ میں سے بھی ہیں۔

مؤلفات شیخ محمد بن عبد الوہاب کی قسم خامس میں الرسائل الشخصیہ کے عنوان پر شیخ محمد بن عبد الوہاب نے خود (ان چار ائمہ کرام کا نام لے کر ان کے علم وتقوی کی وجہ سے انہیں خوب سراہا ہے چنانچہ) فرماتے ہیں " کہ تم پر یہ بات مخفی نہیں ہے (ہمارے زمانے کے) لوگوں نے اپنے دین میں نئی نئی چیزیں ایجاد کر ڈالی ہیں اور اپنے سلف کے طریقہ کے مخالف ہو چکے ہیں اور میں تو ان متاخرین کو دیکھ رہا ہوں کہ ان کے اکثروں نے تغیر وتبدل کر ڈالا ہے، حالانکہ ان متاخرین کے بڑے جو ان کے امام تھے اور علم وعبادت اور زہد وتقوی میں ان سے بڑھے ہوئے تھے جیسے ابن قیم اور حافظ ذہبی ہیں اور حافظ عماد ابن کثیر اور حافظ ابن رجب ہیں سب کے سب اپنے اہل زمانہ پر (ان کے غلط کاموں کی وجہ سے) سخت نکیر کرتے تھے۔۔۔۔۔۔ الخ

خلاصہ یہ کہ یہ چار ائمہ جن کا تذکرہ ابھی ہوا مع اوپر والے دواماموں کے کل چھ امام ہو گئے (جن کے اقوال وارشادات تصوف کے بارے میں جمع کئے گئے تھے) پھر مجھے یہ مناسب لگا کہ میں امام احمد بن حنبل الشیبانی قدس اللہ روحہ کا بھی (اس مسئلہ تصوف میں) تذکرہ کروں جو بڑے معظم امام ہیں ائمہ سلفیہ کے بھی اور اہل سنت کے بھی، تا کہ ایک تو ان کا تذکرہ (اس مسئلہ تصوف میں) بمنزلہ ختامہ مسک بن جائے اور دوسرا یہ کہ (اس مسئلہ کے ذکر میں ائمہ کا) طاق عدد بھی بن جائے۔

خلاصہ یہ کہ یہ اب سلفیت کے سات قطب آپ کے سامنے ہیں (جن کے اقوال وارشادات مسئلہ تصوف میں آپ کے سامنے ان شاء اللہ پیش کئے جائیں گے) اور یہ جو میں نے اس کتاب میں جمع کیا ہے یہ بہت عجلت کی وجہ سے بہت مختصر سامنے آیا ہے ورنہ نفس موضوع کے متعلق جو میں نے ترک کیا ہے وہ بہ نسبت اس مذکور کے بہت ہی زیادہ ہے، لہٰذا ان کا تصوف اور صوفیاء کے بارے میں یہ مذکور کلام ان کے اس موضوع پر کتب میں موجود کلام کا صرف ایک نمونہ ہے۔

اور میں نے یہ کوشش کی ہے کہ ان مذکور ائمہ کرام کے اقوال کو بعینہٖ صاف اور واضح ذکر کر دیا جائے اور کوئی حاشیہ وغیرہ ان پر نہ لکھا جائے، ہاں صرف وہاں حاشیہ لگایا جائے جہاں ضرورت شدیدہ سمجھی جائے وہ بھی اس لئے تا کہ ان ائمہ کرام کا صحیح موقف سمجھ میں آجائے۔

رب کریم سے امیدوار ہوں وہ اپنے فضل وکرم سے اس کو اظہار حق کے لئے سبب کے طور پر قبول فرمائے اور قلوب اور آنکھوں سے جہالت اور تعصب کے پردے کو ہٹانے کا سبب بنائے۔

اور اس سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمارا جینا مرنا اور حشر فرقہ ناجیہ اہل السنۃ والجماعۃ میں بنائے، اور قیامت کے دن فرقہ ناجیہ کے امام وسید، مولا وقائد ومحبوب، حبیب رب العالمین سید الانبیاء والمرسلین رحمۃ للعالمین، مومنین کے تمام شعبہ ہائے زندگی کے لئے بہترین نمونہ

،محمد بن عبداللہ القرشی الہاشمی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جھنڈے کے سائے تلے جگہ بھی عطا فرمائے۔

صلى الله تعالى عليه وعلى آله وأصحابه وأزواجه وأتباعه أجمعين إلى يوم الدين۔ وجعلنا منهم برحمته وجوده، إنه أرحم الراحمين، وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين۔

مذکور وتحریر کرنے والا، اپنے رب کریم کی بارگاہ میں

بندہ فقیر (حضرت مولانا) عبدالحفیظ ملک عبدالحق المکی،

مکہ مکرمہ، مملکت سعودی عرب
تالیف وتصنیف میں حضرت کی خدمات

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ العلق:۲،۴

کہ بنایا آدمی کو جمے ہوئے لہو سے، پڑھ، تیرا رب بڑا کریم ہے، جس نے علم سکھایا قلم سے، تو اللہ تعالیٰ نے پہلے تخلیق انسانی کو پھر اس کے بعد تعلیم انسانی کو ذکر فرمایا کیونکہ تعلیم ہی وہ چیز ہے جو انسان کو دوسرے تمام حیوانات سے ممتاز اور تمام مخلوقات سے اشرف واعلیٰ بناتی ہے پھر تعلیم کی عام صورتیں دو ہیں ایک زبانی تعلیم دوسرے بذریعہ قلم تحریر وخط ہے،(معارف القرآن) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمومی طور پر بھی ارشاد فرمایا "بلغوا عني ولو آية"(صحیح البخاری باب ما ذکر عن بنی اسرائیل) کہ میری طرف سے (زبان یا تحریر وغیرہ کے ذریعے) لوگوں تک دین پہنچاؤ اگرچہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو۔ اور کتابت وتحریر کے ذریعے بھی دین کو محفوظ کرنے اور اس سے دوسروں تک پہنچانے کا حکم فرمایا، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: »قيدوا العلم« قلت: وما تقييده؟ قال: »كتابته« أخرجه الحاكم في مستدركه في كتاب العلم برقم 362/73۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علم کو مقید و محفوظ کرو، میں نے عرض کیا کہ اس کا مقید و محفوظ کرنا کیسے ہوگا فرمایا اس کے لکھنے سے۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت میں مروی ہے

أن النبي ﷺ خطب فذكر القصه في الحديث قال أبو شاه: اكتبوا لي يا رسول الله۔ فقال رسول الله ﷺ: اكتبوا لأبي شاه«

وفي الحديث قصه أخرجه الترمذي وقال »هذا حديث حسن صحيح« وفي البخاري باب كيف تعرف لقطة اهل مكة قلت للأوزاعي: ما قوله اكتبوا لي يا رسول الله؟ قال: هذه الخطبة التي سمعها من رسول الله صلى الله عليه وسلم۔

ترجمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ خطبہ ارشاد فرمایا تو صحابی رسول حضرت ابو شاہ صاحب نے فرمایا: کہ یا رسول اللہ مجھے یہ خطبہ لکھ دیجئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو ارشاد فرمایا کہ انہیں خطبہ لکھ دو۔

تو ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے زبان وتحریر دونوں سے اس پر عمل کیا اور لوگوں تک زبان وتحریر دونوں سے دین پہنچایا اور وہ ایسا کیوں نہ کرتے جبکہ حضرت کو اپنے شیخ قطب الاقطاب حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہ سے جہاں نسبت وسلوک اور زبانی تعلیم وتعلم کا ایک وافر حصہ ملا تھا وہیں ان کو اپنے شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے تصنیف وتالیف کا بھی ایک وافر حصہ ملا، حتی کہ ہمارے حضرت پر حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کو تصنیف وتالیف میں کامل اعتماد تھا، اسی لئے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے جب اپنی کتب کو چھپوانے کے لئے کسی کو اختیار کرنا چاہا تو ہمارے حضرت ہی کو اختیار فرمایا۔

حضرت کے خلیفہ اجل مفتی شاہد صاحب نے فرمایا کہ جب حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتب کو اعلیٰ معیار پر مصر اور بیروت میں چھپوانے کا ارادہ فرمایا تو اپنے ہونہار شاگرد اور خادم خاص کو ہی اس کام کے لئے منتخب فرمایا، حضرت شیخ اپنی آپ بیتی میں تحریر فرماتے ہیں اس سال اوجز کی بیروت میں طباعت کی تجویز عزیز عبدالحفیظ کی تھی اور اہل بیروت نے وعدہ بھی کر لیا تھا کہ اگر پروف دیکھنے والے متعدد ہوں تو ہم ڈیڑھ ماہ میں کتاب پوری کر دیں گے، الخ، حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کے سلسلے میں حضرت مکی رحمہ اللہ نے مجموعی طور پر مختلف اوقات میں تین سال بیروت اور مصر میں گزارے اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے دیگر خلفاء حضرت مولانا عبدالرحیم متالا رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا تقی الدین ندوی دامت برکاتہم اور حضرت مولانا اسماعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ساتھ ہوئے اور اکیلے بھی

کافی وقت گزارا جس سے حضرت شیخ الحدیث کی خصوصی توجہ اور دعائیں حضرت کو نصیب ہوئیں، اور اپنے شیخ رحمہ اللہ کی منشاء پر مدینہ منورہ میں مطابع الرشید قائم کیا تا کہ حضرت کی کتابیں شائع کی جاسکیں۔

شیخ القراء قاری عبدالباسط بن عبدالصمد مصری رحمہ اللہ

اور ان کا اپنے استاد رحمہ اللہ کے ساتھ ادب ہمارے حضرت کی زبانی

حضرت مکی رحمہ اللہ سے بارہا سنا کہ وہ اپنے مصر کے قیام کا حال یوں سناتے کہ وہ عصر کو چائے پی کر قاری عبدالباسط رحمہ اللہ کے استاد کی مجلس میں جاتے اور وہاں قراء حضرات بھی قرآن کی مشق کرنے آئے ہوتے تھے، قاری عبدالباسط رحمہ اللہ جب بھی مجلس میں تشریف لاتے تو پیچھے ہی خاموشی سے بیٹھ جاتے، کوئی طالب علم استاد سے کہتا کہ شیخ عبدالباسط پیچھے بیٹھے ہیں، استاد ان کو آواز دیتے تعال (ادھر آؤ) قاری عبدالباسط کھڑے ہوتے اور پاس آکر ہاتھ چومتے اور ادب سے جھک کر فرماتے حاضر یا اُستاذ پھر قریب بیٹھتے، اور جب مشق کرتے اور وہ اپنی بلند پرواز پر ہوتے اور ان کے استاد کوئی غلطی محسوس کرتے تو ان کو روکتے تو وہ فوراً اپنی بلند پرواز کے باوجود فوراً ایک دم رک جاتے، اور پھر ٹھیک کر کے پھر پڑھتے تو استاد بھی فرماتے ماشاء اللہ ماشاء اللہ، اور یہ قاری صاحب کے عروج کا زمانہ تھا، اور ہمارے حضرت جی نے یہ فرمایا کہ یہی وجہ ہے کہ قاری عبدالباسط کو اسی ادب کی وجہ سے یہ مقام ملا ہے۔

حضرت مکی رحمہ اللہ اسی پر سناتے کہ ایک دفعہ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے ہر پیشے والے ماہر استادوں سے جب پوچھا تو یہی معلوم ہوا کہ یہ مقام اپنے استاد کے ادب کی وجہ سے ملا، اس پر حضرت مکی رحمہ اللہ ادب کی اہمیت پر روشنی ڈالتے اور بے ادبی کے نقصانات کا ذکر کرتے، (حضرت مفتی شاہد صاحب کا کلام ختم ہوا)۔

ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے حضرت کو بھی جو ملا اس کے دیگر اسباب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حضرت اپنے شیخ اور والد محترم اور اکابر کے ساتھ حد درجہ ادب رکھتے تھے، دیکھئے

حضرت نے خود اپنی سیرت ذاتیہ میں لکھا ہے کہ وہ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سولہ سال رہے ان سے جدا نہیں ہوئے حتی کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوگئی اور حضرت فرماتے تھے کہ وہ کہیں بھی ان کی اجازت کے بغیر نہیں گئے، تو جب اس طرح کوئی اپنے شیخ کے نقش قدم پر چلے اور شیخ ہو بھی قطب الاقطاب تو اندازہ لگائیں کہ حضرت شیخ الحدیث کے دل سے کتنی دعائیں ہمارے حضرت کو لگی ہوں گی اسی کا نتیجہ ہے کہ ہمارے حضرت کو اللہ نے جہاں اور صفتوں سے نوازا وہاں تصنیف وتالیف کے لئے بھی قبول فرمایا۔

حضرت کی طرف سے دار التصنیف "**مجلس الإمام الشيخ محمد زكريا الكاندهلوي المدني لخدمة السنة المطهرة بمكة المكرمة**" کا قیام:

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد مجالس میں فرمایا کہ ہم نے اپنے دار التصنیف کا نام (**مجلس الإمام الشيخ محمد زكريا الكاندهلوي المدني لخدمة السنة المطهرة بمكة المكرمة**) رکھا ہے، اور تحریراً بھی حضرت اسی نام سے دار التصنیف کو ذکر فرماتے رہے چنانچہ جب حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے "الکنز المتواری فی معادن لامع الدراری وصحیح البخاری" مکمل فرمائی تو اس کی آخری جلد نمبر 24 کے صفحہ نمبر 244 میں بھی حضرت نے یہی فرمایا کہ ہم نے یہ کتاب "الکنز المتواری" (**مجلس الإمام الشيخ محمد زكريا الكاندهلوي المدني لخدمة السنة المطهرة بمكة المكرمة**) میں مکمل کی، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نے یہ دار التصنیف حضرت شیخ الحدیث کی حیات مبارکہ ہی میں یا ان کی وفات کے بعد ہی قائم فرمالیا تھا، بہر حال حضرت نے اس دار التصنیف میں خود بھی کام کیا اور دوسروں سے بھی کام لیا، اور الحمد للہ حضرت کی وفات کے بعد بھی اس میں کام جاری وساری ہے۔

حضرت کے دار التصنیف سے حضرت کی اپنی بعض تالیفات کا ذکر

(1) "موقف أئمة الحركة السلفية من التصوف والصوفية" (عربی) اس کتاب کے مقدمہ کا ترجمہ "کئی کتابوں پر لکھے گئے حضرت کے مقدمات" کے عنوان کے تحت ہم نے ذکر کیا ہے۔

(2) "طبقات الحنابلة الصوفية" (دو جلدوں میں)

(3) "استحباب الدعاء بعد الفرائض ورفع اليدين فيه"

(4) "فضائل ليلة النصف من شعبان" اس رسالہ کا ترجمہ ہمارے مخلص ساتھی مولانا محمد علی مظاہری نے کر دیا ہے جو ہماری خانقاہ میں ہر سال مفت تقسیم کیا جاتا ہے۔

(5) "الذکر والدعاء یوم عرفۃ"

(6) "تلازم الشريعة والطريقة" (عربی) یہ حضرت شیخ الحدیث کی تالیف "شریعت وطریقت کا تلازم" (اردو) کا عربی میں ترجمہ ہے۔

(7) شیخ عبداللہ بن حمید کی کتاب "حكم القراءة للأموات هل يصل ثوابها إليهم ؟" پر حضرت کی تعلیقات اور اخیر میں ایک اہم خاتمہ۔

(8) علامہ مفتی عبد الرحیم لاجپوری کی کتاب "التقليد الشرعي في الأمور الفقهية وأهميته في الإسلام" پر حضرت کی تعلیقات۔

(9) ڈاکٹر سعید احمد عنایت اللہ صاحب کی کتاب "الأصول الذهبية في الرد على القاديانية" جو کہ علامہ شیخ منظور احمد چنیوٹی کی کتاب "رد قادیانیت کے زریں اصول" کا عربی میں ترجمہ ہے کا مراجعہ وتصحیح۔

(10) "جماعة التبليغ أكبر حركة إصلاحية عالمية" (عربی) اس کتاب کے مقدمہ کا ترجمہ اختصار کے ساتھ ہم نے "کئی کتابوں پر لکھے گئے حضرت کے مقدمات" کے عنوان کے تحت ذکر کیا ہے

(11) شیخ الحدیث والمحدثین مولانا محمد زکریا۔ (عربی)

(12) "مساجد میں ذکر جہری کا استحباب" (اردو)

(13) "تصوف کی حقیقت" اس رسالہ میں حضرت نے حضرت شیخ الحدیث کے ملفوظات کو جمع وترتیب دیا۔

(13) "الكنز المتواري في معادن لامع الدراري وصحيح البخاري" کی جمع وتالیف وطباعت کا اہتمام کرنا۔

اس میدان میں سب سے اہم کام جس سے حضرت کو خاص شرف حاصل ہوا وہ اسی کتاب کے جمع وتالیف طباعت کا اہتمام کرنا ہے، اور وہ الحمدللہ (24) جلدوں میں اس کی طباعت ہو چکی اور منظر عام پر بھی آ چکی ہے، اور یہ بخاری شریف کی مکمل شرح ہے، اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں حضرت امام ربانی مولانا رشید احمد گنگوہی کی لامع الدراری علی جامع البخاری اور حضرت شیخ رحمہ اللہ کی الابواب والتراجم لصحیح البخاری دونوں کو بحذف تکرار دمج کے طریقہ پر شامل کیا گیا ہے، اور اس میں بعض چیزیں حضرت شیخ رحمہ اللہ کے حکم اور رغبت سے اضافہ بھی کی گئیں ہیں، اور اس جلیل القدر عمل میں ہمارے حضرت کے ساتھ حضرت مولانا عاشق الٰہی برنی ومدنی اور مولانا جمیل احمد مظاہری شریک رہے، پھر حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب کے انتقال کے بعد ایک تو حضرت مولانا حسان احمد صاحب مظاہری شریک عمل رہے اور دوسرے حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب مظاہری کے مشوروں سے مدد لی گئی، اور ہمارے حضرت نے اس پوری کتاب کے سارے پروف کا مراجعہ اور اس کی تصحیح خود فرمائی۔

(14) "بطلان عقائد الشيعة" یہ علامہ حضرت مولانا محمد عبدالستار تونسوی رحمہ اللہ کا رسالہ ہے، جو ایک ردشیعت پر ایک کاپی کی شکل تھی ہمارے حضرت نے اس کی شاندار عربی کی ہے، اس رسالہ کے مقدمہ کا ترجمہ "کئی کتابوں پر لکھے گئے حضرت کے مقدمات" کے عنوان کے تحت ہم نے ذکر کر دیا ہے۔

(15) "الكنز الخفي ما في الكوكب الدري وجامع الترمذي" یہ ترمذی شریف کی عربی میں مفصل شرح ہے، اس شرح میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ مجھ خلیل اللہ فقیر سے تعاون لیتے تھے اور میں اپنے مخلص ساتھی حضرت مولانا محمد علی صاحب مظاہری سے مل کر اس شرح کو لکھتا تھا اور حضرت کو دکھاتا تھا اور پھر حضرت اس میں اگر تعدیل (حذف واضافہ) کی ضرورت سمجھتے تو تعدیل فرما لیتے تھے ورنہ بغیر تعدیل کے اسے فائنل کر دیتے تھے، اور اس شرح کی حضرت کے انتقال تک کتاب الصلاۃ کے باب ماجاء في الصلاة بعد العصر تک تین جلدیں مکمل ہو چکی ہیں، اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ ان تینوں جلدوں کی تعدیل فرما چکے تھے، اور اپنی حیات میں اس کے مقدمہ کے مواد کی نشاندہی اور ترتیب بھی کر چکے تھے جس کا ہمیں حضرت کی وفات کے بعد پتا چلا اب ان شاء اللہ یہ تینوں جلدیں مع مقدمہ طبع ہو جائیں گیں۔

(16) "الأربعون النبوية في ختم النبوة" حضرت نے یہ چالیس حدیثیں عقیدہ ختم نبوت پر جمع فرمائیں۔

(17) "الاعتدال في مراتب الرجال کی تعریب، یہ کتاب اصل میں اردو میں ہے اور ہمارے حضرت نے اپنے شیخ الحدیث سے اس کی تعریب کی اجازت لی تھی اور حضرت نے جب اپنی آپ بیتی اردو والی لکھی تھی اس وقت اس کی تعریب مکمل ہونے والی تھی جیسا کہ پیچھے گزرا، اور حضرت مولانا تقی الدین ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام بھی پیچھے گزرا کہ مولانا عبد الحفیظ صاحب نے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "شریعت وطریقت کا تلازم" اور "الاعتدال في مراتب الرجال- کی تعریب کر کے شائع بھی کی۔

(18) "حضرت شیخ الحدیث کی دینی فکر" یہ حضرت کا 47 صفحہ کا بہترین کتابچہ ہے، جس کا ہم نے کئی جگہ پر حوالہ بھی دیا ہے یہ ہمیں حضرت کی وفات کے بعد حضرت کی خاص کتابوں سے دریافت ہوا ہے، اور حضرت شیخ الحدیث کے نواسے اور خلیفہ حضرت مولانا سید محمد شاہد صاحب سہارنپوری حفظہ اللہ نے اپنی کتاب "علماء مظاهر علوم سهارنفور وانجازاتهم العلمية التأليفية (عربی) میں ہمارے حضرت کے ترجمہ میں

ہمارے حضرت کی تالیفات میں اس کا تذکرہ بھی کیا ہے، اس میں حضرت نے حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی دینی فکر کو اہم اہم موضوعات کے تحت ذکر کیا ہے۔

(19) "تلخیص فضائل الصلاۃ علی النبی" حضرت مولانا سید محمد شاہد صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ نے اس کو بھی حضرت کی تالیفات میں ذکر کیا ہے اور فرمایا کہ یہ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی فضائل درود شریف کی تلخیص ہے، اور فرمایا کہ یہ چار ابواب پر مشتمل تین زبانوں عربی انگریزی اور اردو میں ہے اور بہت اچھی طباعت اور بہت خوبصورت خط میں برمنگھم انگلینڈ میں سرور فاؤنڈیشن والوں نے اسے نشر کیا ہے، اور اس کی 55 صفحے ہیں۔

(20) "جامعة مظاهر علوم سهارنبور من كبرى الجامعات الإسلامية بالهند" حضرت مولانا سید محمد شاہد صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ نے اس کو بھی حضرت کی تالیفات میں ذکر کیا ہے، اور فرمایا کہ اس میں حضرت نے جامعہ مظاہر علوم کی تاریخ جامع اور مختصر انداز میں بیان کی ہے جسے کہا جا سکتا ہے کہ سمندر کو کوزہ میں بند کر دیا ہے، اور اس کی بہت سی خصوصیات ذکر کی ہیں۔

(21) "چودھویں صدی میں بلند پایہ محدثین" یہ حضرت مولانا تقی الدین ندوی مظاہری کے رسالے "اعلام المحدثین" کا اردو ترجمہ ہے۔

(22) "زاد السالکین" اس میں حضرت نے "فضائل صدقات حصہ دوم" اور "تعلیم الدین" اور "موت کی یاد" اور "ام الامراض" اور "تاریخ مشائخ چشت" اور "مضامین آپ بیتی" اور "شریعت وطریقت کا تلازم" کو جمع فرما کر ترتیب دی ہے۔

(23) "حقائق عن الديوبندية" غیر مطبوع۔

(24) "الآثار" غیر مطبوع۔

(25) "تذكرة الحفاظ الصوفية" غیر مطبوع۔

(26) "المقاطعة الكاملة بالقاديانية" یہ غیر مطبوع رسالہ ہے جو "قادیانیوں کا مکمل بائیکاٹ اسلامی عدل وانصاف کے عین مطابق ہے" تصنیف حضرت مولانا مفتی ولی

حسن ٹونکی کے کتابچہ کی تعریب ہے۔

(27) "حضرت شیخ (محمد زکریا) کا فیض حجاز مقدس اور بلاد عربیہ میں"

(28) "فضائل خمس عشرة سورة مع فضائل آية الكرسي" (غیر مطبوع)۔

(29) "الأوراد والأذكار المأثورة" یہ حضرت صوفی محمد اقبال صاحب کی تصنیف مقبول "مختصر الحزب الاعظم" کے فوائد اور ملاحظات اور مضامین وغیرہ کی تعریب ہے حضرت نے اس پر ایک بہترین مقدمہ بھی تحریر فرمایا۔

تنبیہ حضرت کی تصنیفات وتالیفات اس کے علاوہ اور بہت ساری ہیں جو رسالوں اور اخباروں میں دیئے گئے کالموں اور رُدُود کی شکلوں میں بھی ہیں، اور بعض ایسی بھی ہیں کہ حضرت نے شروع فرمائیں لیکن ناقص رہ گئیں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں اہم تصنیفی کام

حضرت کی سرپرستی میں حضرت مولانا لطیف الرحمن صاحب کی (20) کے لگ بھگ تصنیفات:

مجھ فقیر کے علم کی مطابق سب سے پہلے حضرت رحمہ اللہ نے اپنی حیات میں غالبا سنہ 1424 ہجری میں اپنے یہاں دار التصنیف میں تصنیف وتالیف کے لئے حضرت مولانا لطیف الرحمن صاحب بہرائچی دامت برکاتہم العالیہ کو دعوت دی جو دار العلوم دیوبند سے فارغ التحصیل اور حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید ہیں، مولانا دامت برکاتہم نے استخارہ کے بعد حضرت کی دعوت کو بخوشی قبول فرمایا، اور حضرت کی سرپرستی میں تالیفی وتصنیفی کام شروع کیا اور چند عظیم شاہکار کتب تیار کیں اور کر رہے ہیں، اور حضرت اور حضرت کے خلیفہ وچچازاد بھائی محترم عامر صاحب کی طرف سے ان کے لئے دو تین کاتبوں کی سہولت بھی موجود ہے، اللہ سب سے راضی ہو اور مولانا کو مزید قبول فرمائیں۔

حضرت کی سرپرستی میں حضرت مولانا لطیف الرحمن صاحب سے وجود میں آنے والی کتب میں سے مندرجہ ذیل کتب ہیں۔

(1) ''مسند الطحاوی'' یہ کتاب دس جلدوں میں ہے، اس میں امام طحاوی کی مرویات ان کی ساری مؤلفات سے جمع کی گئیں ہیں۔

(2) ''فضائل ابی حنیفۃ واخبارہ ومناقبہ'' اور یہ کتاب امام ابوحنیفۃ رحمہ اللہ کی مستقل مسند اور مناقب کو شامل ہے۔ اس کی تالیف حافظ ابوالقاسم عبداللہ بن محمد بن احمد بن السعدی نے کی ہے جو ابن ابی العوام کے نام سے مشہور ہیں اور ان کی وفات سنہ 335 ہجری کے لگ بھگ ہوئی ہے، اس کی مولانا نے تخریج وتدوین فرمائی، پوری دنیا میں اس کتاب کے تین قلمی نسخے تھے، سب کی روشنی میں یہ کتاب تحقیق کی گئی ہے۔

(3) مسند الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان بن ثابت الکوفی رحمہ اللہ تعالی للامام الحافظ العلامۃ ابی محمد عبداللہ بن محمد الحارثی البخاری رحمہ اللہ المتوفی سنہ 340ھ یہ مسند بھی دو جلدوں میں ہے اس کی بھی مولانا نے تخریج وتدوین فرمائی۔

(4) ''کشف الآثار الشریفۃ فی مناقب الامام ابی حنیفۃ'' یہ امام حافظ ابو محمد عبداللہ بن یعقوب حارثی بخاری متوفی سنہ 340 کی ہے یہ کتاب چار جلدوں میں ہے مولانا نے اس کی تحقیق وتدوین بھی کی اور اس پر تعلیق بھی کی ہے، اور یہ کتاب امام ابوحنیفہ کے مناقب اور ان کے اخبار واحادیث وآثار میں ایک عظیم ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے، اور یہ کتاب کئی اعتبار سے اہم ہے منجملہ ان کے ایک یہ بھی ہے کہ اس میں ان اعتراضات کا رد بھی ہے جو امام صاحب پر کئے گئے تھے، اس کتاب کا قلمی نسخہ سمرقند کے کے مکتبہ میں تھا اس کی روشنی میں اس کتاب کی تدوین کی گئی۔

(5) ''مسند الامام ابوحنیفۃ النعمان بن ثابت الکوفی رحمہ اللہ تعالی للحافظ ابی بکر محمد بن ابراہیم بن علی بن عاصم بن زاذان المقری جنکی وفات 381 ہجری میں ہوئی ہے۔ اور یہ مسند ابن المقری کے نام سے مشہور ہے، اس کی بھی مولانا نے تخریج وتدوین فرمائی ہے،

اس کا دنیا میں صرف استنبول میں ایک قلمی نسخہ تھا اس کی روشنی میں اس مسند کی تدوین ہوئی ہے۔

(6) مسند الامام الاعظم للحافظ ابی عبداللہ الحسین بن خسرو البلخی رحمہ اللہ المتوفی سنۃ 522ھ، یہ مسند دو جلدوں میں ہے اس کی بھی مولانا نے تخریج وتدوین فرمائی، اور یہ بھی مخطوط تھی پہلی دفعہ چھپی، یہ کتاب پانچ قلمی نسخوں کی روشنی میں مدون ہوئی ہے۔

(7) اور (8) اور (9) ''ثلاث رسائل حدیثیہ'' یہ تین رسالوں کا مجموعہ ہے ان کی مولانا نے تخریج بھی کی اور ان کے متون کی تدوین بھی، کیونکہ یہ رسائل مخطوط تھے پہلی دفعہ طبع ہوئے۔

ان میں سے پہلا رسالہ ''کتاب الاربعین المختارہ من حدیث الامام ابی حنیفۃ رحمہ اللہ'' ہے یہ امام علامہ محدث فقیہ شیخ یوسف بن حسن بن عبدالہادی حنبلی نے لکھا ہے۔

ان میں سے دوسرا رسالہ ''عوالی الامام ابی حنیفۃ'' یہ امام حافظ شمس الدین یوسف بن خلیل الدمشقی حنبلی نے لکھا ہے۔

ان میں سے تیسرا رسالہ ''الاحادیث السبعۃ عن سبعۃ من الصحابۃ الذین روی عنہم الامام ابوحنیفۃ رحمہ اللہ'' ہے اور یہ رسالہ امام ناصر السنۃ ابوالمکارم عبداللہ بن حسین نیشاپوری حنفی نے لکھا ہے۔

نمبر (10) ''مسند ابی حنیفۃ لابی نعیم الاصبہانی'' یہ ابونعیم الاصبہانی کی مسند ہے اور مولانا نے اس کی تحقیق وتخریج کی ہے، اور یہ ان شاءاللہ عنقریب دو جلدوں میں طبع ہو جائے گی۔

(11) ''مسند ابی حنیفۃ للثعالبی'' یہ ثعالبی کی مسند ہے جس کا قلمی نسخہ استنبول میں تھا اس کی روشنی میں اس مسند کی تحقیق وتدوین ہوئی ہے،

(12) ''جامع المسانید للخوارزمی'' یہ پہلی بار مولانا کی محنت سے سات نسخوں کی بنیاد پر مخرج محقق ہو کر ماشاءاللہ پانچ جلدوں میں طبع ہوئی ہے۔

(13) ''کتاب الآثار للامام محمد بن الحسن الشیبانی''۔ یہ سات قلمی نسخوں کی روشنی میں دو

جلدوں میں محقق ومخرج ہو کر آ رہی ہے۔

(14) ”کتاب الآثار للامام ابی یوسف“ پہلی مرتبہ اصلی نسخہ پر محقق ومخرج ہو کر دو جلدوں میں نشر ہو رہی ہے۔

(15) شرح ”وصیۃ الامام ابی حنیفۃ لابنہ حماد“ یہ امام صاحب کی وصیت پہلی دفعہ شرح مع التحقیق طبع ہو چکی ہے۔

(16) ”الموسوعۃ الحدیثیۃ لمرویات الامام ابی حنیفۃ“ اس موسوعہ میں امام صاحب کی دس ہزار سے زائد مرویات جمع کی گئیں ہیں، یہ تاریخ اسلام میں پہلی ایسی کتاب ہے جس میں امام صاحب کی اتنی مرویات کو تحقیق وتخریج وتبویب کے ساتھ جمع کیا گیا ہے جو ان شاء اللہ 18 اٹھارہ جلدوں میں آئے گی۔

(17) المواہب اللطیفۃ شرح مسند الامام ابی حنیفۃ لملا عابد السندی الانصاری یہ سات جلدوں میں نشر کے لئے تیار ہے۔

(18) تحقیق وتخریج وتصحیح ”شرح معانی الآثار للطحاوی“ تقریبا دس جلدوں سے زیادہ میں مکمل ہونے والی ہے۔

(19) ”الدیباجہ علی سنن ابن ماجہ“ یہ ابن ماجہ کی مفصل شرح ہے جس کی (6) جلدیں مکمل ہو چکی ہیں اور ساتویں جلد میں کام شروع ہے، اور ان شاء اللہ تقریبا (20) جلدوں یا زیادہ میں مکمل ہوگی۔

(20) ”تحقیق المقال فی تخریج احادیث فضائل الاعمال“ یہ کتاب 664 صفحہ پر مشتمل ہے اس کا تذکرہ ہم کر چکے، دیکھئے عنوان (فضائل اعمال کے دفاع میں حضرت کا ”تحقیق المقال فی تخریج احادیث فضائل الاعمال“ کا اپنے خرچہ پر لکھوا کر تقسیم کروانا)۔

حضرت کی سرپرستی میں بندہ فقیر خلیل اللہ اور مولانا محمد علی صاحب مظاہری کی تصنیفی خدمات

مولانا لطیف الرحمن صاحب کے بعد حضرت نے مجھ فقیر (جس نے موقوف علیہ پورا اور دورہ حدیث شریف بقرہ عید تک دار العلوم کراچی میں کیا اور دورہ حدیث کی تکمیل مفتی زین العابدین صاحب کے دار العلوم فیصل آباد میں کی) کو دار التصنیف میں کام کی دعوت دی اور ترمذی شریف کی شرح لکھنے کا ارشاد فرمایا، اور فرمایا قاری صاحب بات یہ ہے کہ ہمارے حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں یہ بتایا تھا کہ ان کو ان کے شیخ حضرت محدث کبیر مولانا سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ تم ترمذی کی شرح لکھو، لیکن حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں تو بھائی نہیں کر سکا، اور مجھے شرم آتی ہے کہ میں اپنے شیخ کو کیا منہ دکھاؤں گا؟ اب تم دونوں (یعنی حضرت مولانا عبد الحفیظ اور ایک اور بزرگ کا نام لیا جو میں خلیل اللہ اب بھول رہا ہوں) اس کو کرو، پھر ہمارے حضرت مرشد و مربی حضرت مولانا عبد الحفیظ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ خلیل اللہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ قاری صاحب میں بھی یا فرمایا ہم بھی یہ کام نہیں کر پائے اب آپ یہ کام کر لیں، میں نے حضرت سے انکار نہیں کیا، کیونکہ میں نے بزرگوں سے سنا تھا کہ بزرگ کسی کام کا کہیں تو انکار نہیں کرنا چاہئے، اس لئے میں نے عرض کیا حضرت ٹھیک ہے شروع کرتے ہیں، پھر بعد میں حضرت نے فرمایا کہ قاری صاحب آپ کتنا ٹائم دیں گے اور چونکہ تحفیظ اور تدریس کتب اور خانقاہ کی کچھ ذمہ داریاں بھی میرے ذمہ تھی اس لئے میں نے حضرت سے عرض کیا کہ میں روزانہ تین گھنٹے تصنیف میں دیا کروں گا، حضرت بڑے خوش ہوئے اور فرمایا کہ قاری صاحب یہ تین گھنٹے بہت ہیں اور حضرت کے اندر تواضع تو حد درجہ کی تھی اس لئے مجھ گنہگار ہی سے سترہ رمضان المبارک کی رات 1431 ہجری کو اس شرح کے لئے بسم اللہ لکھوادی اور تاریخ بھی، اور دعاء فرمائی، پھر شروع میں ردو بدل ہوتا رہا پھر ایک نہج متعین ہو گیا اور اس پر کام شروع ہوا، پھر میں نے

مولانا محمد علی صاحب مظاہری کو اپنے ساتھ رکھنے کی ضرورت محسوس کی اور انہیں بھی ساتھ رکھا گیا وہ بھی اتنا ہی ٹائم دے پائے، لیکن ہم کمزور حضرات کام تیز نہ کر سکے اور حضرت اسے قبول کرتے رہے، اور تسلی دیتے رہے اور جب میں کہتا کہ دیر بہت لگتی ہے تو فرماتے الحمد للہ کام ٹھیک ہو رہا ہے اس میں دیر لگا ہی کرتی ہے، اس اثناء میں مولانا محمد علی صاحب نے اس دار التصنیف کے وقت میں حضرت کے رسالہ "فضائل لیلۃ النصف من شعبان" کا اردو میں ترجمہ بھی کیا اور وہ الحمد للہ ہر سال شعبان میں خوب تقسیم ہوتا ہے، اور میں نے حضرت کے وصال کے بعد "اختلاف حکم نقل میت" رسالہ تصنیف کیا، اللہ نے اس میں کافی قبولیت عطا فرمائی، اور اس کے بعد اب حضرت کی یہ مختصر سوانح مرتب کر رہا ہوں اللہ اسے بھی قبولیت سے نوازیں، اور ہم دونوں نے ترمذی شریف کی اس شرح کو اب تک کتاب الصلاۃ باب ما جاء فیمن أدرك ركعة من العصر قبل أن تغرب الشمس حدیث نمبر 186 تک پہنچایا ہے، اور یہ مذکورہ کام تین جلدوں میں آیا ہے، اور حضرت عليه الرحمة اس شرح کے مقدمہ کے مواد کی نشاندہی فرما گئے ہیں جیسا کہ پیچھے گزرا، ہم اب اسے مرتب کر رہے ہیں، اور ان شاء اللہ یہ تین جلدیں مع مقدمہ کے عنقریب نشر ہو جائیں گی، ہم دعا کرتے ہیں اور قارئین سے التجا بھی ہے کہ وہ بھی دعاء کر دیں کہ اللہ تعالی اسے نافع بنا کر پورا فرما دے۔

حضرت کی سرپرستی میں مولانا و مفتی حبیب اللہ دامت برکاتہم کی تصنیفی خدمات

حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب بھی حضرت کی سرپرستی میں کام کرتے ہیں، میں نے حضرت کے تصنیفی کام کے بارے میں کچھ لکھنے کا عرض کیا تو انہوں نے جو لکھا پیش خدمت ہے۔

الحمد لله موافيا ومكافيا لمزيده والصلوة والسلام على نبيه وآله وصحبه ومن تبعهم اجمعين.

اللہ تعالی نے ہمارے حضرت قدوۃ الخلف بقیۃ السلف حضرت مولانا عبد الحفیظ مکی قدس اللہ سرہ کو جن اوصاف حمیدہ سے نوازا تھا ان میں سے ایک وصف چھوٹوں کی دلجوئی اور انہیں آگے بڑھنے کے لئے حوصلہ افزائی کرنا تھی۔

حتمی تاریخ تو مجھے یاد نہیں، لیکن شعبان سنہ 1436 ہجری کے اواخر کی کوئی رات تھی کہ حضرت نور اللہ مرقدہ نے اس بندہ ناچیز کو یاد فرمایا، بندہ حاضر خدمت ہوا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے مخصوص انداز میں فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی نور اللہ مرقدہ نے امام طحاوی کی شہرہ آفاق تصنیف شرح معانی الآثار پر امانی الاحبار کے نام سے کام شروع فرمایا تھا، اور کام ہنوز باب الوتر، باب ماجاء فی رکعتی الفجر ہی پہنچا، اور حضرت کاندھلوی اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

میری خواہش ہے کہ آپ اس کی تکمیل کر دیں، تو میں نے اپنی بے بضاعتی، کم مائیگی کی بناء پر عرض کی:

"کہاں میں کہاں یہ نکہت گل"

حضرت نے فرمایا کہ انسان کسی نیک کام کا ارادہ کرتا ہے تو اللہ تعالی آسان فرما دیتا ہے۔ اور ہم بفضل اللہ آپ کی سرپرستی اور تسہیل مشکلات کے لئے موجود ہیں، تو حضرت قدس اللہ سرہ کی مشفقانہ مربیانہ سرپرستی کا بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے آمادگی ظاہر کردی۔ یوں مجھ جیسے نا کارہ کے لئے حدیث شریف کی خدمت کا موقع پیدا ہو گیا۔ تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے امانی الاحبار کے نام سے موجود حضرت کی علمی یادگار منگوا دیں اور فرمایا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے منہج کو دیکھ کر ایک دو باب تیار کریں، تا کہ کام کو آگے بڑھایا جاسکے، میں نے بھی بھرپور محنت اور جد وجہد سے باب تیار کر کے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کر دئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ بہت خوش ہوئے، دعاؤں اور مفید نصائح سے نوازا۔

حضرت کاندھلوی برد اللہ مضجعہ کا منہج کچھ یوں ہے کہ حضرت حدیث کو لاتے ہیں اور پھر مخارج حدیث لاتے ہیں ذکر مذاہب بھی کرتے ہیں، نقد رجال کرنے کے ساتھ

تسہیل الفاظ کرتے ہیں، اور اس تسہیل الفاظ یا استعمال الفاظ پر محاورات عرب مصطلحات شعراء عرب بطور استشہاد پیش فرماتے ہیں، بندہ نے بھی یہی منہج اختیار کیا، لیکن ذکر مذاہب ہر باب کے شروع میں کر دیا۔ اور مصطلحات محاورات کو از خوف تطویل حذف کر دیا، اور جہاں کہیں امام طحاوی کا قول امام الائمہ جد الفقہاء والمحدثین ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ تعالی رحمۃ واسعۃ سے ہٹ کر ہو وہاں امام طحاوی کی جلالت شان کو ملحوظ رکھتے ہوئے قول ابی حنیفہ کی ترجیح ذکر کی ہے، اور کہیں امام طحاوی کی نظر اگر قابل توضیح ہو تو اس کی توضیح ذکر کی ہے، یوں کام جاری رہا اور حضرت شیخ مولانا عبد الحفیظ قدس اللہ سرہ تقریبا تیس ابواب تک ملاحظہ فرماتے رہے، اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ آئندہ جو کام کریں مولانا کمال الدین جو کمپیوٹر پر طباعت کرتے ہیں کو دے دیا کریں، پھر ہمارے شیخ رحمہ اللہ بھی اس دار فنا سے دار بقاء کی طرف دائمی سرور راحت کو پانے تشریف لے گئے۔

اور الحمد للہ کتاب الصلوۃ، کتاب الزکاۃ، کتاب الصوم مکمل ہو چکی ہیں، اور اب ان شاء اللہ کتاب الحج شروع ہونا چاہتی ہے، قارئین سے درخواست ہے کہ دعا فرمائیں اللہ تعالی اپنی رحمت خاصہ سے بندہ کو تکمیل کی توفیق عطا فرمائے اور اس کتاب کو اپنی بارگاہ عالیہ میں قبول فرما کر ہمارے حضرت کے لئے صدقہ جاریہ اور بندہ کے لئے ذریعہ نجات اور امت کے لئے مفید و نافع بنائے۔

دین کے مختلف شعبوں کے بڑے بڑے عالمی اجلاس اور کانفرنسوں اور اجتماعات وغیرہ میں حضرت کو بلایا جانا اور حضرت کا رغبت کے ساتھ ان کے ہاں بلائے و بن بلائے جانا

حضرت مکی نور اللہ مرقدہ کے اندر دینی ہمہ جہتی فکر اور صفت اعتدال چونکہ اتم درجہ کی تھی اس وجہ سے بڑے بڑے عالمی اجلاس اور کانفرنسوں اور اجتماعات وغیرہ میں حضرت کو بلایا جاتا تھا اور حضرت بھی ان کے ہاں بلائے جانے اور بغیر بلائے بھی ان میں شرکت فرماتے تھے۔

ان مذکورہ اجلاس اور کانفرنسوں اور اجتماعات میں سے اختصاراً (18) کا ذکر

نمبر (1) حضرت مکی رحمۃ اللہ کو چونکہ تبلیغی کام کی بہت اہمیت تھی جیسا کہ مفصل گذرا اسی وجہ سے حضرت کو ان تبلیغی اجتماعات میں بلایا جاتا تھا اور حضرت بھی بنگلہ دیش اور پاکستان وغیرہ ان تبلیغی اجتماعات میں خاص کر شریک ہوتے تھے اور ہندوستان میں چونکہ پابندی تھی اس لئے وہاں نہیں جاتے تھے، تاہم حضرت کے تبلیغی جماعت سے اہمیت رکھنے کی وجہ سے تبلیغ جماعت کے عالمی امیر حضرت مولانا زبیر الحسن کاندھلوی رحمہ اللہ تک حضرت کے ہاں مکہ مکرمہ تشریف لاتے تھے۔

نمبر (2) پرویز مشرف کے دور میں مدارس پر ایک مشکل مرحلہ آیا اسوقت جامعہ اشرفیہ لاہور میں مدارس کے تحفظ کے سلسلے میں اکابر علماء کا ایک اہم اجلاس ہوا جس میں حضرت کو خصوصیت کے ساتھ مدعو کیا گیا، اور مدارس کے حق میں قراردادیں پاس ہوئیں۔

نمبر (3) ملتان کے قاسم باغ اسٹیڈیم میں تحفظ مدارس دینیہ کے عنوان سے ایک بہت بڑا اجتماع تھا جس میں پچاس ہزار کے قریب علماء، طلباء، اور عوام جمع تھے، اس میں حضرت کو خصوصیت کے ساتھ مدعو کیا گیا، اور یہاں بھی مدارس کے حق میں قراردادیں پاس ہوئیں۔

نمبر (4) حضرت مکی رحمۃ اللہ قادیانیت کا تعاقب اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کا فریضہ انجام دیتے رہے، قادیانیت کے بنیادی اہداف میں ایک بڑا ہدف انکار جہاد تھا حضرت اس نظریے کے صرف علمی نہیں عملی رد میں بھی مشغول رہے، اور مجاہدین اسلام کی سرپرستی فرمائی، حضرت مولانا مسعود اظہر مدظلہ نے ۱۲ اپریل ۲۰۰۷ء کو آیات جہاد پر مشتمل ''فتح الجواد'' کے نام سے تالیف کی تو ان کی جماعت نے جلد اول کی رونمائی کے لئے کوہاٹ میں پروگرام رکھا، اس میں مہمان خصوصی کے لئے حضرت کو دعوت دی، ۲۰ ہزار کا مجمع تھا ایک ایمان افروز اجتماع تھا۔

نمبر (5) ''فتح الجواد'' کی دوسری جلد کی رونمائی کے لئے ۲۶ اپریل ۲۰۰۸ء کو عیدگاہ بہاولپور میں پروگرام رکھا گیا اس میں حضرت مکی رحمۃ اللہ کو مہمان خصوصی کے طور پر مدعو

کیا گیا کہ بعض لوگ کم از کم ایک لاکھ کا مجمع بتا رہے تھے۔

نمبر (6) حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب قائد جمعیت علمائے اسلام نے صد سالہ دیوبند کانفرنس میں حضرت مکی رحمۃ اللہ علیہ کو خصوصیت کے ساتھ مدعو کیا، اس کانفرنس میں لاکھوں کا مجمع تھا۔

نمبر (7) جمعیت علماء اسلام کی صد سالہ تاسیسی کانفرنس جو ۲۰۱۷ء میں ہوئی اس میں حضرت کو دعوت دینے کے لئے حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب مکہ مکرمہ تشریف لائے لیکن حضرت رحمۃ اللہ علیہ کانفرنس سے تین ماہ قبل وفات پاگئے تو مولانا جنازے میں تشریف لائے اور حضرت کے خاندان خصوصاً حضرت کے بیٹوں کو اس تاسیسی کانفرنس میں شرکت کی دعوت بھی دی اور حضرت کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا عبدالرؤف حفظہ اللہ سے کانفرنس میں خطاب بھی کروایا۔

نمبر (8) ''جائزۃ الامام محمد قاسم نانوتوی'' پر ایک عالمی اہم کانفرنس ساؤتھ افریقہ کے شہر ذادول جوہانسبرگ میں ہوئی تو اس میں حضرت پورے وفد کے ساتھ شریک ہوئے۔

نمبر (9) اسی سلسلہ ''جائزۃ الامام محمد قاسم نانوتوی'' کی ایک اور عالمی کانفرنس ترکی کے شہر استنبول ترکی میں ہوئی اس میں بھی حضرت کو خصوصیت کے ساتھ مدعو کیا گیا۔

نمبر (10) اہل سنت والجماعت کی ایک اہم کانفرنس جھنگ میں ہوئی جس میں مولانا حق نواز شہید رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت کو اہتمام سے دعوت دی اور حضرت اس میں شریک ہوئے اور عربی میں خطاب کیا۔

نمبر (11) اہل سنت والجماعت کی دوسری اہم کانفرنس آبپارہ اسلام آباد میں ہوئی جس میں حضرت کو اہتمام سے شرکت کی دعوت دی گئی۔

نمبر (12) اہل سنت والجماعت نے ایک اہم کانفرنس خیر پور سندھ میں حضرت مولانا علامہ علی شیر حیدری شہید رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت پر رکھی اس میں حضرت کو خصوصیت اور اہتمام کیساتھ دعوت دی گئی اور حضرت اس میں شریک بھی ہوئے۔

نمبر (13) ''المرکز الاسلامی'' کے بانی و مہتمم حضرت مولانا شہید الاسلام نے بنگلہ دیش میں

ایک بڑی مسجد بنوائی تو حضرت مکی رحمہ اللہ کو خصوصیت سے اس کے افتتاح کی دعوت دی حضرت اس میں تشریف لے گئے۔

نمبر (14) بنگلہ دیش میں چرمنائی میں ایک بڑے شیخ مفتی رضاء الکریم ہیں جن کا سلسلہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تک پہنچتا ہے، ان کا شعبہ تصوف میں سالانہ اجتماع ہوتا ہے جس میں پانچ لاکھ سے زیادہ لوگ شریک ہوتے ہیں (یہ مبالغہ نہیں بلکہ حقیقت ہے) وہ شیخ مکہ مکرمہ تشریف لائے اور ہمارے حضرت والا کو اس میں شرکت کی دعوت دی حضرت اس پروگرام میں تشریف لے گئے۔

نمبر (15) انڈونیشیا میں حضرت مکی رحمہ اللہ کے مایا ناز شاگرد اور مرید جو کہ صولتیہ میں پڑھتے تھے ان کی جماعت جو کہ ایک ہزار مدارس چلاتی ہے انہوں نے وہاں ایک بہت بڑا پروگرام رکھا، اور اس میں حضرت کو اہتمام سے دعوت دی حضرت رحمہ اللہ اپنے وفد کے ساتھ اس میں شریک ہوئے۔

نمبر (16) ہانگ کانگ میں حضرت قاری طیب صاحب جو کہ انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے ذمہ دار بھی ہیں، نے ایک بڑا پروگرام رکھا جس میں حضرت مکی رحمہ اللہ اور امامِ حرم شیخ عبدالرحمن سدیس بھی شریک ہوئے، (اس وقت شیخ عبدالرحمن سدیس صرف امام حرم تھے اور اب وہ رئیس الحرمین بھی ہیں)۔

نمبر (17) رابطہ عالم اسلامی کے زیر اہتمام حضرت مکی رحمہ اللہ قضیہ کشمیر کے ذمہ دار تھے اس سلسلہ میں لندن، مظفر آباد، پاکستان اور سعودیہ میں بڑی بڑی کانفرنسوں میں ذمہ دار کی حیثیت سے مدعو ہوتے۔

نمبر (18) مکہ مکرمہ میں ایک اہم کانفرنس بعنوان آثار قدیمہ کا تحفظ منعقد ہوئی اس میں ایک سلفی عالم نے آثار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر جانے کو اپنے بیان میں بدعت کہا، ان کے بیان کے بعد حضرت مکی رحمہ اللہ نے وہیں ان کے رد میں عربی میں ایک مدلل رد کیا اور قرآن وحدیث سے اس کے ثبوت کو واضح کیا۔

(اس کتابچہ کا لحاظ کرتے ہوئے اس مضمون کو مختصر لکھا گیا ہے)

امراض کے ہوتے ہوئے بھی حضرت کے بعض دینی اسفار کا ذکر

اللہ کے راستے میں مشکلات اور تکالیف تو اللہ والوں کو آتی رہتی ہیں، ان تکالیف میں ان کا حوصلہ اور ہمت اور اللہ کی ذات عالی پر توکل قابل دید بھی ہوتا ہے اور پیچھے آنے والوں کے لئے قابل تقلید بھی، لیکن اس بندہ فقیر خلیل اللہ کو تو حضرت نے خانقاہ ہی میں بٹھایا تھا اس لئے میرا حضرت کے ساتھ سوائے ایک سفر کے اور کوئی نہیں ہوا البتہ حضرت مفتی شاہد محمود صاحب حفظہ اللہ حضرت کے ساتھ مستقل ساتھ رہتے تھے انہیں حضرت کے اسفار کے اندر کیا کیا پیش آتا تھا خوب معلوم ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت کی حیات مبارکہ میں اللہ کے راستے میں مشکلات اور تکالیف برداشت کرنے کے کئی واقعات ہوئے ہیں، لیکن ان میں سے چند یہ ہیں۔

حضرت کے ختم نبوت کے اسفار میں سے بیماری کی وجہ سے ایک کٹھن سفر:

حضرت رحمہ اللہ ایک خانقاہی سفر میں ڈیرہ اسماعیل خان تشریف لے گئے، وہاں سے پہاڑ پور میں حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب قائد جمعیت کی دعوت پر ایک جلسہ میں شرکت فرمائی، وہاں سے فراغت پر خانقاہ سراجیہ حضرت مولانا خان محمد صاحب رحمہ اللہ کی عیادت کی، حضرت کے صاحبزادہ مولانا خواجہ عزیز احمد صاحب مدظلہ صاحبزادہ خواجہ خلیل احمد صاحب حفظہ اللہ نے کھانے پر اصرار فرمایا، لیکن حضرت نے سفر کی وجہ سے صرف چائے پر اکتفاء کیا، پھر میانوالی خوشاب ہوتے ہوئے حضرت جھاوریاں قاضی عبدالقادر رحمہ اللہ جو کہ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے خلیفہ اور تبلیغی جماعت کے اکابر میں سے تھے کے مدرسے پہنچے، حضرت قاضی صاحب کے پوتے مولانا قاضی عمر صاحب حضرت مکی رحمہ اللہ کے خلیفہ بھی ہیں انہوں نے عشاء کے بعد اصلاحی بیان رکھا ہوا تھا، رات کو حضرت کا لمبا پراثر بیان ہوا، رات وہاں قیام کیا، اگلے دن ''کوٹ مومن'' ضلع سرگودھا میں جمعہ کا ختم نبوت پر بیان طے تھا، وہاں کے چند قادیانی مسلمان ہوئے تھے، اور امید تھی کہ کچھ اور بھی

مسلمان ہو جائیں گے، چنانچہ 9 بجے صبح حضرت کو اٹھایا تو حضرت نے فرمایا طبیعت ٹھیک نہیں ہے تھوڑی دیر بعد اٹھتا ہوں 10 بجے کے قریب پھر اٹھنے کی کوشش کی تو الٹیاں شروع ہو گئیں، کافی الٹی ہوئی، حضرت پھر لیٹ گئے، 11 بجے کے قریب اٹھنے کی کوشش کی تو پھر الٹیاں شروع ہو گئیں، اس کے بعد تو الٹیوں کا نہ رکنے والا سلسلہ شروع ہو گیا، جیسے ہی اٹھتے الٹی شروع ہو جاتی، ادھر ''کوٹ مؤمن'' والوں کا فون آنا شروع ہو گیا، ان کو حضرت کی صورت حال بتائی گئی، تو انہوں نے کہا کہ حضرت بھلے بیان نہ کریں خطبہ ہی پڑھا دیں، جب اور لیٹ ہوئے تو انہوں نے کہا کہ آجائیں نماز ہی پڑھ لیں تا کہ لوگوں کو تسلی ہو جائے۔ اس حالت میں ایک بج گیا، کوٹ مؤمن والوں کو بتایا گیا کہ حضرت کی حالت تو آنے والی نہیں ہے، تو انہوں نے رو کر کہا کہ حضرت گاڑی ہی میں لیٹے رہیں، کیونکہ اگر حضرت تشریف نہیں لائیں گے تو قادیانی ہمیں جھوٹا کہیں گے، تو حضرت سے عرض کیا گیا کہ ایسے فون آیا ہے، حضرت نے فرمایا کہ چلو چلتے ہیں، جیسے ہی اٹھے پھر الٹی، اسی حالت میں حضرت کو گاڑی کی پچھلی سیٹ پر لٹا دیا گیا، اور ایک بالٹی گاڑی میں رکھی گئی اور وہاں سے روانہ ہوئے، ''کوٹ مؤمن'' پہنچ کر ایک پٹرول پمپ پر رکے، حضرت پر نیم بے ہوشی کی کیفیت طاری ہوگئی، لوگ جمعہ کے بعد باہر نکلنے والے ہوئے تو گاڑی مسجد کے قریب روڈ پر رکی، لوگ قریب آئے، تو حضرت سے عرض کیا کہ لوگ آگئے ہیں، تو حضرت جیسے ہی تھوڑا اٹھتے الٹی شروع ہو جاتی، عجیب سماں بنا کہ حضرت بالٹی پکڑے الٹی کر رہے ہیں اور لوگ یہ منظر بھی دیکھ رہے ہیں، اور لوگ قادیانیوں کی ضد میں حضرت کی آمد پر پھول پھینک رہے ہیں، سینکڑوں لوگ جمع تھے اسی حالت میں ہم حضرت کو لے کر لاہور کی طرف روانہ ہوئے، مگر اللہ کی تقدیر غالب کہ آگے بڑھے تو پتہ چلا کہ موٹروے بند ہے جس کی وجہ سے ظہر کے بعد سے چلے ہوئے مغرب بعد لاہور پہنچے، اور وہاں حضرت نے اپنے عزیز برادرم احسن بٹ کے ہاں قیام فرمایا، وہاں میری (یعنی حضرت مفتی شاہد محمود صاحب کی) اہلیہ کے بھانجے ڈاکٹر عبدالماجد صاحب اپنے ایک دوست ڈاکٹر کیساتھ پہنچے، اور انہوں نے کہا کہ حضرت کو فوراً ہسپتال میں داخل کریں، چوبرجی لاہور کے قریب پرائیویٹ ہسپتال میں

داخل کیا گیا، اور حضرت حافظ صغیر صاحب دامت برکاتہم کے بیٹے حضرت مفتی انیس صاحب کو اطلاع دی گئی، وہ فوراً تشریف لے آئے، پھر حضرت حافظ صاحب دامت برکاتہم بھی تشریف لے آئے، اور انہوں نے حضرت پر دم کیا، پھر آہستہ آہستہ الحمدللہ 24 گھنٹے بعد طبیعت سنبھلی، اس سفر میں راقم مفتی شاہد اور بھائی محمد علی ''ماموں کانجن'' والے ساتھ تھے۔

بیماری میں حضرت کا سفر ''موزمبیق افریقہ'':

حضرت مفتی شاہد محمود حفظہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت کے لمبے لمبے سفر ہوتے تھے، طبیعت تو کئی دفعہ خراب ہوئی لیکن دو تین دفعہ بہت زیادہ خراب ہوئی، ایک دفعہ ساؤتھ افریقہ سے موزمبیق حضرت مولانا نذیر احمد لونات کی دعوت پر حضرت تشریف لے گئے سفر میں راقم مفتی شاہد اور حضرت کے بیٹے مولانا معاذ حفظہ اللہ ساتھ تھے، موزمبیق سے واپس سفر پر ہم براستہ ملک ''سوازی لینڈ'' سے گزر کر ساؤتھ افریقہ کی حدود میں داخل ہوئے، وہاں ڈربن میں حضرت کے میزبان اور خلیفہ برادرم حافظ یونس سیدات صاحب اپنے ساتھیوں کیساتھ استقبال کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے، وہاں ظہر پڑھی اور چائے پی کر ڈربن کی طرف روانہ ہوئے، اور مغرب سے پہلے بھائی یونس سیدات صاحب کے گھر پہنچے حضرت آرام کے لئے لیٹے تھوڑی دیر بعد شدید الٹی شروع ہوئی جو رک ہی نہیں رہی تھی، پھر ڈاکٹر کو بلایا تو اس نے چیک کر کے انجکشن اور ڈرپ لگائی، اسی حالت میں تقریباً ساری رات گزری اور صبح کے قریب جا کر طبیعت بحال ہوئی۔

حضرت کا خانقاہی سفر بنگلہ دیش میں مرض کو برداشت کرنا:

حضرت کے خلیفہ خاص اور سگے بھائی محترم حافظ عبدالصمد صاحب نے فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت کا سفر بنگلہ دیش کا ہوا بندہ ساتھ تھا، ڈھاکہ سے چٹاگانگ تشریف لے گئے، وہاں بعد العصر پہنچے آرام کیا، بعد العصر ہی حضرت کی طبیعت خراب ہونا شروع ہوگئی، وہاں دارالعلوم میں ٹھہرے ہوئے تھے، رات کا قیام دارالعلوم والوں نے ہوٹل میں رکھا

ہوا تھا، وہاں رات کو حضرت جی اپنے کمرے میں تقریباً گیارہ بجے لیٹ گئے تھوڑی دیر بعد حضرت کے کمرے سے آواز آنے لگی، میں فوراً حضرت کی خدمت میں پہنچا تو شدید الٹی ہوئی، پھر تقریباً ساری رات یہی سلسلہ رہا، بندہ اور ایک خادم حضرت کے ساتھ ساری رات رہے، پھر دوسرے دن بھی الٹی آتی رہی، بلکہ دست بھی شروع ہو گئے تھے، ظہر کی نماز کے بعد بیان تھا نہ ہو سکا، اور حضرت لیٹے رہے، اٹھا ہی نہیں جا رہا تھا، اور دست بھی ساتھ ہو رہے تھے، پھر عصر کی نماز کے بعد مشورہ ہوا کہ حضرت دو منٹ کے لئے دعاء کرا دیں، چنانچہ حضرت نے دعاء کرائی اور دعاء کے بعد سکن پر چلے گئے، وہاں جاتے ہی سو گئے، اور ایسے ہی طبیعت خراب چلتی رہی اور وقت گزرتا رہا، پھر فجر کو ڈھاکہ واپسی جہاز سے تھی، وہاں پہنچے، پہنچتے ہی ہوسپٹل گئے، اور مولانا بلال اور مولانا روح الامین ساتھ تھے، یہ مولانا روح الامین حضرت حکیم اختر صاحب کے خلفاء میں سے ہیں ان کے ہوسپٹل میں علاج ہوا، تقریباً چھ گھنٹے لگے، لیکن الحمد للہ طبیعت ٹھیک ہو گئی۔

سعودی عرب میں آثار قدیمہ کے سفر میں خاندان والوں کی خاطر بیماری میں بھی سفر جاری رکھنا:

حضرت کے خلیفہ خاص اور سگے بھائی محترم حافظ عبد الصمد صاحب نے مزید فرمایا کہ ایسا ہی سفر حضرت جی کا یہاں سعودی عرب میں ہوا، جس میں خاندان کے بہت سارے افراد تھے، مدینہ منورہ سے خیبر پہنچے، وہاں سے مدائن صالح گئے لیکن راستے میں طبیعت خراب ہونا شروع ہو گئی تھی، دوسرے دن مدائن صالح کے مقامات کو عبرت کی نگاہ سے دیکھا گیا، پھر وہاں سے تبوک روانہ ہوئے، اور طبیعت بدستور خراب چلتی رہی، لیکن حضرت نے خاندان والوں کی خاطر صلہ رحمی میں طبیعت کے خراب ہونے کے باوجود سفر ملتوی نہیں کیا اور برداشت کرتے رہے اور سفر جاری رکھا، مزید تفصیل نہیں لکھتا، کیونکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ حضرت والا میں للّٰہیت بہت زیادہ تھی برداشت بہت کرتے تھے اور ساتھیوں کا خیال حضرت کے ہاں اپنی صحت سے زیادہ اہم اور عزیز تھا، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی صفات عالیہ نصیب فرمائے۔

حضرت کا خانقاہی سفر ”لکی مروت“:

حضرت مفتی شاہد محمود حفظہ اللہ نے فرمایا کہ ایک دفعہ پاکستان میں خانقاہی دورہ میں حضرت والا موضع ”ٹانک“ میں اپنے خلیفہ مجاز پیر شفیع اللہ صاحب کے پروگرام سے فارغ ہوکر اپنے دوسرے خلیفہ مولانا رحمت اللہ حقانی صاحب کی خانقاہ لکی مروت پہنچے، وہاں پہنچتے ہی الٹی شروع ہوئی، اور بہت زیادہ ہوئی، ڈاکٹر آئے اور انہوں نے ڈرپ لگائی، رات لوگ بھی بہت جمع تھے لیکن طبیعت کے زیادہ خراب ہونے کے سبب حضرت دعا تک کے لئے بھی نہ جا سکے، اگلے دن طبیعت تھوڑی بحال ہوئی، تو حضرت نے بیعت پر مختصر بیان فرمایا اور دعا فرمائی، اس سفر میں حضرت کے فرزند اور جانشین حضرت مولانا عمر دامت برکاتہم اور حضرت مفتی عتیق الرحمٰن صاحب بھی ساتھ تھے۔

حضرت کا خانقاہی سفر اسلام آباد:

حضرت مفتی شاہد محمود حفظہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت خانقاہی دورے میں تھے اور حضرت رحمہ اللہ کے پیر بھائی حضرت مولانا محمد عزیز الرحمن ہزاروی دامت برکاتہم کے مدرسہ میں حضرت نے وقت دیا ہوا تھا، حضرت لاہور سے روانہ ہوکر اسلام آباد میرے گھر تشریف لائے، رات آرام کیا صبح 9 بجے کے قریب طبیعت خراب ہوئی اور الٹیاں شروع ہو گئیں، اور مسلسل ہوئیں، طبیعت بہت نڈھال ہوئی، ڈاکٹر کو بلایا گیا، کمزوری کی وجہ سے بہت مشکل سے نبض ملی، ڈرپ لگائی گئی، حضرت مولانا محمد عزیز الرحمن صاحب دامت برکاتہم پروگرام کینسل کر کے فوراً تشریف لے آئے، اور مدرسہ میں بھی دعاؤں کا اہتمام کیا، یہاں ہمارے یہاں تشریف لاکر مسلسل دم کرتے رہے، اور یہ سلسلہ صبح 9 بجے سے مغرب کے قریب تک رہا، پھر مغرب کے قریب طبیعت بحال ہوئی، مغرب کے بعد حضرت کو گاڑی میں تکیے وغیرہ رکھ کر لٹایا گیا، اور لاہور کی طرف سفر شروع کیا گیا کیونکہ حضرت کی اگلے دن لاہور سے جدہ روانگی تھی، حضرت کے ڈرائیور حافظ حبیب الرحمن صاحب نے تقریباً 4 گھنٹے سے کم وقت میں خانقاہ خلیلیہ مکیہ سبزہ زار حضرت کے خلیفہ مفتی عتیق الرحمن مدظلہ کے ہاں

پہنچادیا، اگلے دن صبح حضرت لاہور سے جدہ کے لئے روانہ ہوگئے۔

حضرت کا انڈونیشیا اور آسٹریلیا کے اسفار کے دوران اور بعد اسفار امراض کے حملوں کے باوجود اعتکاف کرنا اور بعض دفعہ بیماری میں غیر اختیاری طور پر اللہ اللہ کہنا:

حضرت مفتی شاہد محمود حفظہ اللہ نے فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت رحمہ اللہ انڈونیشیا اور آسٹریلیا کے طویل اور لمبے دورے سے واپس تشریف لائے، تو حضرت کے بھتیجے مولانا احمد بن عبدالوحید مدنی حفظہ اللہ نے حضرت کے بیٹے مولانا عمر مکی حفظہ اللہ کو بتایا کہ حضرت کو ڈاکٹر کے پاس لے جاکر دکھائیں، کیونکہ حضرت کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے، اور یہ قصہ بیان کیا کہ انڈونیشیا میں حضرت رحمہ اللہ باتھ روم میں تھے تو زور سے اللہ اللہ کی آواز آرہی تھی تو میں نے دروازہ کھٹکھٹایا، لیکن کوئی جواب نہیں آیا، تیسری دفعہ میں جواب دیا، پھر باہر نکل کر دروازہ کھٹکھٹانے کی وجہ پوچھی تو میں نے بتایا کہ آپ زور زور سے اللہ اللہ کہہ رہے تھے تو حضرت نے بتایا کہ مجھے یاد نہیں، مکہ میں آکر دوسرے یا تیسرے دن طبیعت خراب ہوئی تو مکہ میں حضرت کے بھانجے ڈاکٹر نعمان صاحب کے پاس حضرت کو چیک کروایا، تو انہوں نے دوائیاں دیں کہ یہ کھائیں ٹھیک ہوجائیں گے، مولانا عمر مکی مدظلہ نے بتایا کہ رمضان میں دوسرے یا تیسرے دن جمعہ تھا، جمعہ کے بعد میں لیٹا ہوا تھا کہ ام انس حضرت کی موجودہ اہلیہ نے دروازہ کھٹکھٹایا کہ حضرت کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے، میں جلدی سے گیا دیکھا کہ پسینہ بہت بہہ رہا ہے، اور حضرت زور زور سے اللہ اللہ پڑھ رہے ہیں، میں نے حضرت کو دبایا اور عرض کیا کہ پانی پی لیں فرمایا میرا روزہ ہے میں نے اصرار کیا کہ آپ بیمار ہیں پانی پی لیں پھر پانی پیا، میں نے بھائی جان مولانا عبدالروف صاحب کو فون کیا وہ بھی آگئے، حضرت نے بھائی معاذ کا پوچھا تو میں نے انہیں بھی فون کیا کہ جلدی آجاؤ، ہم حضرت کو لے کر نیچے پہنچے تو بھائی معاذ بھی پہنچ چکے تھے، حضرت کو گاڑی کی پچھلی سیٹ پر لٹادیا اور مستشفی رفیع لے گئے، وہاں چچا عبدالصمد بھی آگئے، وہاں ٹیسٹ وغیرہ کی اتنی

سہولت نہیں تھی، وہاں سے مستشفی نور لے کر گئے، فائل بن گئی ڈاکٹر نہیں تھے، انہوں نے کہا کہ طبیعت خراب ہوگئی تو داخل کریں گے، وہاں سے ڈاکٹر نعمان کے مشورہ سے حضرت کو مستشفی ملک الطبی لے گئے، وہاں میرے دوست مولانا نعیم اللہ کے بھانجے ڈاکٹر مل گئے، انہوں نے داخل کیا اور مغرب بعد ایک مصری ماہر ڈاکٹر نے معائنہ کیا، حالات پوچھے، اس نے کہا کہ جیسے ہی اب طبیعت خراب ہونی شروع ہو تو مجھے فوراً بتائیں، حضرت کو پھر پسینہ آنا شروع ہوا تو ڈاکٹر صاحب کو بلایا، اس نے آتے ہی بلڈ پریشر اور شوگر چیک کی، اور ہم کمرے میں چائے پی رہے تھے، کہ ڈاکٹر نے فوراً چینی کے دو تین شاشے اٹھائے، اور حضرت کے منہ میں ڈال دیے اور ٹافیاں دیں کہ انکو چوسیں، ڈاکٹر نے بتایا کہ شوگر لیول 30 تک آگیا تھا، اور اس سے پہلے بھی دو تین دفعہ آیا ہے، اور پوٹاشیم کی مقدار بڑھ گئی، اسکی وجہ سے گردوں پر اثر ہوگیا ہے، تین چار دن بعد ڈیلائسس کروانا ہوگا، لیکن الحمد للہ اسکی ضرورت نہیں پڑی، اور طبیعت بحال ہوئی، ڈاکٹر نے بتایا کہ انڈونیشیا کی خوراک میں شوگر کی مقدار کافی ہوتی ہے، لیکن اس کے باوجود حضرت شوگر کنٹرول کی دوائی کھاتے رہے، جس کی وجہ سے شوگر کم ہوتی رہی اور اس سے طبیعت خراب ہوئی۔

لیکن حضرت نے اس بیماری کے باوجود رمضان المبارک کا سفر اور اعتکاف بھی کیا، وہاں بھی طبیعت ناساز رہی اور روزہ بند تھا، لیکن چونکہ اعتکاف طے تھا اس لئے حضرت نے سفر کو ملتوی نہیں کیا، اور پھر وہاں بھی ڈاکٹر آکر چیک کرتا رہا، پھر اس نے حضرت والا کو روزے رکھنے کی اجازت تقریباً 25 تاریخ کو دی تب حضرت نے روزہ رکھنا شروع فرمایا۔

حضرت کا آخری سفر خانقاہی بننا اور اسی میں دنیا کے آخری ملک جنوبی افریقہ کے شہر پیٹر میرزبرگ میں سانحہ وفات ہونا:

حضرت نے اپنی ساری زندگی دین کی خدمت میں لگائی اور ان کے شیخ شیخ الحدیث، اپنی زندگی کے آخری سالوں میں جس شعبہ دین شعبہ تصوف (شعبہ اصلاح قلوب) کے احیاء میں منہمک رہے تھے اسی شعبہ میں ہمارے حضرت نے بھی خاص طور

سے اپنی زندگی کا وافر حصہ لگایا حتی کہ ان کا آخری سفر بھی اسی شعبہ تصوف ہی کا بنا، بالآخر انہوں نے دنیا کے آخری ملک جنوبی افریقہ کے شہر پیٹر میرزبرگ میں اسی شعبہ کے احیاء میں اپنی جان دے دی، **فجزاہ اللہ خیر الجزاء وجعل الجنۃ مثواہ۔**

چونکہ حضرت کے جانشین وفرزند رشید حضرت مولانا عمر مکی صاحب حفظہ اللہ حضرت والا کے ساتھ تھے وہ اس سفر کو اس طرح بیان فرماتے ہیں:

اس ساؤتھ افریقہ کے خانقاہی اور سفر وفات شروع کرنے سے پہلے ہی حضرت سے کچھ خلاف عادت باتوں کا ظہور

بھائی عمر مکی حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں تقریبا ساؤتھ افریقہ کے سفر (جس میں سانحہ وفات ہوا) سے دو دن پہلے ہندوستان سے مکہ مکرمہ پہنچا تھا، اپنے کسی ذاتی کام کی وجہ سے میں ہندوستان گیا ہوا تھا، تو وہاں پر بدھ والے دن بابا کا فون آیا جبکہ جمعرات کو میں نے واپس آنا تھا اور بابا نے مجھ سے یہی پوچھا کہ تم کل ان شاء اللہ واپس مکہ آرہے ہو؟، پھر آگے میرے ساتھ ساؤتھ افریقہ چل رہے ہو؟ تو میں نے بالکل حیرانگی سے جواب بھی دیا کہ جی میں بالکل آرہا ہوں، اور ان شاء اللہ آگے ساؤتھ افریقہ بھی آپ کے ساتھ چل رہا ہوں، پھر بارہ پندرہ منٹ بعد دوبارہ فون آیا اور انہوں نے مجھے ٹکٹ کے حوالہ سے پوچھا کہ تمہاری آگے کی ٹکٹ ہوئی ہے؟ اور تمہاری بکنگ میرے ساتھ ہے؟ تو میں نے بابا کو اس کی بھی وضاحت کی کہ بالکل میری ٹکٹ بھی کنفرم ہے بلکہ میری ٹکٹ ساؤتھ افریقہ تک کے لئے ہندوستان سے ہی شروع ہورہی ہے، تو یہ کنٹنگ فلائٹ میں نے لی ہوئی ہے، تو انہوں نے اطمینان کا اظہار کیا، تو جمعرات کو صبح میں دوپہر کو تقریبا یہاں مکہ مکرمہ پہنچا اور سارا دن میں نے یہاں گزارا،

حضرت کا مکہ مکرمہ میں آخری کام مجلس ذکر میں شرکت کرنا بنا:

اللہ کی طرف سے حسن اتفاق ہے کہ: حضرت کا مکہ مکرمہ میں آخری کام مجلس ذکر میں شرکت کرنا بنا چنانچہ بھائی عمر مکی فرماتے ہیں کہ: میں اور حضرت والا جمعہ والے دن رات

کو عشاء کے بعد میرے پھوپھی کے بیٹے بھائی سلمان بٹ صاحب کے ہاں مجلس گئے، اور وہاں مجلس سے ہم سیدھا ایئرپورٹ روانہ ہو گئے، بابا کے ساتھ عبدالصمد چچا اور بھائی معاویہ اور انس یہ چار ایک گاڑی میں تھے، اور میں اور بھائی عبدالروف اور بھائی طلحہ ہم تینوں ایک گاڑی میں تھے۔

ایئرپورٹ اور جہاز پر ایسی باتوں کا ظہور جو اس سے پہلے کبھی ہوتی نہیں تھیں:

بھائی عمر مکی فرماتے ہیں کہ: ایئرپورٹ پہ بھی کچھ ایسی باتیں ہوئیں جو اس سے پہلے کبھی ہوتی نہیں تھیں، ایک تو یہ کہ بابا اپنے رشتہ داروں سب کا پوچھتے رہے، چھوٹی چھوٹی باتوں کا عبدالروف بھائی سے پاکستان کے احوال پوچھتے رہے، ہمارے ایک ماموں کی بیٹے ہیں کینڈا ان کی شادی ہمارے شاہد ماموں کی ہاں ہوئی تھی تو اس کے ویزے کا مسئلہ تھا اس کا پوچھا، بھائی احمد بخش آئے ہوئے تھے ان سے ان کے گھر کے احوال پوچھتے رہے، پھر جب اندر امیگریشن کے لئے جانے لگے تو بابا کی عادت مبارکہ ہوتی تھی کہ وہ اپنا بریف کیس جو ہے اسے وہ اپنی ہی گود میں رکھتے تھے، کسی کو دیتے نہیں تھے، تو میں نے تھوڑا سا اصرار کیا تو والد صاحب نے مجھے بریف کیس دے دیا، کہ رکھ لو اس کو آپ پکڑ لو، تو میرا حالانکہ اصرار جو تھا وہ ایسا اصرار نہیں تھا کہ میں نے ضد کی ہو یا بہت زیادہ کہا ہو بس میں نے کہا کوئی بات نہیں میں لے لیتا ہوں میرے ہاتھ میں کچھ نہیں میں پکڑ لیتا ہوں، تو انہوں نے مسکرا کر مجھے اجازت مرحمت فرمائی، پھر جہاز میں اسی طرح میں نے بریف کیس اپنے پاس رکھنا چاہا لیکن چونکہ بابا کی سیٹ بزنس کلاس میں اور میری اکانومی کلاس میں تھی تو میں نے آگے جا کر ان کو کہا کہ بریف کیس آپ کا کہاں رکھ دوں؟ تو انہوں نے کچھ چیزیں لے کر مجھے دوبارہ واپس کر دیا، کہ تم اپنے پاس رکھو، حالانکہ والد صاحب کی یہ عادت نہیں تھی بلکہ ہمیشہ اپنی سیٹ کے اوپر والے دراز میں ہی بریف کیس رکھواتے تھے پھر انہوں نے خود ہی سوچا کہ انہیں تو ویل چیئر والے لینے آئیں گے اور ہو سکتا ہے کہ وہ جلدی نکل جائیں تو

انہوں نے کہا کہ ٹھیک ہے پھر میرے پاس ہی رہنے دو۔

ساؤتھ افریقہ میں بھی ائرپورٹ پر خلاف عادت باتوں کا ظہور:

بھائی عمر مکی مزید فرماتے ہیں کہ: اس طرح کے واقعات وہاں پر بھی اور ساؤتھ افریقہ میں بھی پیش آئے، بہر حال ہم جب ہفتہ والے دن دوپہر کو وہاں پہنچ گئے تو وہاں جانے پر میرا موبائل ہی کھلا رہا اور (اللہ کی طرف سے) بابا کا موبائل مستقل بند رہا میں نے ہی مولانا جنید صاحب کو فون کیا کہ ہم لوگ لینڈ کر گئے ہیں اور بھائی عبدالرحمن بانا کو جنہوں نے ہم کو ایئرپورٹ پہ لینے آنا تھا، اور حضرت نے انہیں فون نہیں کیا بلکہ موبائل ہی نہیں کھولا، حالانکہ حضرت کی عادت یہ ہوتی تھی کہ جہاز اترتا تو فکر سے ایئرپورٹ آنے والے حضرات کو خود فون کرتے اور اطمینان دلاتے کہ جہاز اتر گیا ہے، بس تھوڑی دیر میں ہم باہر آرہے ہیں، مگر اس دفعہ ایسا نہیں ہوا۔

حضرت کے مجاز کو ایک خاص خواب آنا اور حضرت کا خواب سنتے سنتے اصلاح بھی کرنا اور خواب سننے پر اللہ خیر کرے، اللہ فضل کرے، اللہ رحم کرے، جیسے الفاظ کہنا:

بھائی عمر مکی مزید فرماتے ہیں کہ: اس طرح دو تین واقعات جو قابل ذکر ہیں ان میں سے یہ بھی ہے کہ وہاں پہنچ کر مولانا محمد حسن صاحب جو بابا کے مجاز ہیں کچھ تھوڑے سے سادہ مزاج ہیں، میری ان سے بے تکلفی بھی پہلے سے تھی تو وہ حضرت کو میرے نمبر پہ فون کر رہے تھے تو میں نے انکو کہا کہ بات کرنے کے لئے یہ وقت مناسب نہیں ہے تو آپ بظاہر کل کر لیں، تو انہوں نے کہا کہ کل تو نہیں میں کر پاؤں گا، بہر حال میں نے ایک خواب دیکھی تھی وہ میں نے بتانی ہے اور وہ خواب اس طرح تھی ”کہ میں نے دیکھا کہ میں ایک باغیچے میں ہوں اور حضرت سے میں کچھ بات کرنا چاہ رہا ہوں، مگر پھر اذان ہوگئی اور حضرت نے کہا کہ نماز کے بعد بات کریں گے، اور اذان کے بعد موقع نہیں ملا حضرت سے بات کرنے کا“ (خواب ختم ہوا) تو اگر ابھی بات ہو جائے تو اچھا ہے تو میں نے کہا کہ نہیں ابھی موقع نہیں ہے، تو پھر کل کسی ٹائم کر لیجئے گا، تو انہوں نے اپنی مجبوری واضح نہیں کی، اور کہا کہ

بظاہر مشکل ہے میں پھر کرلوں گا خیر قصہ مختصر یہ ہے کہ میں نے حضرت کو جب حضرت حمام سے نکل کر سونے جارہے تھے حضرت سے عرض کی اور ابھی اتنے الفاظ ہی بولے" کہ بھائی محمد حسن جو سہارنپور والے ہیں" تو بابا نے میرے اتنے الفاظ سے محسوس کیا کہ میں بے تکلفی میں ان کے مرتبہ کا خیال نہیں کر رہا تو بابا نے مجھے با قاعدہ کہا کہ "مولانا محمد حسن؟" تو میں نے کہا جی جی مولانا محمد حسن سہارنپور والوں کا فون آیا تھا (حضرت والا کی یہ ہمیشہ کی عادت مبارکہ تھی کہ کہیں بھی کسی وقت اگر کسی سے کوئی ادب میں اونچ نیچ ہو جاتی تو اسے فوراً تنبیہ فرماتے جیسے مجھے مولانا محمد حسن فرمایا، حضرت والا کی یہ بہت ہی نفیس اور عمدہ عادت مبارکہ تھی کہ "اعط کل ذی حق حقہ" کا خود بھی خیال فرماتے تھے اور دوسروں کو بھی اس پر لاتے تھے خیر میں نے عرض کیا کہ) انہوں نے ایک خواب دیکھا تھا اور میں نے وہ خواب بابا کو سنایا تو بابا کے چہرے پہ ایک غیر معمولی سی فکر ظاہر ہوئی، اور دو تین الفاظ اس طرح کے کہے اللہ خیر کرے اللہ فضل کرے اللہ رحم کرے اور چادر اپنے اوپر لے کر کروٹ لے کر لیٹ گئے، پھر اس کے بعد عصر کے وقت اٹھے، اور ہم نے مسجد میں نماز پڑھی، اور ہم صرف پہلے دن مولانا جنید ہاشم صاحب کے گھر رہے، اور یہ مولانا جنید ہاشم صاحب ساؤتھ افریقہ میں حضرت جی کے اجل خلفاء میں سے ہیں اور ان کی خانقاہ جوہانسبرگ میں ان کے اپنے گھر کے بالکل سامنے ہے اور اسی دن شام کو ہم لوگ ان کی خانقاہ میں آگئے تھے وہیں پر میں اور بابا اور بھائی عبدالرحمن بانا جو حضرت کے مجاز ہیں برٹس والے وہ بھی ہمارے ساتھ اسی خانقاہ میں ہی ٹھہرے، اور اگلے دن وہیں خانقاہ میں مصروفیت تھی کہ ظہر کے بعد بھائی نعیم واجا جو حضرت کے مجاز ہیں ان کی بیٹی کا نکاح تھا تو بابا نے ان کا نکاح پڑھایا، اور اسی نکاح کے بعد مفتی بشیر صاحب سے بھی جو حضرت شیخ الحدیث کے خلفاء میں ہیں (جو ہمارے حضرت کی وفات کے دو تین مہینے بعد انتقال فرما گئے تھے وہ) اور بھائی نعیم واجا کے رشتہ دار بھی ہیں وہ بھی نکاح میں تھے ان سے بھی ملاقات ہوئی، پھر عصر کے بعد مولانا مفتی ابراہیم پانڈور اور ان کے بھائی اور ان کے کچھ ساتھی بھی حضرت سے ملنے آئے، اور یہ اتوار والا دن تھا۔

حضرت کی وفات سے ایک دن قبل بروز اتوار مولانا سلیم اللہ خان صاحب کی وفات کی خبر پر حضرت کا غمگین ہونا اور لوگوں کو ان کے لئے ایصال ثواب کا کہنا:

بھائی عمر مکی مزید فرماتے ہیں کہ: اس اتوار والے دن ہم جب دوپہر کو مسجد میں داخل ہو رہے تھے تو مولانا سلیم اللہ خان صاحب کی وفات کی خبر آئی تو میں نے حضرت کو اطلاع دی، تو حضرت بہت زیادہ غمگین بھی ہوئے، اور متفکر بھی ہوئے، اور خاص طور سے نماز کے بعد سب حضرات سے ایصال ثواب کے لئے بھی کہا اور خود بھی اس ظہر کی نمار کے بعد کافی دیر تک قرآن پڑھتے رہے، اور عصر کے بعد بھی، اسی طرح عشاء کے بعد حضرت کو ان کی وفات کے جو بھی میسج اور فون آتے رہے حضرت سب لوگوں کو یہی کہتے رہے کہ حضرت کو ایصال ثواب ضرور کرتے رہیں۔

پھر اس سے اگلے دن ہمارا پیر کو سفر شروع ہونا تھا اور صبح فجر کے بعد جوہانسبرگ ایئر پورٹ آنا تھا اور وہیں پہ ہماری ملاقات عبد اللہ چچا اور ہارون چچا اور احمد بھائی سب سے ہوئی تھی کیونکہ یہ حضرات وہیں سے ہمارے ساتھ خانقاہی سفر کے لئے پہنچ رہے تھے اور وہیں سے ہم نے ڈربن جانا تھا اور ایسے ہی ہوا ان حضرات سے ملاقات بھی ہوئی اور پھر ہم وہاں سے ڈربن گئے، اور ڈربن میں جب ہم اترے تو چونکہ میں اور بھائی احمد نسبۃً جوان تھے کم عمر تھے بہ نسبت بقیہ حضرات کے تو سامان کی ذمہ داری ہم پر آئی اور سامان کے لئے ایک گاڑی الگ آئی ہوئی تھی اور اس میں دو سیٹوں کی جگہ بھی تھی تو میں اور بھائی احمد اس گاڑی میں بیٹھ گئے، اور بابا اور عبد اللہ چچا اور ہارون چچا مولانا زکریا کی گاڑی میں بیٹھ کر پیٹر میرزبرگ کے لئے نکل گئے اور میں اور بھائی احمد سامان والی گاڑی میں بیٹھ کر پیٹر میرزبرگ کو نکل گئے، اور یاد رہے کہ مولانا زکریا مذکور جو کہ میزبان تھے پیٹر میرزبرگ والے اور ان کے بھائی مولانا اسماعیل پٹیل اور ان دونوں کے والد محترم بھائی موسی پٹیل یہ تینوں حضرت کے مجازین میں ہیں،

حضرت کا پیٹر میرزبرگ پہنچنا اور مرض وفات کا شروع ہونا اور حضرت کا خلاف عادت چیک اپ کرانے کے لئے جلدی راضی ہو جانا:

بھائی عمر مکی مزید فرماتے ہیں کہ: ہم حضرت والی گاڑی سے پہلے پیٹر میرزبرگ پہنچ گئے، تو جب حضرت بھی پہنچے تو حضرت کو میں نے گاڑی سے اترتے دیکھا تو محسوس کیا کہ حضرت کے چہرے پر تھکاوٹ اور تکلیف کے آثار ہیں، حالانکہ نیند تقریبا پوری ہوئی تھی کیونکہ حضرت جہاز میں بھی سوتے ہوئے آئے تھے، تو میں نے میزبان سے کہا حضرت کا کسی ڈاکٹر سے چیک اپ کروالیں تو حضرت نے فورا حامی بھرلی ورنہ حضرت جلدی چیک اپ کروانے پہ راضی نہیں ہوا کرتے تھے، بلکہ میں نے جوہانسبرگ میں بھی حضرت سے کہا تھا کہ چیک اپ کروالیں تو حضرت نے منع فرمادیا تھا اور فرمایا تھا کہ نیند پوری ہو جائیگی تو ٹھیک ہو جاؤں گا، تو وہاں میں نے عرض کیا تھا کہ نیند تو آپنے کی ہے تو حضرت نے فرمایا تھا کہ یہ دو دو گھنٹے کی نیند کوئی نیند تھوڑی ہے لیکن یہاں فوراً مان گئے اور دل کی جگہ اشارہ کر کے کہا کہ مجھے درد بھی ہے بلکہ مجھے جہاز میں بھی یہاں درد ہوئی تھی، تو خیر دس پندرہ منٹ میں ڈاکٹر آئے، اور ہم اتنی دیر حضرت کے ہاتھ پاؤں دباتے رہے، ڈاکٹر صاحب نے چیک کیا اور پوچھا کہ آخری دوائی کونسی دی ہے تو چونکہ حضرت کو قبض تھی تو قبض توڑنے کی دوائی دکھائی تو ڈاکٹر نے شوگر اور بلیڈ پریشر چیک کرنے کے بعد کہا کہ میری رائے ہے کہ آپ ہوسپٹل آجائیں، اور اس کی نقل وحرکت میں تیزی سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ محسوس کر رہا ہے کہ مسئلہ خطرناک ہے۔

حضرت کا اپنے بہت بڑے ہارٹ اٹیک کی خبر سننے پر بھی حضرت کا بڑی بے نیازی اور بہت خوش اسلوبی سے گفتگو کرنا:

بھائی عمر مکی مزید فرماتے ہیں کہ: جب ہم وہاں ہسپتال پہنچے اور ٹیسٹ ہوا تو انہوں نے کہا ان کو فوراً ای۔ سی۔ جی۔ کروائی ہے، اور جب ای سی جی کروائی تو انہوں نے کہا کہ حضرت جی کو ابھی ابھی اٹیک ہو رہا ہے ان کو بالکل چلنے نہ دیں، نہ کھڑا ہونے دیں، اور

جب ہم ای سی جی سے آئی سی یو میں آنے کے لئے نکلے تو وہاں حضرت کو الٹی آئی اس وقت میں نے کہا کہ ڈاکٹر کہہ رہا ہے کہ آپ کے دل میں مسئلہ ہے تو حضرت نے فرمایا کہ اچھا اللہ خیر کرے، اور کلی وغیرہ کی پھر مولانا زکریا صاحب نے حضرت سے عرض کی کہ حضرت ڈاکٹر کہہ رہا ہے کہ آپ کو بہت بڑا ہارٹ اٹیک ہوا ہے، تو حضرت نے بڑی بے نیازی سے بہت خوش اسلوبی سے کہا کہ چلو بھائی وہ بھی تو جسم کا ایک حصہ ہے وہ بھی بیچارا بیمار ہو سکتا ہے، یہ بتاؤ کہ اب کرنا کیا ہے؟ اور ہم حضرت کو اس طرح ہشاش بشاش دیکھ کر ہم بھی ہشاش بشاش ہو گئے۔

اور اس کے بعد حضرت کہتے رہے کہ الٹی آنے سے مجھے ہلکا پن محسوس ہو رہا ہے شاید وہ گیس وغیرہ تھی اور وہ شاید نکل گئی ہے، اس طرح ہم بھی ہلکے ہو گئے کہ اب حضرت پر تکلیف کے آثار چہرے پہ کم ہو گئے ہیں، اور ہم نیچے آئی سی یو میں آ گئے، اتنی دیر میں بھائی زکریا کا بھائی موسی پٹیل سے رابطہ ہو گیا اور وہ بھائی احمد اور ہارون چچا کو لے کر ہوسپٹل آ گئے، تو وہاں پر انہوں نے آئی سی یو میں چیک اپ کرنے لئے اپریشن کی تیاری کے لئے رکھ لیا، اور جب وہ چیک اپ کر رہے تھے تو انہوں نے چونکہ بھائی احمد اور ہارون چچا کو حضرت کی خبر گیری کے لئے رکھ لیا تھا تو حضرت نے بھائی احمد اور ہارون چچا سے کہا کہ بھائی کیوں ایسا کرتے ہو کس نے کہا ہے کہ مجھے زیادہ پرابلم ہے؟ مجھے کوئی زیادہ پرابلم نہیں ہے، ڈاکٹروں کے بقول کچھ دل ہلا تھا وہ الحمدللہ ٹھیک ہو گیا ہے، لہٰذا تم واپس چلے جاؤ۔

جملہ ''سلام قولا من رب رحیم'' کا حضرت کے آخری الفاظ میں سے بننا اور اس کے بعد آنکھوں میں ایک خاص چمک کا ہونا:

بھائی عمر مکی مزید فرماتے ہیں کہ: وہیں پر مولانا محمد اسلم جو حضرت کے مجاز ہیں وہ اور بھائی موسی پٹیل اور میں بھی اور ایک ساتھی اور تھے ان کا نام شبیر یا بشیر تھا وہ بھائی موسی پٹیل کے دوست تھے ان کا ایک مہینہ پہلے وہیں ہسپتال میں اپریشن ہوا تھا اور دل میں اسٹنٹ ڈالے تھے جسے عربی میں قسطرہ کہتے ہیں اور یہی اسٹنٹ حضرت میں ڈالنے تھے اسی کی

تیاری ہو رہی تھی، انہوں نے حضرت سے تسلی دینے کے لئے عربی میں کہا کہ سلامۃ سلامۃ، کہ اللہ آپ کو سلامت ہی رکھیں گے اور کہا کہ بیس پچیس منٹ میں آپ آپریشن والے کمرے سے یہاں پہنچ جائیں گے اور ان شاء اللہ آپ بالکل ٹھیک ہوں گے، تو حضرت نے ان کے جواب میں مسکراتے ہوئے کہا **سلام قولا من رب رحیم سلام قولا من رب رحیم سلام قولا من رب رحیم** اس آیت کو تین مرتبہ پڑھا، اس کے بعد حضرت نے کوئی بات نہیں کی، اور ہمارے پاس سے جب حضرت گزر رہے تھے اس وقت حضرت کی آنکھوں میں جو چمک تھی جیسا کہ بعد میں بھائی موسی پٹیل نے بھی تصدیق کی کہ ویسی چمک اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی گئی، اور حضرت کا چہرہ جو اس وقت چمک رہا تھا ویسا پہلے نہیں دیکھا گیا۔

پھر حضرت کو آپریشن تھیٹر میں لے کر چلے گئے، اور بیس پچیس منٹ میں میں نے اوپر کی منزل میں ظہر اور عصر (ظہر آخر وقت میں اور عصر شروع وقت میں) پڑھیں، عصر پڑھ کر میں واپس آ رہا تھا کہ راستے میں پتہ چلا کہ آپریشن تھیٹر میں حضرت کا انتقال ہو گیا، میں نے جا کر دیکھا تو حضرت کا چہرہ دیکھ کر مجھ پر بہت اثر ہوا اور یہ توقع بھی نہیں تھی کہ اس طرح حضرت ہمیں چھوڑ کر چلے جائیں گے، طبیعت پر سخت اثر تھا، مگر اس کے بعد جب ہم وہاں سے نکلے اور بھائیوں سے ساتھیوں سے جب بات ہوئی تو کچھ اللہ نے صبر بھی دیا ہمت بھی دی۔

ہمارے حضرت کا اللہ کے ذاتی نام اللہ، اللہ، کا ورد کرتے ہوئے دنیا سے رخصت ہونا:

بھائی عمر مکی مزید فرماتے ہیں کہ: اس کے بعد جب حضرت کو غسل دیا گیا اور ایک جنازہ پیٹر میرز برگ میں ہوا تو وہاں پہ جو ڈاکٹر ادریس صاحب جو گھر پہ حضرت کو دیکھنے آئے تھے وہ جنازہ کے بعد مجھے انگلش ہی میں کہنے لگے کہ یہ جو ڈاکٹر حضرت کا آخر میں معالج تھا وہ ہندو تھا اس نے مجھے فون کر کے بلوایا کہ تم فوراً آپریشن تھیٹر آپریشن والے

کمرے کے اندر آؤ تو جب میں وہاں حضرت کے پاس گیا تو اس نے حضرت کو بجلی کا جھٹکا دیا تاکہ دل اگر چل سکتا ہو تو چل پڑے (یہ چیز ان کے ہاں معمول بہا ہے) اور کہا کہ یہ آواز سنو تو ڈاکٹر ادریس صاحب کہتے ہیں کہ جب وہ ڈاکٹر حضرت کو بجلی لگاتے تو حضرت کی منہ سے سانس کے ساتھ اللہ، اللہ، کی آواز نکلتی، اس ہندو ڈاکٹر نے ڈاکٹر ادریس صاحب سے پوچھا کہ یہ کیا آواز ہے تو ڈاکٹر ادریس صاحب نے بتایا کہ یہ ہمارے رب کا نام ہے۔

خلیل اللہ عرض کرتا ہے کہ کیا خوش نصیبی والی موت ہے کہ جب حضرت نے اللہ کے نام کو پوری دنیا میں پھیلایا حتی کہ دنیا کے اس آخری کونے والے ملک تک پھیلایا تو اللہ نے خاتمہ بھی اپنے پاک نام پر ہے کرایا، اے اللہ ہم بھی اس کے بھکاری ہیں ہمیں بھی یہ خاتمہ خیر والی دولت عظمی عطا فرمانا. **فإنك جواد كريم۔**

نوٹ: ہارٹ اٹیک سے وفات پر ڈاکٹر حضرات کرنٹ لگاتے ہیں یا سینے کو زور زور سے دباتے ہیں تاکہ دل جھٹکے سے دوبارہ کام شروع کردے اس سے منہ سے آوازیں یا ہوا زور سے نکلتی ہے لیکن حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے اللہ اللہ نکل رہا تھا۔ (از مفتی شاہد محمود)

مرض وفات میں عام روٹین سے ہٹی ہوئی عجیب عجیب چیزیں دیکھ کر ہندو ڈاکٹر کا بھی متاثر ہوجانا:

بھائی عمر مکی مزید فرماتے ہیں کہ: اس ہندو ڈاکٹر نے کہا کہ اس مریض میں میں نے بہت عجیب عجیب چیزیں دیکھی ہیں، پھر مولانا جنید ہاشم نے بھی یہ بات بتائی کہ وہ خود اس ہندو ڈاکٹر سے ملنے گئے تو ہندو ڈاکٹر نے بتایا کہ یہ مریض جب میرے پاس آئے تھے تو ان کے دل کی دو لائنیں بند تھیں اور (ہماری تحقیق کے مطابق) کافی دیر سے بند تھیں تو میں نے سوچا کہ ان کی دو لائنیں بھی بند ہیں اور پھر بھی یہ چل پھر رہے ہیں وہیل چیر سے اٹھ رہے ہیں اور خود ہسپتال والے کپڑے پہن رہے ہیں یہ کیسے ہو رہا ہے پھر میں ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا اور چیک اپ جاری تھا کہ ان پر تیسرا اٹیک بھی ہو گیا اور ان کی تیسری لائن بھی بند ہوگئی تو میرے لئے یہ بات اور عجیب کہ ان پر تیسرا اٹیک ہو چکا ہے اور یہ پھر بھی چل پھر

رہے ہیں۔

پچھلی مذکورہ باتوں پر ایک اور عجیب بات یہ پیش آئی کہ مریض کو جب بجلی لگائی جاتی ہے تو مریض کا جسم بہت زیادہ ہلتا ہے اور اس سے عجیب عجیب آوازیں منہ سے نکلتی ہیں مگر حضرت کو بجلی لگاتے وقت حضرت کی آواز میں بھی اللہ، اللہ، تھا اور جسم میں بھی بالکل سکون تھا، اور اس میں کوئی غیر فطری چیز اور گھبراہٹ نہیں تھی۔

اور اس ہندو ڈاکٹر نے کہا کہ ہماری قوم میں ہمارے مذہب میں اگر اس طرح کی موت کسی کی ہو تو ہم اس بندے کی عبادت شروع کر دیتے ہیں، اس کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ یہ بہت بڑی شخصیت تھی اور یہ بہت بڑا آدمی تھا، اس نے بھی یہ محسوس کیا کہ یہ مسلمانوں کا بہت بڑا نقصان ہوا ہے، تو ہم مسلمان تو سمجھتے ہی ہیں کہ حضرت کا دنیا سے جانا مسلمانوں کا بہت بڑا نقصان ہے لیکن دیکھیے ایک ہندو ڈاکٹر بھی اس بات کو سمجھتا ہے کہ مسلمانوں کا بہت بڑا نقصان ہوا ہے، اللہ ہمیں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔ (حضرت کے جانشین مولانا بھائی عمر مکی حفظہ اللہ کا کلام مکمل ہوا)

حضرت کا اللہ کے دین کی خاطر حرمین شریفین کو چھوڑنے کی روحانی قربانی دینا اور اللہ کا انعام کے طور پر انہیں وفات کے بعد دنیا کے آخری کونے سے لا کر جوار رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں جنت البقیع کی مبارک مٹی دینا:

بندہ فقیر خلیل اللہ عرض کرتا ہے کہ ہمارے حضرت کس قدر خوش نصیب ہیں کہ زندگی کو خوب وصول کیا کہ اللہ کے دین کی خوب خدمت کی، اور خاص کر اپنے شیخ و مرشد قطب الارشاد حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے مشن شعبہ اصلاح قلوب کو گویا مکمل کیا، خانقاہوں کو خوب آباد کیا، جگہ جگہ مجالس ذکر قائم کیں اور ان کو فروغ دیا، ماہ رمضان میں اعتکاف کی سنت کو خاص کر کے عشرہ اخیرہ کی سنت کو زندہ کیا، اور غیر اللہ سے تعلق ہٹا کر محبوب حقیقی جل جلالہ سے جوڑا، پھر اسی مقصد کے حصول کیلئے یعنی

مخلوق کو خالق سے جوڑنے کی خاطر حرمین شریفین میں وقت گزارنے کی چاہت کی روحانی قربانی دے کر اس کی بجائے ہر سال کسی دوسرے ملک میں سفر فرماتے رہے اور وعظ ونصیحت کے ذریعہ سالکوں کے دلوں کو گرماتے رہے، حضرت والا کے دل میں امت کے قلوب کی اصلاح کا جو غم حضرت شیخ الحدیث سے وراثت میں آیا تھا اس پر خوب محنت کرتے رہے، پھر آخرکار اسی شعبہ اصلاح قلوب میں ہی اپنا آخری سفر جنوبی افریقہ کا فرمایا اور اسی سفر میں سورہ یس کی آیت نمبر (۵۸) سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ پڑھتے ہوئے اور اللہ، اللہ کہتے ہوئے (17) ربیع الثانی سنہ 1438 ہجری مطابق (16) جنوری سنہ 2017 عیسوی بروز پیر اس دار فانی سے رحلت فرما گئے، اور اپنی جان اللہ تعالی کے حوالہ کر دی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

پھر جب حضرت اللہ کے دین کی خاطر حرمین شریفین کو چھوڑنے کی روحانی قربانی دیتے رہے اور ادھر آپ کو مدینہ منورہ منتقل ہونے کا اشتیاق بھی پہلے سے تھا جو اخیر میں بہت زیادہ بڑھ گیا تھا، تو اللہ نے بھی ان کا اشتیاق اس طرح پورا فرمایا کہ انعام کے طور پر انہیں وفات کے بعد دنیا کے آخری کونے سے لا کر جوار رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں جنت البقیع کی مبارک مٹی عطا فرما دی۔

چنانچہ آپکے جسد مبارک کو وہاں جنوبی افریقہ سے مدینہ منورہ لایا گیا، اور جمعرات کو بعد الفجر مسجد نبوی میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی، اور حضرت کے حسب اشتیاق جنت البقیع میں اپنے اکابر کے سایہ میں تدفین عمل میں آئی۔

عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا
اور پہنچی خاک وہاں پہ جہاں کا خمیر تھا

آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

اے اللہ ہم آپکی بارگاہ میں دست بدعاء ہیں کہ آپ، حضرت والا کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلی جگہ عنایت فرمائے، اور ہم پسماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل کی دولت سے نوازے۔

بشارت منامی

از حضرت مولانا محمد بلال امام مسجد ڈیفنس، کراچی

خلیفہ مجاز حضرت صوفی محمد اقبال رحمہ اللہ

عموماً مجھے خواب یاد نہیں رہتے، اکثر مجھے خواب آتے بھی نہیں ہیں، تو جب کوئی خواب آتا ہے صبح اٹھتے ہی بھول جاتا ہوں، مگر کوئی خواب دماغ سے چپک جاتا ہے، صبح اٹھ کر نہ صرف یاد آتا رہتا ہے بلکہ سارا دن اسی خواب کے تصور میں گزر جاتا ہے، کچھ اسی قسم کا خواب میں نے جمعہ اور ہفتہ کی درمیانی شب دیکھا اور صبح اٹھ کر ایسی کیفیت تھی کہ محسوس ہو رہا تھا میں ابھی ابھی اسی جگہ سے آ رہا ہوں جو میں نے خواب میں دیکھی، میں نے خواب میں دیکھا کہ میں سلام پڑھنے کے لئے روضہ شریف پر حاضر ہوں، کہ اچانک سامنے سے جالیاں ہٹ جاتی ہیں اور میں بڑے والہانہ شوق میں اندر چلا جاتا ہوں، دل میں یہ خیال بھی آتا ہے کہ تُو بہت جلدی منہ اٹھا کر اندر جا رہا ہے، مگر اس خیال کی طرف مَیں التفات نہیں کرتا، مَیں جیسے ہی اندر پہنچتا ہوں دیکھتا ہوں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم لیٹے ہوئے ہیں، چادر اوپر لی ہوئی ہے، پاؤں مبارک اس قدر واضح وصاف نظر آ رہے ہیں کہ اس وقت بھی پاؤں مبارک کا نقشہ دماغ میں ہو بہو موجود ہے، کیسے انگلیاں مبارک کے نقش ملاحت اور بارعب انداز یہ سب میرے دل ودماغ پر چھایا ہوا ہے، میں دور ہٹ کر خاموشی سے بیٹھ جاتا ہوں، کچھ اور عمر رسید بزرگ حضرات بھی آتے ہیں، سب قریب قریب بیٹھ جاتے ہیں، میں ان بزرگ حضرات میں سے کسی ایک سے پوچھتا ہوں، ہم یہاں کیوں بیٹھے ہیں، کسی کا انتظار کر رہے ہیں؟ تو وہ بزرگ جواب دیتے ہیں، عبدالحفیظ صاحب آنے والے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہی کا انتظار کر رہے ہیں، ابھی یہ سن ہی رہا تھا کہ اچانک حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ بیٹھتے ہیں، اور ایک بارعب آواز میں فرماتے ہیں، ''چلو آؤ ہم خود لینے چلتے ہیں'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ میرے کانوں میں اب صبح اٹھ کر بھی گونج رہے ہیں۔

آمين بجاه النبي الأمي الكريم وعلى آله وصحبه أجمعين

نہ کیوں ان کی طرف اللہ سوسو پیار سے دیکھے
جو آنکھیں اپنی گھستے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانے سے
کوئی فردوس ہو یا خُلد ہو ہم کو غرض مطلب سے
لگایا اب تو بستر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے آستانے سے

تنبیہ: یہ "بشارت منامی" والا مضمون اشعار تک حضرت استاد محترم مولانا اسعد محمود مکی حفظہ اللہ کے ماہنامہ "شرعی تصوف" فیصل آباد- پاکستان سے لیا گیا۔

منظوم رحلتِ حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب مکیؒ نمبر (1)

از حضرت مولانا محمد انور صاحب گنگوہی حفظہ اللہ تعالیٰ مجاز بیعت حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق ناظم جامعہ مظاہر علوم سہارنپور یوپی انڈیا

ہو گئے روپوش ہم سے اک محدث بے مثال	حضرت عبدالحفیظ اک مرد صالح باکمال
ذاکر وشاغل ولی اور پاکباز و باوقار	ناشر قرآن وسنت دین حق کے جاں نثار
حامل اخلاق حسنیٰ نائب خیر الوریٰ	پیکر زہد وعبادت مرشد راہ ہدیٰ
آہ دنیائے تصوف کے وہ اک فرد وحید	شیخ کامل نیک سیرت متقی مرد سعید
وہ محدث اور مفسر ماہر ہر علم وفن	عارف حق واقف اسرار قرآن وسنن
جامع علم شریعت اور طریقت چل بسے	آہ وہ اک عاشق قرآن وسنت چل بسے
تشنگان علم کو سیراب کر کے بے شمار	چلدئے وہ چھوڑ کر دنیا میں علمی یادگار
آہ وہ اک صاحب اخلاص وتقویٰ چل بسے	رہبر حق حامل اوصاف حسنیٰ چل بسے
اب کہاں دیکھیں گے ایسا آفتاب علم ہم	اب کہاں پائیں گے ایسا ماہتاب علم ہم
وہ رلا کر سیکڑوں کو مسکرا کر چل دیئے	ہر کسی کو اپنا شیدائی بنا کر چل دیئے
بارگاہ کبریا میں ہے دعائے خاص وعام	ہو میسر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام
ان کا مرقد نور سے یارب سدا روشن رہے	رحمتوں اور برکتوں کا مرکز ومخزن رہے
ان کی تاریخ وفات انور کے دل نے یوں کہی	سو چکے طیبہ میں جا کر خوبرو صالح ولی

یعنی 1438 ہجری

منظوم رحلت

حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی رحمہ اللہ نمبر (2)

از مولانا ولی اللہ ولی عظیم آبادی مدینہ منورہ

کاروان حق کا آج اک رہنما جاتا رہا	داعیان دین کا اک پیشوا جاتا رہا
مادر علمی مظاہر کا تراشیدہ گہر	فخر اہل دیوبند اک حق نما جاتا رہا
جس پہ صادق موت عالم موت عالَم کی مثل	حاملان علم کا اک مقتدا جاتا رہا
زندگی کا اس کی عنواں خدمت دین متیں	ہر جگہ وہ دین کی خاطر دوڑتا جاتا رہا
آخرش وہ گھر سے نکلا لوٹ کر آیا نہ پھر	یوں شہید راہ حق، دار بقا جاتا رہا
از یکے خلفائے نامی حضرتِ شیخ الحدیث	وائے حسرت! شیخ کا اک لاڈلا جاتا رہا
محترم عبدالحفیظ اک مخلص ہر دلعزیز	حلقہ احباب سے اک باوفا جاتا رہا
موقف (۱) اہل تصوف جامع کنز الحدیث (۲)	دے کے اہل علم کو دو آئینہ جاتا رہا
عالمی ختم نبوت انجمن کا پاسبان	ہو کے ناموس رسالت پر فدا جاتا رہا
ہو رہا تھا اس کے دم سے اک زمانہ فیضیاب	وقت کا اک شیخ و مرشد باصفا جاتا رہا
خاندان عبدحق پر غم کا ٹوٹا پہاڑ	ان کے گھر کا یک بہ یک قطب الرحی جاتا رہا
اللہ اللہ خوش نصیبی ہو کے پیوند بقیع	ایک سچا عاشق خیر الوری جاتا رہا
کتنے دل ہیں آج غمگیں کتنی آنکھیں اشکبار	بزم عالم سے ولی اک دلربا جاتا رہا

(۱) مراد ہے اس سے آپ کی تصنیف لطیف ''موقف ائمۃ الحرکۃ السلفیۃ فی التصوف والصوفیۃ''.

(۲) مراد ہے اس سے آپ کی جمع کردہ ''الکنز المتواری فی معادن لامع الدراری وصحیح البخاری''.

منظوم رحلتِ حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی رحمہ اللہ نمبر (3)

از مولانا محمد شاہد الناصری الحنفی مدیر مدرسۃ دعوۃ السنۃ الخیریۃ ممبئی انڈیا

حامیِ دیں، مرکز فکر و نظر جاتا رہا	ماہرِ دین و شریعت چارہ گر جاتا رہا
حق کی خاطر جو رہا کرتا تھا ہر دم پا رکاب	وہ جہاں بین وفہیم دیدہ ور جاتا رہا
بزم عالم وآگہی کا تھا جو اک روشن چراغ	حاملان علم کا اک مقتدا جاتا رہا
زندگی کا اس کی عنواں خدمت دین متیں	وہ جلیل القدر شیخ و راہبر جاتا رہا
جس کے فیض عشق نے سکھلائے آدابِ جنوں	جس کی صحبت میں تھا اک سوز واثر جاتا رہا
راہ حق کا اک مجاہد عزم وہمت کا پہاڑ	وہ لٹا کر سب کچھ اپنا دین پر جاتا رہا
موج باطل کے شراروں کو وہ کر کے نیم جاں	اہل دل کا آج اک شیر ببر جاتا رہا
جس کی تقریروں میں تھی روحِ تصوف عطر بیز	وہ سلف کا جانشیں انسان گر جاتا رہا
راسخین علم میں اس کا نمایاں مقام	حامیان دیں کا اک سینہ سپر جاتا رہا
ارتحال شیخ نے غم سے کیا سب کو نڈھال	آہ! گھر سے آج اک روشن گہر جاتا رہا
پوچھئے مت اہلِ عالم کتنے افسردہ ہوئے	راہ حق کا اک امیر معتبر جاتا رہا
جام وحدت کا بلا کر آہ وہ پیرِ مغاں	کیا کریں ہم اے خدا وہ چھوڑ کر جاتا رہا
تھی لقا بس ایک ہی میری فقید عصر سے	مجھ پہ تھا جو مہرباں وہ خوش نظر جاتا رہا
واقفِ اسرار دیں اور وقت کا وہ بایزید	سالکین راہ حق کا راہبر جاتا رہا
اہل خانہ کو عطا ہو صبر کامل اے خدا	خاندان کا شیخ ومرشد نامور جاتا رہا
کیا بتاؤں حالِ دل اپنا میں شاہد ناصری	اہل دل کا دلنواز اک چارہ گر جاتا رہا

بندہ فقیر خلیل اللہ عرض کرتا ہے کہ:

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کی تکلیف تو ہر ہر فرد کو ہے ہی لیکن دوسری طرف ہم اللہ کا لاکھ لاکھ شکر بھی کرتے ہیں اس بات پر کہ حضرت کے خلفاء و مریدین میں حضرت کی وفات کے بعد اللہ کے فضل سے رجوع الی اللہ زیادہ ہوا اور حضرت والا کے خلفاء میں اللہ نے اپنے فضل و کرم سے حضرت والا غم و فکر باقی رکھا کہ وہ سب، حضرت والا کے مشن کو پورا کرنے کیلئے جان و مال سے لگے ہوئے ہیں، جیسا کہ حضرت والا کے اس مشن کو پورا کرنے میں حضرت والا کی اولاد اور ان کے بھائی لوگ اور خاندان کے دوسرے افراد بھی لگے ہوئے ہیں، اور الحمدللہ ان حضرات کی تو پہلے سے ہی ان کے بڑوں سے لے کر ان حضرات تک بہت قربانیاں بھی ہیں، اللہ پاک ہمارے سمیت ان سب کو صحت و عافیت اور اخلاص کے ساتھ تادم آخر دین کی خدمت کے لئے قبول فرمائیں۔

اور ہم یہ بھی دعاء کرتے ہیں کہ اللہ ہمیں بھی حسن خاتمہ سے مالا مال فرمائے، اور ہمیں ہمارے حضرت کے قدموں میں جنت البقیع میں اس کی پاک مٹی نصیب فرمائے، یا اللہ حضرت کے بارے میں جو بھی لکھا اس میں جو بھی ریا اور بدنیتی یا اور کوئی بھی مصیبت مَیں نے اپنے اوپر لادلی ہو تو تُو اپنے دریائے رحمت سے معاف فرما کر اسے نافع بنادے اور قیامت میں میرے خلاف گواہی دینے والا کوئی نہ ہو، بلکہ ستاری ہی کا معاملہ فرما کر بغیر حساب کتاب کے جنت نصیب فرما دینا، وصلى الله تعالى على خاتم النبيين سيدنا ومولانا محمد وآله وصحبه اجمعين.

خلیل اللہ مکہ مکرمہ

خانقاہ شیخ و مرشد حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی

نور اللہ مرقدہ و برد مضجعہ

21 جمادی الثانیہ سنہ 1438 ہجری

ونظر ثانی 19 ذی الحجہ سنہ 1438 ہجری

فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا **شیخ عبدالحفیظ مکی** نور اللہ مرقدہ

کی دیگر مطبوعات

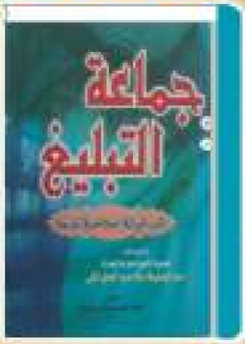

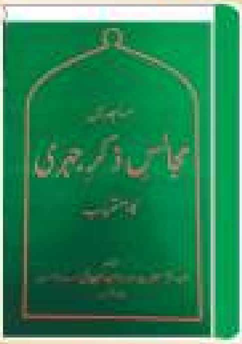

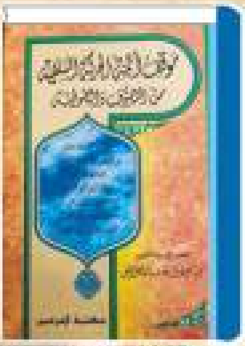

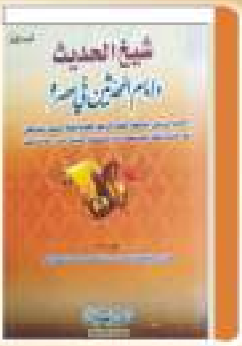

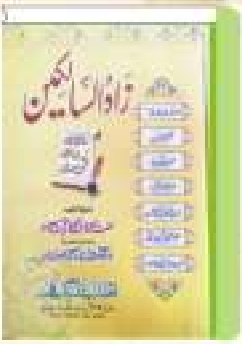
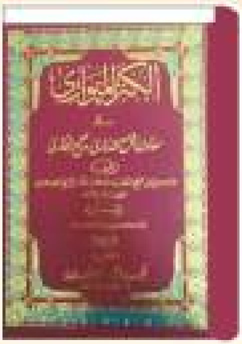

ناشر

مکتبة الحرمین دوبئ